۱۴/۱۴ شعبان ۱۴۱۷ ہجری — ۱۹/۲۶ فتح ۱۳۷۵ ہش — ۱۹/۲۶ دسمبر ۱۹۹۶ء

اِسلامی اُصول کی فلاسفی کے متعلق

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی حیرت انگیز پیشگوئی

سچائی کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشخبری

جلسۂ اعظم مذاہب[1] جو لاہور ٹاؤن ہال میں ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہوگا۔ اُس میں اِس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارے میں پڑھا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اُس کی تائید سے لکھا گیا ہے۔ اس میں قرآن شریف کے وہ حقائق اور معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا کہ درحقیقت یہ خدا کا کلام اور ربّ العالمین کی کتاب ہے۔ اور جو شخص اِس مضمون کو اوّل سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب میں سُنے گا مَیں یقین کرتا ہُوں کہ ایک نیا ایمان اُس میں پیدا ہوگا۔ اور ایک نیا نور اُس میں چمک اُٹھے گا۔ اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اُسکے ہاتھ آجائے گی۔ یہ میری تقریر انسانی فضولیوں سے پاک اور لاف وگزاف کے داغ سے منزّہ ہے۔ مجھے اِس وقت محض بنی آدم کی ہمدردی نے اِس اشتہار کے لکھنے کے لئے مجبور کیا ہے کہ تا وہ قرآن شریف کے حُسن وجمال کا مشاہدہ کریں اور دیکھیں کہ ہمارے مخالفوں کا کس قدر ظلم ہے کہ وہ تاریکی سے محبت کرتے اور نور سے نفرت رکھتے ہیں۔ مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وُہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو دُوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اوّل سے آخر تک سُنیں شرمندہ ہو جائیں گی۔ اور ہرگز قادر نہیں ہوں گی کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھلا سکیں۔ خواہ وہ عیسائی ہوں خواہ آریہ، خواہ سناتن دھرم والے یا کوئی اور۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اس روز اس پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو۔ مَیں نے عالمِ کشف میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اس کے چھُونے سے اس محل میں سے ایک نور ساطع نکلا جو اردگرد پھیل گیا۔ اور میرے ہاتھوں پر بھی اس کی روشنی ہوئی تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا۔ وُہ بلند آواز سے بولا اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس محل سے میرا دل مُراد ہے جو جائے نزول وحلول انوار ہے۔ اور وُہ نور قرآنی معارف ہیں اور خیبر سے مُراد تمام خراب مذہب ہیں جن میں شرک اور باطل کی ملونی ہے۔ اور انسان کو خدا کی جگہ دی گئی۔ یا خدا کی صفات کو اپنے کامل محل سے نیچے گرا دیا ہے۔ سو مجھے جتلایا گیا کہ اِس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھُوٹے مذہبوں کا جھُوٹ کھل جائے گا اور قرآنی سچائی دِن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پُورا کرے۔ پھر اس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے یہ الہام ہُوا اِنَّ اللّٰهَ مَعَكَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْمُ اَيْنَمَا قُمْتَ یعنی خدا تیرے ساتھ ہے اور خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔ یہ حمایتِ الٰہی کے لئے ایک استعارہ ہے۔ اب مَیں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ ہر ایک کو یہی اطلاع دیتا ہُوں کہ اپنا اپنا حرج بھی کر کے اِن معارف کے سُننے کے لئے ضرور بمقام لاہور تاریخ جلسہ پر آویں کہ اُن کی عقل و ایمان کو اِس سے وہ فائدے حاصل ہوں گے کہ وہ گمان نہیں کر سکتے ہونگے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ؂

خاکسار

غلام احمدؐ از قادیان

۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء

[1] سوامی شوگن چندر صاحب نے اپنے اشتہار میں مسلمانوں اور عیسائی صاحبان اور آریہ صاحبوں کو قسم دی تھی کہ اُن کے نامی علماء اِس جلسہ میں اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں ضرور بیان فرماویں۔ سو ہم سوامی صاحب کو اطلاع دیتے ہیں کہ ہم اس بزرگ قسم کی عزّت کے لئے آپ کے منشا کو پُورا کرنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ اور انشاء اللہ ہمارا مضمون آپ کے جلسہ میں پڑھا جائے گا۔ اسلام وہ مذہب ہے جو خدا کا نام درمیان آنے سے سچے مُسلمان کو کامل اطاعت کی ہدایت فرماتا ہے۔ لیکن اب ہم دیکھیں گے کہ آپ کے بھائی آریوں اور پادری صاحبوں کو اپنے پرمیشر یا یسوع کی عزّت کا کس قدر پاس ہے۔ اور وہ ایسے عظیم الشان قدّوس کے نام پر حاضر ہونے کے لئے مستعد ہیں یا نہیں ؂

شبیہ مُبارک سیّدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام
ولادت ۱۸۳۵ء — دعویٰ مسیحیت ۱۸۹۱ء — وصال ۱۹۰۸ء

"اگر اس جلسے میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے رُوبرو ذِلّت و ندامت کا قشقہ لگتا۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اِسلام کو گرنے سے بچا لیا۔ بلکہ اُس کو اِس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی کہ موافقین تو موافقین مخالفین بھی سچے فطرتی جوش سے کہہ اُٹھے کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے بالا ہے۔"

(اخبار جنرل وگوہر آصفی کلکتہ ۲۴ جنوری ۱۸۹۷ء)

شبیہ مُبارک حضرت حافظ حاجی حکیم مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ صدر وموڈریٹر جلسہ اعظم مذاہب لاہور (آپؓ کا مضمون اندر ملاحظہ فرمائیں)

تصویر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ۔ آپؓ نے حضور علیہ السلام کا مضمون جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں سُنایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا۔

"اُس روز ہماری جماعت کے بہادر سپاہی اور اسلام کے معزّز رُکن حِبّی فی اللہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے مضمون کے پڑھنے میں وہ بلاغت وفصاحت دِکھلائی کہ گویا ہر لفظ میں اُن کو رُوح القدس مدد دے رہا تھا۔"

(انجامِ آتھم رُوحانی خزائن ص۳۱۶ مطبوعہ لندن)

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔ اے۔ پرنٹر وپبلشر نے فضلِ عُمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر:- نگران بورڈ بدر قادیان ؂

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۱۹/۲۶ فتح ۱۳۷۵ ہش

حیرت انگیز غلبہ!

جماعتِ احمدیہ اپنی تاریخ کے ایک عجیب حیرت انگیز دَور سے گذر رہی ہے. جس طرح آج سے ٹھیک سَو سال قبل ۱۸۹۶ء میں سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مضمون اِلٰہی بشارتوں کے مطابق جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں سُنائے جانے والے باقی تمام مذاہب کے مضامین کے مقابلہ میں غالب رہا۔ یہاں تک کہ دیگر دو مُسلم نمائندگان مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے مضامین بھی اِس قابل نہ تھے کہ دُنیا اُن سے متأثر ہو کر اِستفادہ کرسکتی۔ بالکل اسی طرح آج سَو سال کے بعد صرف اور صرف جماعتِ احمدیہ کے موجودہ خلیفہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرّابع ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے بیان فرمُودہ پُر معارف مضامین ہی دیگر مذاہب کے لیڈروں اور مُسلمان عُلماء کے مقابلہ میں اس قدر عظیم تر اور غالب تر ہیں کہ ایک دُنیا ان کی معترف ہوچکی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے قرآن مجید کی جو پُر مغز و پُر معارف تفسیر آپ بیان فرماتے ہیں، احادیث کے جو حسین مطالب آپ ظاہر فرماتے ہیں اور پھر اس کے ساتھ ساتھ جس رنگ میں جدید سائنسی ایجادات و اکتشافات کے حوالہ سے آپ اِسلام کے پُر رونق و پُر روشن تعلیمات کو پیش فرماتے ہیں، وُہ بس آپ ہی کا خاصّہ ہے۔

پھر ۱۹۹۶ء میں جماعتِ احمدیہ کے غلبہ کی ایک شان اللہ تعالےٰ نے اِس طرح پر ظاہر فرمائی کہ اِسلام کی حیات بخش تعلیمات کو نہ صرف حسین پیرایہ میں پیش کرنے کی توفیق مِل رہی ہے بلکہ تمام دُنیا میں ۲۴ گھنٹے اِس غالب اسلامی تعلیم کی اشاعت ہو رہی ہے۔ اس اعتبار سے ۱۹۹۶ء حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے بیان فرمودہ مضمون کے دُہرے غلبہ کا سال ہے۔ یعنی مضمون کے لحاظ سے بھی غلبہ اور اب اس کی اشاعت کے لحاظ سے بھی غلبہ۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہِ العزیز نے گذشتہ سال کے اپنے ایک خطبہ جُمعہ میں فرمایا تھا کہ ۱۹۸۲ء سے لے کر ۲۰۰۸ تک کا آنے والا دَور سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے آج سے ٹھیک سَو سال قبل کے مبارک دَور کا ایک عکس ہے۔ اس اعتبار سے جس طرح ۱۸۸۹ء سے ۱۹۰۸ء تک کے دَور میں اللہ تعالےٰ نے اپنے بے شمار افضال و انعامات نازل فرمائے، اِس دَور میں بھی عنایاتِ الٰہیّہ کی مُوسلا دھار بارش ہورہی ہے۔ پس جس طرح آج سے سَو سال قبل سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السّلام کا مضمون سب کے مقابل پر بالا رہا اور سب مقرّرین کی نسبت زیادہ سُنا گیا ٹھیک اسی طرح آج سیّدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرّابع ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہِ العزیز کے بیان فرمُودہ بصیرت افروز پُر معارف مضامین اَوروں سے نہ صرف افضل و برتر ہیں بلکہ دُنیا کے تمام مذاہب کے مقابلہ میں زیادہ سُنے جا رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی حسین تعلیمات آج صرف اور صرف جماعتِ احمدیہ کے ذریعہ تمام دُنیا میں پھیل رہی ہیں۔ ۲۴ گھنٹے میں دُنیا کا کوئی خِطّہ ایسا نہیں جہاں قرآنِ مجید کے شیریں و حیات بخش کلماتِ طیّبات، احادیث کے فرمودات مُسلم ٹیلی ویژن احمدیہ پر حضرت امیر المومنین کے سحر انگیز خطابات کے ذریعہ نہیں پہنچائے جا رہے۔ تمام ممالک، تمام شجر و حجر، دریا و صحراء، کوہسار و آبشار اور مغربی و مشرقی یہ گواہی دینے پر مجبور ہیں کہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان فرمُودہ اِسلامی مضامین کو ہی کامل غلبہ حاصِل ہے۔ اِس اِعتبار سے قرآنِ مجید کی بیان فرمُودہ یہ پیشگوئی کہ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ (التوبہ) وہی ذات ہے جس نے اپنے رسُول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ تمام ادیان پر اس کو غالب کرے، نہایت شان سے حضرت امام مہدی علیہ السّلام کے وجودِ باجُود سے پُوری ہو چکی ہے۔ مفسّرین نے واضح طور پر فرما دیا تھا کہ یہ غلبہٗ کاملہ امام مہدی علیہ السّلام کے دَور میں مقدّر ہے۔ اور اگر کوئی چشمِ بینا رکھتا ہے تو واضح طَور پر دیکھ سکتا ہے کہ آج یہ غلبہ اپنی کمیّت و کیفیت کے اعتبار سے حضرت امام مہدی علیہ السلام اور آپ کی جماعت کو حاصِل ہو چُکا ہے۔

حضرت یحیٰی بن عقبؒ نے اپنے ایک قصیدہ میں (جس کے بعض مضامین آپؑ کے الہام پر مشتمل ہیں) فرمایا تھا ؎

وَیَأْتِیْ بِالْبَرَاهِیْنِ اللَّوَاتِیْ تُسَلِّمُهَا الْبَرِیَّةُ بِالْكَمَالِ!

(شمس المعارف الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۳۴۰ مؤلفہ شیخ احمد البونی المتوفی ۶۳۳ھ)

اخبارِ احمدیہ

لنڈن۔ ۶ دسمبر (ایم۔ٹی۔اے)۔ سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرّابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہیں۔ حضور انور نے آج مسجد فضل لنڈن میں خاندانی تعلقات میں اصلاح پر نہایت ایمان افروز انداز میں روشنی ڈالی۔

احبابِ جماعت حضور انور کی صحت و سلامتی، درازیٔ عُمر، مقاصدِ عالیہ میں معجزانہ کامیابی اور خصُوصی حفاظت کے لئے دردِ دل سے دعائیں جاری رکھیں۔

یعنی مہدی معہود علیہ السلام، اسلام کی صداقت کے ایسے دلائل پیش کریں گے جن کو اُن کے کمالات کے باعث خلقت تسلیم کرے گی

اور الحمدُ لِلّٰہ کہ آج نہ صرف خلقِ خدا ان کو تسلیم کرنے پر مجبُور ہے بلکہ مخالف علماء من و عن اپنی کتب میں نقل کر رہے ہیں۔

اِس تمہید کے بعد عرض ہے کہ اِمسال کے خصُوصی شمارہ کو ہم سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس مبارک مضمون کی یاد میں ترتیب دے رہے ہیں جس کے متعلق الہامِ الٰہی تھا کہ :-

" یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وُہ نُور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اوّل سے آخر تک سُنیں، شرمندہ ہو جائیں گی۔ اور ہرگز قادر نہیں ہوں گی کہ اپنی کتابوں سے وہ کمال دِکھلاسکیں۔"

(اشتہار ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء)

علم و حکمت کے خوبصورت موتیوں سے پرویا ہُوا یہ مضمون "اِسلامی اُصول کی فلاسفی" کے نام سے اب تک دُنیا کی کئی معروف زبانوں میں شائع کیا جا چکا ہے۔ اِس کتاب اور جلسۂ اعظم مذاہب کے متعلق معلوماتی مضامین کے علاوہ ہم نے کوشش کی ہے کہ آج کے معروف مذاہب کے لیڈروں کے اُن اصل مضامین کے عکس کو بھی اِس شمارہ میں شامل کریں جو اُنہوں نے جلسۂ اعظم مذاہب میں پڑھ کر سُنائے تھے۔ اور بعد میں جلسۂ مذکورہ کی انتظامیہ کی جانب سے شائع کی جانے والی رپورٹ میں مِن وعن درج کئے گئے تھے۔ چونکہ یہ اوّلین نسخہ آج سے سَو سال قبل کا شائع شُدہ ہے۔ اس اعتبار سے اگر کسی جگہ سے اس کا عکس مدھم آئے تو ہم معذرت خواہ ہیں۔ اِس عکس کی اشاعت سے ہمارا مقصد یہی ہے کہ تا قارئین مختلف مذاہب کے مضامین کا "اِسلامی اُصول کی فلاسفی" سے موازنہ کرسکیں۔ جہاں تک "اِسلامی اُصول کی فلاسفی" کا تعلق ہے تو یہ کتاب ہر طالبِ حق کو مُہیّا ہو سکتی ہے۔ اِس لئے اُسے اِس شمارہ میں شائع نہیں کیا گیا۔

قارئینِ کرام! اسلامی اُصول کی فلاسفی کے مقابلہ میں باقی مضامین کا بغور مطالعہ فرمائیں اور الہامِ الٰہی

"یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا"

کی روزِ روشن کی طرح چمکتی ہوئی صداقت کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔۔۔!!

(مُنیر احمد خادم)

بقیہ صفحہ (۳)

ان کو ذلیل کیا۔ کیا یہ وہی الہام نہیں "کہ میں تیری اہانت کرنیوالوں کی اہانت کروں گا" اس جلسہ اعظم میں ایسے شخص کو کیوں عزّت دی گئی جو مولویوں کی نظر میں ایک کافر مرتد ہے۔ کیا کوئی مولوی اس کا جواب دے سکتا ہے۔

پھر علاوہ اس عزّت کے جو مضمون کی خُوبی کی وجہ سے عطا ہوئی۔ اسی روز وہ پیشگوئی بھی پُوری ہوئی جو اس مضمون کے بارے میں پہلے سے شائع کی گئی تھی۔ یعنی یہ کہ

یہی مضمون سب مضمونوں پر غالب آئیگا

اور وہ اشتہارات تمام مخالفوں کی طرف جلسہ سے پہلے روانہ کئے گئے تھے۔ شیخ محمد حسین بطالوی اور مولوی احمد اللہ اور ثناء اللہ وغیرہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ سو اس روز وہ الہام بھی پُورا ہُوا اور شہر لاہور میں دھوم مچگئی کہ نہ صرف مضمون اس شان کا نکلا جس سے اسلام کی فتح ہوئی بلکہ ایک اِلہامی پیشگوئی بھی پُوری ہوگئی۔

اس روز ہماری جماعت کے بہادر سپاہی اور اسلام کے معزز رکن حبّی فی اللہ **مولوی عبد الکریم صاحب** سیالکوٹی نے مضمون کے پڑھنے میں وہ بلاغت فصاحت دِکھلائی کہ گویا ہر لفظ میں اُن کو رُوح القدس مدد دے رہا تھا۔

(انجامِ آتھم صفحہ ۳۱۶)

یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے!

ارشادِ باری تعالےٰ

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝

(الصّف : ۱۰)

ترجمہ: وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے خواہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

(الجمعہ :)

ترجمہ: وہی خدا ہے جس نے اَن پڑھ قوم کی طرف انہی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا جو ان کو خدا کے احکام سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے گو وہ اس سے پہلے بڑی بھول میں تھے

اور ان کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی وہ اسے بھیجے گا جو ابھی تک ان سے نہیں ملی اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ارشادِ نبوی (صلے اللہ علیہ وسلم)

★ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيَفِيْضُ الْمَالَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قریب ہے کہ ابن مریم تم میں نازل ہوں عادل حکم ہو کر وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر (مقتول) کو مار ڈالیں گے اور جزیہ موقوف کریں گے اور مال (یعنی علم روحانی) بہائیں گے۔

★ اِنَّ الْعِلْمَ بِكِتٰبِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَسُنَّةِ نَبِيِّهٖ لَيَنْبُتُ فِيْ مَهْدِيِّنَا كَمَا يَنْبُتُ الزَّرْعُ عَلٰى اَحْسَنِ نَبَاتِهٖ

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہمارے مہدی کے دل میں ایسے اُگتا چلا جائے گا جیسے کہ خوبصورت کھیتی اُگتی ہے۔

کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی
سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک الفاظ میں

۲۲۳ نشان۔ ایک دفعہ ایک ہندو صاحب قادیان میں میرے پاس آئے جن کا نام یاد نہیں رہا۔+ اور کہا کہ میں ایک مذہبی جلسہ کرنا چاہتا ہوں آپ بھی اپنے مذہب کی خوبیوں کے متعلق کچھ مضمون لکھیں تا اس جلسہ میں پڑھا جائے۔ میں نے عذر کیا پر اُس نے بہت اصرار سے کہا کہ آپ ضرور لکھیں۔ چونکہ میں جانتا ہوں کہ میں اپنی ذاتی طاقت سے کچھ بھی نہیں کرسکتا بلکہ مجھ میں کوئی طاقت نہیں۔ میں بغیر خدا کے بلائے بول نہیں سکتا اور بغیر اس کے دکھلانے کے کچھ دیکھ نہیں سکتا اس لئے میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ وہ مجھے ایسے مضمون کا القا کرے جو اس مجمع کی تمام تقریروں پر غالب رہے۔ میں نے دعا کے بعد دیکھا کہ ایک قوت میرے اندر پھونک دی گئی ہے۔ میں نے اس آسمانی قوت کی ایک حرکت اپنے اندر محسوس کی اور میرے دوست جو اسوقت حاضر تھے جانتے ہیں کہ میں نے اس مضمون کا کوئی مسودہ نہیں لکھا جو کچھ لکھا صرف قلم برداشتہ لکھا تھا اور ایسی تیزی اور جلدی سے میں لکھتا جاتا تھا کہ نقل کرنیوالے کیلئے مشکل ہو گیا کہ اس قدر جلدی اسکی نقل لکھے۔ جب میں مضمون ختم کر چکا تو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ مضمون بالا رہا۔ خلاصہ کلام یہ کہ جب وہ مضمون اس مجمع میں پڑھا گیا تو اس کے پڑھنے کے وقت سامعین کے لئے ایک عالم وجد تھا۔ اور ہر ایک طرف سے تحسین کی آواز تھی۔ یہاں تک کہ ایک ہندو صاحب جو صدر نشین اس مجمع کے تھے اُن کے منہ سے بھی بے اختیار نکل گیا کہ یہ مضمون※ تمام مضامین سے بالا رہا۔ اور سول اینڈ ملٹری گزٹ جو لاہور سے انگریزی میں ایک اخبار نکلتا ہے اُس نے بھی شہادت کے طور پر شائع کیا کہ یہ مضمون بالا رہا۔ اور شاید بیس۲۰ کے قریب ایسے اردو اخبار بھی ہونگے جنہوں نے یہی شہادت دی اور اس مجمع میں بجز بعض متعصب لوگوں کے تمام زبانوں پر یہی تھا کہ یہی مضمون فتحیاب ہوا اور آج تک صدہا آدمی ایسے موجود ہیں جو یہی گواہی دے رہے ہیں۔ غرض ہر ایک فرقہ کی شہادت اور نیز انگریزی اخباروں کی شہادت سے میری پیشگوئی پوری ہو گئی کہ مضمون بالا رہا۔ یہ مقابلہ اُس مقابلہ کی مانند تھا جو موسیٰ نبی کو ساحروں کے ساتھ کرنا پڑا تھا۔ کیونکہ اس مجمع میں مختلف خیالات کے آدمیوں نے اپنے اپنے مذہب کے متعلق تقریریں سنائی تھیں جن میں سے بعض عیسائی تھے اور بعض سناتن دھرم کے ہندو اور بعض آریہ سماج کے ہندو اور بعض برہمو اور بعض سکھ اور بعض ہمارے مخالف مسلمان تھے اور سب نے اپنی اپنی لاٹھیوں کے خیالی سانپ بنائے تھے لیکن جبکہ خدا نے میرے ہاتھ سے اسلامی راستی کا عصا ایک پاک اور پُر معارف تقریر کے پیرایہ میں اُن کے مقابل پر چھوڑا تو وہ اژدہا بنکر سب کو نگل گیا اور آج تک قوم میں میری اس تقریر کا تعریف کے ساتھ چرچا ہے جو میرے مُنہ سے نکلی تھی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹۱ - ۲۹۲)

(۲)

دسواں امر جو عبد الحق کے مباہلہ کے بعد میری عزت کا موجب ہوا جلسہ مذاہب لاہور ہے اس جلسہ کے بارے میں مجھے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں جس رنگ اور نورانیت کی قبولیت میرے مضمون کے پڑھنے میں پیدا ہوئی اور جس طرح دلی جوش سے لوگوں نے مجھے اور میرے مضمون کو عظمت کی نگاہ سے دیکھا۔ کچھ ضرورت نہیں کہ میں اس کی تفصیل کروں۔ بہت سی گواہیاں اس بات پر سن چکے ہو کہ اس مضمون کا جلسہ مذاہب پر ایسا فوق العادت اثر ہوا تھا کہ گویا ملائک آسمان سے نُور کے طبق لے کر حاضر ہو گئے تھے ہر ایک دل اس کی طرف ایسا کھینچا گیا تھا کہ گویا ایک دستِ غیب اس کو کشاں کشاں عالم وجد کی طرف لے جا رہا ہے۔ جب لوگ بے اختیار بول اُٹھے تھے کہ اگر یہ مضمون نہ ہوتا تو آج بباعث محمد حسین وغیرہ کے اسلام کو سبکی اُٹھانی پڑتی۔ ہر ایک پکارتا تھا کہ آج اسلام کی فتح ہوئی مگر سوچو کہ کیا یہ فتح ایک دجال کے مضمون سے ہوئی پھر میں کہتا ہوں کہ کیا ایک کافر کے بیان میں یہ حلاوت اور یہ برکت اور یہ تاثیر ڈال دی گئی وہ جو مومن کہلاتے تھے اور اٹھ ہزار مسلمان کو کافر کہتے تھے جیسے محمد حسین ہٹا دی۔ خدا نے اس جلسہ میں کیوں

(باقی صـ۲ پر دیکھئے)

※ حاشیہ کالم نمبر ایک میں دیکھئے۔

+ یاد آیا اس کا نام سوامی شوگن چندر تھا۔ منہ ※ اس جلسہ کا نام دھرم مہوتسو جلسہ اعظم مذاہب مشہور کیا گیا تھا۔ منہ

※ مضمون چونکہ پانچ سوالات مشہورہ کے ہر ایک پہلو کے متعلق تھا اس لئے اس کے پڑھنے کے لئے مقررہ وقت کافی نہ تھا لہذا تمام حاضرین کے انشراح صدر سے درخواست کرنے پر اُس کے پڑھنے کے لئے ایک دن اور بڑھایا گیا یہ بھی عام قبولیت کا نشان ہے۔ منہ ※

جلسہ اعظم مذاہب میں

حضرت حافظ حاجی حکیم مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کی صدارتی واختتامی تقاریر

حضرت مولانا نورالدین (خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ) نے ۲۷ر دسمبر ۱۸۹۶ء کو پہلے اجلاس کی صدارت فرمائی اور بحیثیت موڈریٹر جلسہ اعظم مذاہب لاہور ۲۹ر دسمبر کو اختتامی تقریر فرمائی۔

ہر دو موقعہ کی تقاریر ذیل میں درج کی جارہی ہیں۔

ادارہ

تقریر حکیم مولوی نورالدین صاحب بھیروی میر مجلس

خدا تعالیٰ کی مہربانی اور اسکا فضل اور اسکی ربوبیت عامہ اور اسکا وہ فضل جو خاص خاص بندوں پر ہوتا ہے اگر انسان کے شامل حال نہ رہے تو اوسکا وجود کب رہ سکتا ہے۔ منجملہ اوسکی مہربانیوں کے جو ہمپر آجکل عطا فرمائی ہیں علم کے حاصل کرنے کے ذریعے اور اسکے مخازن ہیں جو عطا کیے ہیں۔ کاغذ کا افراط سے بننا مطبعوں کا جاری ہونا۔ پوسٹ آفسوں کی وہ ترقی کہ نہایت ہی کم خرچ پر ہم اپنے خیالات کو دور دراز ممالک میں پہونچا سکتے ہیں۔ پہر تار کا عمدہ انتظام۔ ریل اور جہاز کے ذریعہ سفر میں آسانی یہ تمام انعام الٰہی ہیں اگر انسان اسکا شکر ادا نہیں کرتا تو وہ ضرور عذاب میں گرفتار ہوگا۔ لیکن جو شکر کرتا ہے خدا اوس پر بڑھتی کرتا ہے۔ مینے اپنے ابتدائی زمانہ میں دیکھا ہے جو کتابیں ہمیں مشکل سے ملتی تہیں بلکہ جن کے دکھانے میں تامل اور مضائقہ ہوتا تہا۔ تہوڑے زمانہ سے دیکھتے ہیں کہ قسطنطنیہ کی عمدہ عمدہ کتابیں۔ اور ایسا ہی الجزائر مراکش۔ ٹیونس طرابلس اور مصر سے آسانی کے ساتہ گہر بیٹھے پہونچتی ہیں ہر ایک شخص کو واجب ہے کہ امن امن کے زمانہ میں اس نعمت الٰہی سے بڑا فائدہ حاصل کرے۔ مذہب میرے نزدیک ایسی چیز ہے کہ کوئی آدمی دنیا میں بغیر قانون کے زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ گورنمنٹ کے قانون کی منشا حقوق کی حفاظت ہے لیکن ان قانونوں پر عمل درآمد کرنے کے لیے جو جو حدود باندہے گئے ہیں وہ اس قسم کے ہیں کہ اون سے ممکن ہے جرائم کا انسداد ہو لیکن محرکات جرائم کو روکنا انکے احاطہ سے باہر ہے مثلاً یہ تو ممکن ہے کہ اگر کوئی شخص زنا بالجبر کا مرتکب ہو [illegible] سزا دی لیکن بدنظری سے بدصحبتوں سے بدخو شخصوں سے جو انسان میں پیدا ہوکر اوس سے طرح طرح کے جرائم کراتی ہیں اسکا انسداد قانون گورنمنٹ سے باہر ہے۔ گورنمنٹ کا قانون [illegible] نہیں روک سکتا۔ ایسا قانون مذہب ہے۔ جو ان امور سے ہمکو روکتا ہے ہمارے بعض افعال سے جو ناراض ہوتا ہے۔ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَ یعنے مومن اور فاسق ایک جیسے نہیں اپنے معتقدات اور اعمال کے لحاظ سے وہ ایک دوسرے کے مساوی نہیں ایسے ہی انکے اعمال یکساں نتائج مرتب نہیں کرتے یہہ ایک مذہب کا ہی قانون ہے جس نے فاسق کو ان امور کے لیے بہی مجرم ٹہرا کر اسے اونکے ارتکاب سے روکا ہے جنکا انسداد گورنمنٹ کے قانون سے باہر ہے چنانچہ بعض ایسی سیہ کاریاں بہی ہیں جو اگرچہ عقلاً نقلاً بُری نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں اور اہالیان گورنمنٹ اور ایسے ہی سوسائٹی کے دیگر افراد اوسی کامل بداخلاقی سمجھتے ہیں لیکن نہ تو بذات خود گورنمنٹ بحیثیت گورنمنٹ اور نہ افراد سوسائٹی کوئی حکمی انسداد اوسکی بند کرنے کا اپنے پاس رکھتے ہیں مثلاً شراب خواری یا عیاشی جس میں مع یقین رضامندی ہو تو ایسے جرائم اور سیہ کاریوں کی انسداد کے لیے اگر کوئی قانون مفید ہوسکتا ہے تو وہ صرف مذہب کا ہی قانون ہے جو نہ صرف ایسے جرائم کو ہی روکتا ہے۔ بلکہ اُن خیالات اور خطرات نفس پر بہی اسکی حکومت ہے جو ان جرائم اور کج اخلاقیوں کے محرک ہوتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب انسان مدنی بالطبع ہونیکی صورت میں ایک قانون کا طبعًا اور مجبورًا محتاج ہے تو وہ قانون صرف شریعت الٰہی جس میں سیاست مدن کی تکمیل کما حقہ ہوسکتی ہے اور یہی شریعت اصلاح انسانی کے لیے اپنے اندر وہ طاقت رکہتی ہے اور اسی شریعت کو انسانی طبیعت پر اسقدر غلبہ ہے جو کسی گورنمنٹ کی قانون کو خواہ اسمیں کیسی ہی جابرانہ طاقت کیوں نہ ہو نصیب نہیں۔ لہذا مذہب ہی انسان کو دلچسپی پیدا کرنا گورنمنٹ کے قوانین امن کی حفاظت کی ضرورت سے ہے نہیں بلکہ صدمات سے محفوظ رکہنے کا پہلا باعث ہے۔ اس ضروری چیز کے لیے فکر چاہیے فکر ہے تو ضرورتوں کے موافق سامان بنجاتا ہے۔ اسوقت جب ہمیں طرح طرح کے سامان خدا تعالیٰ نے مہیا کردیے ہیں تو یہ گویا خدا تعالیٰ کی ناشکری ہوگی اگر ہم ان خدا کی عطا کردہ نعمتوں سے فائدہ اٹہاکر اُن قوانین پر غور نہ کریں جو خدا کی طرف سے مذہب نے مرتب کرکے ہماری اعمال اور افعال کو انکے ماتحت کیا اس لیے نہایت ضروری ہے کہ ہم مذہب کی نگاہبانی کریں اور یہ جلسہ اسیلئے قائم کیا گیا ہے۔ اسیلئے میرے دل سے یہی دعا ہے کہ جس طرح کل کا دن امن وآرام سے گذرا ویسے ہی آجکا دن بہی گذرے اور غالباً مولوی ثناءاللہ صاحب جو امرتسر کے ایک ہونہار نوجوان ہیں۔ اپنے ابتدائی خیالات سے آپ کو خوش کریں گے۔

تقریر خاتمہ

عالیجناب فیض انتساب حکیم مولوی نورالدین صاحب بھیروی طبیب شاہی ماڈریٹر

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (امابعد) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ يُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ۔

صاحبان اس جلسہ کی ضرورت اور اسکی خوبی پہر حسن وخوبی اور کامل امن وامان کے ساتہ یہ جلسہ ختم ہوا ہے اسکا بیان میرا منشا نہیں۔ کیونکہ ضرورت کا بیان ابتدا جلسہ میں مناسب اور اسکی خوبی کا تذکرہ جلسہ کی بسم اللہ میں پسندیدہ ہے اور امن وامان کا بیان وہ محتاج بیان نہیں کیونکہ عیاں را چہ بیان۔ صاحبان اس جلسہ کے اغراض پر میں ریویو کرنے کو کھڑا نہیں ہوا کیونکہ اول تو ریویو کرنا اغراض جلسہ [illegible] دوم میرے جیسے انسان کا یہ کام نہیں سوم اسکام کے لیے بہت بڑے اوقات اور توجہات اور افکار وعاید کی ضرورت ہے۔

صاحبان [illegible] اس وقت میں آخری تقریر کرنے کے لیے ماسور کیا گیا ہوں میں کہ تم تحیان تہا گیا یہاں گذرد ہو [illegible] سب ہی دل میں آگیا کہ قرآن کریم کا فاتحہ جلسہ کے خاتمہ پر سنادوں۔ قرآن شریف کتب سماوی کی خاتم اور اسکی یہ سورہ [illegible] ہو کر یہ جلسہ قرآن کریم کی خاتم ہے اسیلیے اس سورہ کو بڑی مناسبت ہوگی صاحبان۔ آپ تعجب کرینگے کہ اس سورۂ شریف میں کسی خاص مذہب پر کوئی خصوصیت سے حملہ نہیں جیسے اس پاک کتاب کی ابتدائی سورۃ سورہ فاتحہ میں ایسی تعلیم اور دعا ہے جو سماوی اور اخلاقی مذاہب میں کسی مذہب کے نزدیک نہیں۔ صاحبان۔ میںنے سورہ کے پہلے ایک عربی کا ایسا فقرہ پڑہا ہے جسکو اسلام کا اصل اصول یقین کرنا چاہیے یعنے کلمہ طیبہ جس کے معنے یہ ہیں کہ کوئی ایسی چیز جسے ہمکو کامل محبت۔ کامل تعلق۔ جو کامل مطلوب۔ غایۃ مقصود ہو۔ اور معبود ہو اللہ تعالیٰ کے سوا نہیں۔ دنیا میں جسقدر سماوی مذہب آئے سب یہی تعلیم لائے مگر ہادیوں اور اس راہ کے دکہانے والوں کی اتباع نے آخر ان توحید کے سکہانے والوں۔ سچا راہ دکہانیوالوں کو۔ اللہ بنالیا۔ مخلوق کو معبود بلکہ ان ہادیوں کو ہی خدا مان بیٹہے ان ہی سے کامل محبت۔ کامل تعلق انہیں کو کامل مطلوب اور غایۃ مقصود قرار دیا اسواسطے خاتم الانبیاء نے اپنی عبودیت کے اقرار کو اس کلمہ کا لازمی جزو قرار دیدیا تاکہ امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پہر شرک میں گرفتار نہ ہو۔ کیونکہ جب ہادی کامل کی عبودیت کو ہر وقت توحید کے ساتہ یاد رکہینگے تو کسی اور کو کیوں معبود بنانے لگے مسلمان لوگ اسیواسطے علی العموم اسطرح شرک میں گرفتار نہیں جسطرح کہ اور اقوام سوا اس کلمہ کے پڑہنے سے ایک سچا اپنا کامل مقصود۔ اپنا کامل محبوب۔ اپنا کامل مطلوب اپنی حاجت ایک ذات کو ٹہیراتا ہے جسے اللہ کہتے ہیں اور تمام شکریہ کا ہم اس مقصد تقریریں مختلف مذہب کیطرف سے جلسہ میں ہوئیں اور انہوں نے بہی اس مطلوب حقیقی کی ہمالی کرجسکی لسان میں الاالاالاسماء یا ہوتا [illegible] بیان کرکے [illegible]

صاحبان اس کلمہ کے بعد اب میں اس سورہ کے متعلق کچہ عرض کرتا ہوں جسکو میں نے پڑہا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ مَلِكِ النَّاسِ۔ اِلٰهِ النَّاسِ۔ اس سورہ شریف کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے تین نام ظاہر فرمائے ہیں۔ اور اس جلسہ کے پہلا سوال بہی ایسے ہی تین امور کا ذکر کرتا ہے کہ جنکا ذرا ذرا تعلق ان تین ناموں سے ہے وہ تین انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالت کا بیان ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ مَلِكِ النَّاسِ۔ اِلٰهِ النَّاسِ غور فرمایئے ابتدا میں انسان ایک جسم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا۔ اور یہ ہر انسان کا کچہ جیسا کہ پیٹ سے نکلتا ہے تو بجز اسکے کہ اسکو جسمانی ضرورتیں سب سے پہلے پیش آتی ہیں اور کن علوم کی اسکو ضرورت ہے؟ اور بالکل ظاہر ہے کہ اگر مولیٰ کریم رب العلمین ان کی ربوبیت نہ فرماوے۔ اور جو سب سے پہلے گو بیرار تشکا علم نہ بخشے۔ پہر جسم کی بالیدگی اس غذا پر ضرف کریں پہر شیر اون پر یا اون پہیٹوں میں جن سے جو کر جو [illegible] نشوونما کا کیا ہوتا؟ اسیطرح جسمانی نشوونما میں ان کی حیاتیوں اور حیوانات کی مدد دودہ [illegible] اور لوئیں تو لو [illegible] انسان کی نسبت کسی کامیابی کی کیا امید ہوسکتی ہے۔ اسیطرح جو روشنی اور ہوا ہیں عمدہ طور پر اسے نہ پہونچیں تو انسان کی حال بری کیونکر ممکن ہے۔

صاحبان انسان کی اسحالت پر نظر کرو جو اسکو ابتدائی حالت میں لاحق ہیں۔ اور ہر انسان اس کمال و استعداد پر نظر کرو جو ہر [illegible] وہ اپنے دائرہ کمال کی تکمیل کرتا ہے۔ اور پہر انصاف سے دیکہو کہ یہ تمام سامان کمالات جسمانیہ اپنے حصول کے لیے کس نے عطا فرمائے۔ تو آپ یقین فرمینگے کہ ایک رب الناس جس نے اسکو ایک طرف جذب ہوا طیبہ کی طاقتیں عطا فرمائیں دوسری طرف ہوا طیبہ کا بے انت خزانہ مہیا فرمادیا چونکہ وہ ذات پاک طیب اور ہر ایک خبث و نجاست سے منزہ ہے انسان کے جسمانی حالات کی ترقی کے لیے بہی اُسنے کیسے کیسے اشیاء طیبہ مبارکہ پیدا کیں۔ جب انسان اپنی جسمانی حالت کی ایک حد تکمیل کرلیتا ہے۔ تو اسکی عمدہ پرورش کے بعد انسان کے اخلاق کا نشوونما ہوتا ہے۔ کبہی اسکو انواع واقسام کی خواہشیں پیدا ہوتی ہیں جیسے رنگا رنگ خوراک کے یہ قسم قسم کے غلے پہل۔ پانی۔ عرق شیر [illegible] جمع کرتا ہے پہننے کو حلے اور ایسا ہی گرمی سردی ہوا روشنی۔ بارش اور گرد وغبار سے بچنے کے لیے ایسا ہی محنت و ضروری علیحدہ عشرت۔ جنگ وغیرہ حالات مختلفہ کے لیے اسے مختلف اسباب مہیا کرنے پڑتے ہیں۔ اپنے آرام کی خاطر اسکو مکان بنانا پڑتا ہے جنہیں انسان کو گرمی۔ سردی۔ غبار۔ بارش کا لحاظ کرنا پڑتا ہے اپنے ضروریات کے واسطے مناسب کی چیزیں رکہنا چاہتا ہے قوائے شہوانی اور بقائے نسل کے خیال سے اسکو اپنے جوڑہ کی ضرورت پیش آتی ہے قوی غضبیہ کو بہی اسے جوش لانا پڑتا ہے جب وہ دیکہتا ہے کہ اس کے اغراض اور مطالب ضروریہ اور صحیحہ میں کوئی روک ڈالتا ہے۔ انسان اپنے مطالب جسمانیہ۔ اور اخلاقیہ۔ میں گاہے قوۃ استقلال و ہمت بلند کے ساتہ۔ شجاعت و بہادری سے ہی کام لینا پڑتا ہے۔ اور جب اسکے ہی نوع سے کوئی اس کا مقابلہ کرتا ہے اور اسکے اغراض و مطالب اور شہوات و بلند حوصلگی و کامیابی میں حملہ کرتا ہے۔ تو اسکو بادشاہوں اور حکام کی احتیاج پڑتی ہے۔ اور کبہی حکام میں سے اسکا محتاج رہے۔ حاکم۔ قوۃ عدل۔ انصاف۔ رحم و شفقت۔ غور وفکر سے کام نہیں لیتا۔ تو اسکی فطرۃ کو ایک ایسی عظیم الشان طاقت کیطرف جہکنا پڑتا ہے جو سب حکام کے حاکم اور سب بادشاہوں کے بادشاہ ہو اسکے حضور گڑ گڑاتا ہے۔ کہ میرے دشمنوں اور میرے ظالم حاکموں کا تو انصاف کر اور میرے مطالب مقاصد میں تو میرا انصاف فرما اس بادشاہ عظیم الشان کا نام ملک الناس ہے۔ نیز خود انسان کے لئے اگرچہ اکثر اوقات ایسے بادشاہ ہوتے ہیں۔ جو اسکو جرائم کے ارتکاب و امن کے خلاف ورزی پر سزا دیتے ہیں۔ مگر بعض جگہ اور بعض موقعوں پر یا تو حکام و بادشاہ موجود ہی نہیں ہوتے جیسے بعض مہذب بلاد میں بہی بعض وقت ایسا معاملہ پیش آجاتا ہے۔ اور بعض مکانات اور میدانوں پہاڑوں میں ایسا اتفاق ہوتا ہے۔ اور غیر مہذب بلاد میں تو اکثر ہی ایسے مواقع پیش آتے رہتے ہیں نیز ارتکاب جرم کیوقت اگر دنیوی حکام اور ناظم اگرچہ اپنے قوانین کے رو سے انسان کی اخلاقی حالت اور انسان کی تمدنی حالت پر اثر ڈال سکتے ہیں جیسے مینے دن پہلے سوال کیا تہا۔ مگر انسان کے ان اندرونی جوشوں پر جسکے باعث کوئی انسان جرم کے ارتکاب کرتا ہے بیکا ایسی زبردست طاقت کا اعتقاد انسان کے اخلاقی حالت کی اصلاح کے لئے ضروری ہے۔ جس کی نگرانی پر یقین انسان یہانتک پڑہا ہوا ہو کہ وہ انسان کے موجودہ یا آئندہ ارادوں کا علم رکہتا ہے اور وہ بہی بداخلاق کو سزا دیتا ہے اس کا نام اس سورۂ شریف میں ملک الناس ہے۔

کیا معنے وہ بادشاہ جو انسان کے قوی علمیہ اور عملیہ اور انسان علم وعمل اور انسان کرم اندریوں بلکہ گیان اندریوں پر حکمران ہے۔ پہر جسمانی اخلاقی دونوں حالتوں کی تکمیل کے بعد انسان کی روحانی حالت زور پکڑتی ہے اور ظاہر ہے۔ کہ جب انسان کا جسم کمال پر پہونچا اور ہر قسم کے تکالیف سے صحیح و تندرست ہوا۔ تو انسان کو اخلاق فاضلہ کی ضرورت ہے مگر جب جسم و اخلاق دونو کمال کو پہنچ جاوے تو اب اسکو ابدی اور لازوال آرام کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اگر بقا کی خواہش انسان کی فطرت و جبلت میں نہوتی تو علم طب کی یہ ترقی تم نہ دیکہتے۔ جو آج نظر آتی ہے اور مذاہب کی تحقیق پر کوئی جلسہ نہوتا۔ نیکی اور نیک چلنے کے اصول منضبط نہ ہوتے۔

معدح کی کامل محبت اور پورا پیار اور پوری چیز جس روح کو کامل طمانیت ہے اسکا نام ہے اسلام میں اَللّٰہ تمام تعلقات سے خواہ جسمانی ہوں خواہ اخلاقی اندرونی ہوں یا بیرونی جب انسان کو آرام نہیں ملتا۔ تو تمام خدشات کے لیے تراحت بخش ہے اسکا نام ہے اِلٰہِ النَّاسِ انسان کا اصل مطلب۔ انتہا غایۃ درجہ کا محبوب اور معبود۔

غرض انسان کے تینوں حالتوں۔ جسمانی۔ اخلاقی۔ روحانی میں۔ جو جسم کا مربی قوی کا مربی روح کا مربی ہے۔ اسکو اس سورہ میں رب الناس کہا ہے اور وہ ذات جسمانی۔ اخلاقی۔ روحانی اعمال و اقوال و اعتقادات

(باقی ملاحظہ فرمائیں صـ ۳۸ پر)

نظم

حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خسر محترم سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آپ نے یہ نظم جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں ۲۶ ردسمبر ۱۸۹۶ء کو پڑھ کر سنائی۔

سب حمد خدا کو ہے مسلم
ہر چیز کو جو کہ پالتا ہے
رحمن و رحیم جسکے ہیں نام
خالق ہے وہی وہی ہے مالک
دنیا کو اوسی نے ہے لبا یا
اجسام کو اس نے ہے بنایا
ہر ذرہ کیا ہے اوس نے پیدا
خود مخفی ہے شان اسکی ظاہر
آنکھوں سے نظر نہیں وہ آتا
پوشیدہ ہے گو جمال اُس کا
پوشیدہ نہیں ہے اسکی صنعت
دنیا و تمام اہل دنیا
اور اس سے کروڑ چند بڑھ کر
یہ سورج و چاند اور یہ افلاک
یہ کوہ و درخت اور تارے
ہے سب کا وہی بنانے والا
ہے ارض و سما کا وہی بانی
رزاق وہی وہی ہے قیوم
ہے وہ ہی مصوّر زمانہ
وہ چاہے جسے نہال کر دے
پر عدل سے ہے وہ کام کرتا
ہیں ظلم سے پاک اسکے سب کام
تدبیر ہر ایک وہ ہے کرتا
انداز سے کام ہو رہے ہیں
منکر بھی ہیں اسجگہ پہ مائل
کر سکتے نہیں وہ کچھ بچارے
تقدیر ہے جبکہ پیش آتی
رستم کا نہ زور پیش جاوی
آتے نہیں کام کچھ بھی اسباب
آتے نہیں کام فوج و لشکر
جب آتی ہے سر پہ موت کی فوج
جسوقت گلی میں جان آئی
سر پیٹتے ہیں طبیب اپنا
کوئی نہیں وقت ٹال سکتا
انسان ہے اس جگہہ پہ ناچار
اوسان نہ عقل کام آوے
علت کے لیے ہے کوئی معلول
اللہ ہی علت العلل ہے
بنتے کو بنا رہا وہی ہے
از خود نہیں گردش زمانہ

ہے ذات میں سب سے جو مقدم
اجسام میں جان ڈالتا ہے
روشن ہیں جہاں پہ جسکے سب کام
وہ باقی ہے اور سب ہیں ہالک
یہ باغ اسی نے ہے لگایا
روحوں کو وجود میں وہ لایا
اس نے کیا کل جہان ہویدا
ہیں اسکے ہزار ہا مظاہر
یہ قدرتیں سب کو ہے دکھاتا
ہر سو ہے عیاں جلال اسکا
ہے سب پہ محیط اسکی قدرت
قدرت کا ہے اسکے اک نمونا
گلزار کھلا ہے آسمان پر
یہ آب و ہوا و آتش و خاک
قدرت کے ہیں اسکے سب نظارے
ہر اک کو اسی نے ہے سنبھالا
اور کرتا ہے وہ ہی پاسبانی
ہو جائے جہان ورنہ معدوم
اور وہ ہی منوّر زمانہ
چاہے جسے پائمال کر دے
انصاف ہے صبح و شام کرتا
بیوجہ نہ قہر ہے نہ انعام
بے وقت نہیں ہے کوئی مرتا
سب اسکے غلام ہو رہے ہیں
جاتے نہیں پیش کچھ دلائل
ہے ورد و زبان بلے و آرے
تدبیر نہیں ہے پیش جاتی
قاروں کا نہ مال کام آوے
جب آتا ہے حکم رب الارباب
ہو جاتے ہیں پست شاہ کشور
اسوقت دکھاتی ہے عجب ہیچ
کام آتے نہیں ہیں باپ بھائی
منہ نوچتے ہیں غریب اپنا
اک دم بھی نہیں سنبھال سکتا
ہتیار ہیں اس جگہہ پہ بیکار
دم نکلے کو کون موڑ لاوے
یہ بات ہے کل جہاں میں مقبول
قبضے میں اسی کے سب کی کل ہے
مٹتے کو مٹا رہا وہی ہے
ہے پھیرتا اس کو وہ یگانہ

ہے واحد و لاشریک و قادر
گر ہوتے خدا جہاں میں دو تین
عالم میں بڑا فساد ہوتا
جب ہوتی خداؤں میں لڑائی
ہیں اسکے وجود پر دلائل
ایجاد کا چاہیے ہے موجد
کل چلتی نہیں بجز چلائے
خود کیونکہ ہے گردش زمانہ
از خود نہیں کوئی چیز بنتی
دنیا کا ہے بوجہہ کس کے اوپر؟
اس گولے کو کس نے یوں
کس طور بنا نظام عالم
عالم
اور سب کو ہے تلاش اسکی
گذرے ہیں کروڑ اسکے عاشق
جو راہ میں اسکے مر گئے ہیں
سچوں کی گواہیاں ہیں مقبول
مانے کوئی اسکو یا نہ مانے
مٹی سے ہمیں بنایا اس نے
اللہ نے ہمکو عقل بخشی
اس نے دیئے ہم کو ناک اور کان
انسان کی زبان اس نے کھولی
بخشے ہیں دل و دماغ اس نے
تقریر کی اس نے دی ہے طاقت
جب ہوش و حواس اسنے بخشے
صورت میں ہمیں عجب بنایا
کھانے کی عجیب نعمتیں دیں
رحمت کا کیا جب اس نے سایہ
ہے پشت و پناہ وہ ہمارا
گر فضل نہ ہووے اسکا شامل
کیڑے سے بنایا ہمکو انساں
کی اسنے عطا اسے حکومت
حکمت میں اسے کیا فلاطوں
اس درجہ بنایا اس کو شہ زور
حملہ میں ہے شیر نر سے بڑھ کر
شہ زوری میں ہے اگر یہ رستم
شوکت میں سکندر و سلیماں
ایجاد میں اسکو دسترس دی
تم دیکھہ رہے ہو حال دنیا
ہے علم و کمال اس کو حاصل

ہر جا ہے وہ حاضر اور ناظر
دنیا میں نہ رہتی کچھ بھی تزئین
جب ان میں عیاں عناد ہوتا
ہو جاتی جہان کی صفائی
اوہام اگر نہ ہوویں حائل
ہٹ دھرمی نہیں نہ اسمیں ہے ضد
کچھ ہلتا نہیں بجز ہلائے
دو سوچ کے رائے عاقلانہ
مکڑی بھی ہے اپنا جالا تنتی
اور دیتا ہے کون اس کو چکر؟
رفتار یہ کس نے یوں لگایا؟
دن رات جڑے ہیں کیونکہ باہم؟
صانع کے بغیر ہے یہ ترتیب؟
ہر دل میں ہے بود و باش اسکی
مانا ہے جہاں نے جن کو صادق
دنیا میں وہ نام کر گئے ہیں
بے شبہ دلیل ہے یہ معقول
اس پہ ائے کے ہم تو ہیں دیوانے
قدرت سے ہمیں چلایا اُس نے
اور علم کی روشنی عطا کی
بخشے ہیں اسی نے ہم کو اوساز
کیا خوب سکھائی اس نے بولی
دو ہمکو دیے چراغ اُس نے
تحریر کی اسنے بخشی قدرت
تب ہمیں کھلے ہزار عقدے
اور خوب لباس سے سجایا
القصہ بہت عنایتیں کیں
حیوان سے آدمی بنایا
انسان کا ہے وہی سہارا
ناقص سے بنے یہ کیوں کہ کامل؟
سب کو کیا اس کا زیر فرماں
دی اس نے عجیب شان و شوکت
دولت میں بنایا اسکو قاروں
ہاتھی کو بھی جانتا ہے یہ مور
اس جیسا کوئی نہیں دلاور
ہے داد و دہش کے وقت حاتم
ہیبت سے ہے اسکی دیو لرزاں
حاصل کرے تا کہ یہ ترقی
ایجاد ہوا ہے آج کیا کیا
ہر جاہ و جلال اوس کو حاصل

تصویر حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ (وفات ۱۹ر ستمبر ۱۹۲۴ء)

ہر علم سے کر دیا خبردار
سچ جھوٹ کی راہ بھی دکھا دی
قدرت کے دکھا دیئے دلائل
عرفان کا اپنے نور بخشا
سب اسکو سکھا دئے اپنے احکام
خوب اسکو بنایا واقف کار
غافل نہ ہو تا کہ صبح اور شام
ہر حکم میں اسکے ہے بھلائی
بیجا کا نہیں ہے کچھ بھی حکم
جلدی سے نہ اعتراض کرنا
جو اس نے سکھائی ہیں عبادات
رہتا ہے جو اسکی بندگی میں
احکام خدا اگر نہ ہوتے
کچھ انساں میں کمال ہی نہ ہوتا
ان آدمیوں پہ ہائے افسوس
کرتے نہیں جو کہ اسکی اطاعت
اللہ ہے مہربان اسپر
کیوں اسکی طرف نہیں یہ آتا
کرتا نہیں وہ تو سخت گیری
جب بھول ہوئی معاف کر دے
پر اس نے نہ چھوڑی اپنی غفلت
احکام کو توڑنے لگا یہ
پیغامبروں کو اس نے بھیجا
کی خلق کی اپنی رہنمائی
ظلمت کا جہاں میں جب ہوا زور
فی الفور ہی نور کو اوتارا
ہر قوم میں اس نے بھیجے مرسل

پھر کر دیا اس کو اس نے مختار
اور اسکی جزا سزا سنا دی
ہر طور کے دیدیئے وسائل
سب سے دیا اسکو بڑے سے رتبہ
غالب نہ ہوں تا کہ اسپہ اوہام
افراط کی بے خودی سے ٹوکا
تا اسکو نہ ہو سکے جگہ ھار
باہر نہ ہو تا یہ قاعدے کے
آخر کو ہو جس سے اسکو آرام
تا دور ہو اس سے کل برائی
احکام کو اسکے جانچ لو تم
آخر کو ہے ایک روز مرنا
فی الاصل ہیں وہ ہی نیک عادات
ہرگز نہیں بہتا گند گیے ہیں
انسان شرف کو اپنے کھوتے
یہ جاہ و جلال ہی نہ ہوتا
جنگل ہی کے گھاس پات کھاتا
یہ اسکی صفائیاں نہ ہوتیں
خواب ہے وہ پاس ہی نہ ہوتا
جو بھاگتے ہیں خدا سے سو کوسر
لائق ... نہیں جو بجا عبادت
کرتا ہے فدا یہ جان کسپر؟
وہ مہر سے اسکو ہے بلاتا
کرتا ہے ہمیشہ دستگیری
تھوڑی سی سزا بھی دی اگر دی
کرنے لگا یہ غرور و نخوت
اغیار سے جوڑنے لگا یہ
برباد نہ ہووے تا کہ دنیا
بھولوں کو دوبارہ راہ دکھائی
جب شرک سے خلق ہوگئی کور
پر نور کیا جہان سارا
ظاہر کریں تا کہ حق و باطل

دنیا کو سبق پڑھائیں حق کا
آدم سے لگا کے تا بایں دم
تھا نوح کا سب سے پہلے جھگڑا
پھر ہوتے رہے ہزاروں قضیے
تاریخیں ہی جنکی ہوگئیں گم
اک معرکہ آ کے پھر پڑا سخت
دشمن تھا خدا کا اور شقی تھا
فرعون ہے جسکا نام مشہور
موسیٰ ہوئے اسکی سمت مامور
ہوتی رہی دیر تک لڑائی
انجام کو نور آیا غالب
موسیٰ کو دیا خدا نے غلبہ
پھر ہوتے رہے بہت تماشے
ہر جا پہ ہوا ظہور حق کا
سچوں کی ہی آبرو بنائی
بے باک ہوئے خراب ہر جا
اس ہند میں بھی ہوئی کئی پاک
تھے رام و کرشن جنہیں سرتاج
تھے مصلح قوم یہ بھی دونوں
ہر اک نے [illegible]
انجام کو ہو گئے [illegible]
[illegible]
ہر قوم میں [illegible]
پہ خلق نے کی نہ ان کی عزت
[illegible]
بنتے رہے کام افترا سے
ہوتے رہے انبیا پہ حملے
نہتوں کو کیا جہاں سے نابید
جنہوں کو کیا ہلاک سم سے
آتش میں جلا دیا کسی کو
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] زمانہ سخت آیا
دنیا پہ بڑی اندھیری آئی
بےخوف ہوئے تمام انساں
فاسد ہوئے جبکہ بحر اور بر
جب چھا گئی کل جہاں پہ اندھیر
اک مصلح خاص پھر تو آیا
پیدا ہوا اکل جہاں کا ہادی
اور آیا بھی ملک میں عرب کے
مرکز جو تھا سب شرارتوں کا
غارتگر و بےحیا و سفاک
ڈر ان کو نہ تھا ذرا خدا کا
تھا بغض و نفاق انکے دل میں
وحشت کا نہ تھا کوئی ٹھکانا
تھا سر میں غرور دل میں نخوت

باطل کا سنائیں شور و غوغا
جھگڑے رہے جہاں میں پیہم
طوفان نے آ کے جو مٹایا
مشہور جہاں ہیں جنکے قصے
اب گویا کہ ہوگئے وہ گم صم
آزار رساں تھا ایک کمبخت
رب ہونے کا آپ مدعی تھا
تھا مصر کا بادشاہ مغرور
لڑنے لگے آ کے ظلمت و نور
مدت ہوئی ان میں ہاتھا پائی
ظلمت میں گئے بدی کے طالب
قلزم نے مٹایا خوب جھگڑا
دنیا میں ہوئے ہزاروں قضیے
جھوٹوں کو کیا خدا نے جھوٹا
جھوٹوں پہ پڑی بری تباہی
ناپاک ہوئے ذلیل و رسوا
تاریخ ہے جنکی بس خطرناک
تھے وقت میں اپنے جو مہاراج
تاریخ میں انکا حال دیکھو
آخر کو ہوئے گروہ ابتر
دنیا سے گئے ذلیل و ناشاد
[illegible] رحمت و شفا ہے
خلقت کے لیے بھلائی لائے
دیتے رہے انکو سخت ذلت
پھیلائے جہان میں انہوں اوہام
ہرگز نہ ڈرے ذرا خدا سے
پہونچائے گئے وہ سخت صدمے
بہتیروں کو جیل میں کیا قید
بعضے رہے ہمکنار غم سے
سولی پہ چڑھا دیا کسی کو
لب تشنہ کسی کو جاں سے مارا
ہوتی ہے ہمیشہ اِن سے اَن بَن
ہے کوئی مطیع کوئی خودسر
پلٹی گئی کل جہاں کی کایا
اندھیرے سے بھر گئی خدائی
ظلمت کا اٹھا جہاں میں طوفان
جب حد سے بڑھی جہاں میں شر
ظلمت نے لیا زمانے کو گھیر
وہ حق کا کلام ساتھ لایا
کرنے لگا خلق میں منادی
رہتا نہ تھا جو کسی سے دبکے
کھاتا جو تھا مال غارتوں کا
تھے لوگ وہاں کے سخت بیباک
اصنام کی ہو رہی تھی پوجا
تھی بھوت تو ان کی آب و گل پر
عادات تھے انکے جاہلانہ
مردہ تھے تمدن و محبت

قانون کے بےلگام تھے وہ
جب آیا وہاں ڈرانے والا
سوتے ہوئے نیند سے جو چونکے
لڑنے لگے نور اور ظلمت
مصلح نے اٹھائے سخت صدمے
جو اس سے ملا ہوا وہ ناچار
اک سمت سے ہو رہی تھی نرمی
وہ حق کی طرف بلا رہا تھا
اور ملک تھا مبتلائے اوہام
دل پر تھی چڑھی ہوئی سیاہی
سب ہو گئے دین حق کے دشمن
لاتے تھے نبی پہ جو کہ ایماں
ایذائیں بہت اٹھا رہے تھے
بنتا نہ تھا کوئی ان کا حامی
بے قاعدہ انکو تھے ستاتے
ہر وقت تھی مار دھاڑ ان پر
جب نوبت انتظار آ پڑی
[illegible] گھر سے ہجرت
اللہ نے انکو یوں بچایا
نقصان [illegible] حد سے زیادہ
ہر طور کی زحمتیں اٹھائیں
نیکی کو کیا جہاں میں قائم
سر بیچ کے دین کو خریدا
وہ وقت تھا سخت ابتلا کا
آزادی کا آگیا زمانہ
شائستہ بنے ہیں آجکل لوگ
تحقیق کی کھل گئی ہیں راہیں
ہے ہند میں آج فضل باری
انگریز ہیں [illegible] حکمراں اب
ہر سمت خوشی کے قہقہے ہیں
[illegible] جہل و اوہام
اظہار کا حق کے وقت آیا
ہر فرقہ کے آدمی اکٹھے
سب اپنے ہنر کریں گے اظہار
مذہب کے کھلیں گے آج دفتر
تہذیب سے ہوگی گفتگو یاں
اخلاق سے بات چیت ہوگی
آساں نہیں یاں زباں ہلانا
دعوی پہ دلیل لانی ہوگی
جو بولے کتاب سے وہ بولے
دے اپنی کتاب کا حوالا
کچھ اس سے نہ بیش و کم کرے وہ
ہر بات پہ حکم لا تا جاوے
ہو اصل کتاب کی عبارت
پھر اردو میں اسکی ہووے تفصیل
ہو وید و پران یا کوئی اور
رکھتا نہ ہو جو کتاب کوئی

انسان برائے نام تھے وہ
پیغام خدا سنانے والا
کتوں کیطرح سے اسپہ بھونکے
برپا ہوئی ملک میں قیامت
سب ہو گئے برخلاف اسکے
جاری ہوئی اک عجیب پیکار
اور دوسری سمت سے تھی گرمی
احکام خدا سنا رہا تھا
گھاتی میں پڑے ہوئے تھے بدکام
اور سر پہ سوار تھی تباہی
مانع ہوئے اسکے مثل رہزن
ہر وقت تھا ان کو خطرہ جاں
کفار انہیں ستا رہے تھے
کرتے تھے سب ان سے بدکلامی
ہر وقت تھے انکا دل جلاتے
دکھوں کے گرے پہاڑ ان پر
دشمن ہوئی انکی کل خدائی
ناچار کیا وطن کو رخصت
مکے سے مدینے لا بسایا
پر ہو گئی راہ دیں کشادہ
ایذائیں بہت انہوں نے پائیں
چن چن کے مٹا دیے زمائم
تب لوگ بنے خدا رسیدہ
اور آج تو ہے کرم خدا کا
بھاگے وہ خیال جاہلانہ
اور دور ہوئے ہزار ہا روگ
دنیا کو ملی بہت پناہیں
پہلی سی نہیں ہے بیقراری
دنیا کا نصیب ہے جوان اب
بلبل کیطرح سے چہچہے ہیں
تحقیق سے لے رہے ہیں سب کام
ہے جوش میں اپنا اور پرایا
کس شوق سے ایک جا ہیں بیٹھے
ہر دین کے آئیں گے مددگار
ہر فرقے کے یہاں کھلیں گے جوہر
ہر دین کی ہوگی جستجو یاں
تہذیب سے ہار جیت ہوگی
کچھ کھیل نہیں یہاں پہ آنا
ورنہ وہ فقط کہانی ہوگی
کچھ اپنی طرف سے لب نہ کھولے
سمجھے جسے حکم وہ خدا کا
باہر نہ قدم ذرا دھرے وہ
ہر حکم یہاں سنا تا جاوے
حاصل ہو ہر اک کو تا بصارت
قرآں ہو یا کہ ہو وہ انجیل
ہر ایک کا ہو یہاں یہی طور
اس سے نہیں یہ خطاب کوئی

اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ لاہور جہاں جلسہ اعظم مذاہب منعقد ہوا

وہ اپنے بیاں کرے دلائل
ہر بات کرے وہ عاقلانہ
تہذیب سے خُلق سے بیاں ہو
عالم کی ہو جس میں خیر خواہی
مخلوق کو جس سے فائدہ ہو
تقریر میں امن و عافیت ہو
ہے وقت عجب بہار کا آج
ویدوں کے کھلیں گے آج جوہر
یاں شاستروں کی بات ہوگی
واپدانتی وید کو پڑھیں گے
آئیں گے [illegible] برہم سبھا کے ممبر
انجیل کے آئے ہیں جو منّاد
تثلیث کی شرح وہ کریں گے
سچ جھوٹ کا ہوگا یہاں نتارا
اسلام کا حال یاں کھلے گا
ہو جائیں گے راز آشکارا
اس جلسہ میں جو کوئی نہ آیا
فرقے کو کیا ذلیل اس نے
سو وقت کو ہاتھ سے جو دیگا
کلیوں میں جو بھرتے ہیں سناتن
سیلوں میں لگاتے ہیں جو ڈیرے
یاں آ کے سنائیں اپنا لکچر
یاں جہل نہیں نہ کچھ لڑائی
عزت سے یہاں مقابلہ ہے
موجود ہیں سارے اہل عزت
ٹلی نہ یہاں فضول گوئی
یہ خاص نہیں کسی کا جلسہ
یہاں طالب حق ہوئے ہیں سب جمع
عبرت کا نظارہ ہے عزیزو
جو اس سے ہٹا وہ حق سے بھاگا
اے ناصر دلفگار خاموش

اسکو نہیں یہ حجاب حائل
تقریر نہ ہووے جاہلانہ
ہر ایک کا حال ناعیاں ہو
ہووے نہ وہ باعث تباہی
القصہ کہ نیک قاعدہ ہو
تحریر میں کچھ صلاحیت ہو
آ دیکھ نظارہ یہاں خدا آج
تقریر کے یہاں لٹیں گے گوہر
لکچر بات نہ واہیات ہوگی
تقریر کے واسطے بڑھیں گے
سب لوگ سنیں گے انکا لکچر
ہیں اپنے کمال میں جو استاد
کل جلسہ کے روبرو دھرینگے
اللہ کا سب کو ہے سہارا
قرآن کا جلال یاں کھلیگا
جلدی نہ کرے کوئی خدارا
اور اپنا بیان کچھ نہ لایا
جبکو بھی نہ دی دلیل اس نے
خود اپنے لیے وبال لے گا
کس واسطے یاں نہیں وہ آتی
وہ یہاں ہیں کرتے ہیں جو پھیرے
کچھ شور نہیں نہ یاں کوئی شر
ہوتی ہے مزے سے یاں صفائی
کوئی نہیں یاں کسی کے در پے
یاں آنے میں کچھ نہیں ہے ذلت
پھر کس لیے یہاں نہ آئے کوئی
مل جل کے کیا ہے سب نے میلہ
پھر دیکھیے یار ہو دیں کب جمع
پر لطف تماشا آ کے دیکھو
منظور نہ ہوگا عذر اس کا
کر بند زباں کھول اب گوش

(منقول از رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب لاہور)

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ کو ادائیں وہی پسند آتی ہیں جن کا سچائی سے تعلق ہے اور خلوص سے تعلق ہے۔

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۲۷ ستمبر ۱۹۹۶ء مطابق ۲۷ تبوک ۱۳۷۵ ھجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

[خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم.
﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

(سورۃ الحدید: ۲۲)

گزشتہ خطبے میں جو مضمون چل رہا تھا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ایک اقتباس کے حوالے سے تھا اس کی چونکہ ابھی صرف دو سطریں ہی ختم ہوئی تھیں اس لئے میں نے وعدہ کیا تھا کہ انشاء اللہ آئندہ خطبے میں اسی اقتباس کو اور اس سے تعلق رکھنے والے مضمون کو آگے بڑھاؤں گا۔ پہلے ایک اور آیت تھی جس کے تعلق میں یہ اقتباس پیش کیا جا رہا تھا اب ایک اور آیت ہے جس کے تعلق سے یہی اقتباس پیش کیا جائے گا اور ان دونوں میں بھی گہرا تعلق ہے۔

لیکن اس سے پہلے کہ اس مضمون پر میں مزید روشنی ڈالوں یا اس آیت کریمہ سے اور مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباس سے مزید روشنی حاصل کروں اور آپ کے ساتھ شریک ہوں میں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ ماریشس کا آج سالانہ جلسہ شروع ہو رہا ہے اور اسی طرح جماعت احمدیہ سپین کا بارھواں سالانہ جلسہ شروع ہو رہا ہے اور ان دونوں جماعتوں نے بار بار اصرار کیا ہے کہ اس خطبہ جمعہ میں ان کا بھی ذکر خیر چلے اور ان کو مخاطب کر کے بھی کچھ باتیں کی جائیں۔ پس مضمون تو وہی رہے گا اس کے حوالے سے ان کو بطور خاص مخاطب کرنے کے لئے مجھے یاد آیا تو موقع محل کے مطابق وہ ذکر کروں گا مگر اس ابتدائی عمومی ذکر میں ہی ان لوگوں کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ ذکر جو آج یہاں چل رہا ہے یہ ساری دنیا میں اس وقت جہاں جہاں بھی جماعت احمدیہ کا سٹیلائٹ کے ذریعے رابطہ قائم ہے وہاں چل رہا ہے اور دنیا کے ہر خطے میں چوبیس گھنٹے کے ہر منٹ یا ہر لمحے میں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ باتیں پہنچ رہی ہیں۔ اور جہاں جہاں بھی احمدی انہیں سن رہے ہوں گے طبعاً ان کے دل میں ان دونوں جماعتوں کے لئے خصوصیت سے دعا کی تحریک ہو گی اور یہ غالباً ان کا مقصد ہے۔ باقی نصیحتیں تو سب کے لئے مشترکہ ہی ہوا کرتی ہیں ہاں اگر کوئی ایسی بات ذہن میں آئی جو ان دونوں جماعتوں کو بطور خاص کہنی ہو تو انشاء اللہ میں اس کا ذکر کروں گا۔

یہ آیت کریمہ جس کی میں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "سابقوآ الی مغفرۃ"۔ "سابقوا" میں تیزی سے بڑھنے کا مضمون ہے اور ایک دوسرے سے مسابقت کا مضمون بھی ہے۔ "سَبَق" کہتے ہیں ایسے شخص کو جو تیزی سے آگے نکل گیا یعنی ایک شخص جو آگے نکل جائے تیزی سے خواہ وہ شخص ہو یا گھوڑا بھی ہو اس کے لئے "سَبَق" کا لفظ آئے گا۔ سبقت لے گیا۔ مگر "سابَق" کا مطلب ہے کہ مقابلے میں سبقت لے گیا تو یہ مضمون زیادہ تحریص کی خاطر، زیادہ توجہ دلانے کی خاطر ایسے صیغے میں بیان فرمایا ہے جس میں مغفرت کے تعلق میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے کا مضمون داخل فرما دیا۔ ہر شخص کو مغفرت حاصل کرنے میں جلدی کرنی چاہئے لیکن "سابقوا" کہہ کر یہ فرما دیا کہ تم ایک دوسرے سے بھی مغفرت میں مقابلے کرو۔ یعنی یہ مطلب نہیں کہ کھلم کھلے چیلنج دے کر مقابلے کرو مگر کوشش کرو کہ اپنے ان بھائیوں سے آگے بڑھو جو ہمیشہ مغفرت طلب کرنے میں مصروف رہتے ہیں اور مغفرت طلب کرنے کی تائید میں ان کے اعمال رونما ہوتے رہتے ہیں۔ بس ایسا چیلنج نہیں کہ جو اکٹھا ایک لائن پہ کھڑا کر کے بھگایا جا رہا ہو۔ مراد یہی ہے کہ ہر مومن کو محض یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ میں آگے بڑھ رہا ہوں بلکہ باقیوں کو دیکھ کر اپنی حیثیت کی تعیین کرے۔ اگر مغفرت کے میدان میں اسے اپنے سے آگے بہت سے دکھائی دے رہے ہوں تو پھر مقابلہ کرے اور یہ کوشش کرے کہ سب سے آگے بڑھ جائے۔

"سابقوا الی مغفرۃ من ربکم" اپنے رب کی طرف سے مغفرت میں مقابلے کرتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھو۔ "و جنۃ عرضھا کعرض السمآء" اور جنت کی طرف آگے بڑھو جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کی طرح ہے۔ اس میں بہت سے پہلو ہیں جو تفصیل طلب ہیں ان کی تفصیل میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں مگر یاد رکھیں کہ یہاں جنت کو اور مغفرت کو گویا ایک دوسرے کا متبادل پیش کیا گیا ہے۔ یعنی اگر تم مغفرت کی طرف تیزی سے آگے بڑھو گے تو جنت کی طرف بھی آگے بڑھو گے اور گویا ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور جہاں تک یہ مضمون ہے کہ "عرضھا کعرض السمآء والارض" اگرچہ اسے محض جنت کی وسعت کے بیان کے تعلق میں پیش کیا جاتا ہے مگر میرے نزدیک اس کا تعلق ویسا ہی مغفرت سے ہے کیونکہ مغفرت کی وسعت کے ساتھ جنت کی وسعت کا تعلق ہے۔ جتنی بھی کسی کو خدا تعالیٰ کی رحمت سے مغفرت نصیب ہوگی اسی قدر اس کی جنتوں کو وسعت ملے گی اور یہ دونوں مضامین ایک دوسرے سے باہم پیوستہ ہیں۔ اور مغفرت کا تعلق چونکہ رحمت سے ہے اور رحمت ہر چیز پر حاوی ہے اور جنت بھی رحمت ہی کے نتیجے میں ہے اس لئے یہ دونوں مضامین ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔

یہ وہ جگہ ہے جہاں اعمال کا ذکر نہیں اور جنت کا ذکر ہے۔ یہی وہ ایک مقام ہے جہاں کسی اور مضمون کے بیان کرنے کی بجائے محض مغفرت ہی کو جنت کی کنجی کے طور پر پیش فرمایا گیا ہے۔ اس لئے اس کو بہت غور سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اور اس مضمون کو میں نے یہاں اس لئے اٹھایا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا جو میں اقتباس آپ کے سامنے رکھ رہا تھا اس میں خوف کے بہت سے پہلو ہیں اور جوں جوں وہ اقتباس آگے بڑھتا چلا جاتا ہے انسان بہت زیادہ خوف زدہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ کیونکہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تجزیہ کر کے، کھول کھول کے انسانی نفوس کے دھوکے اور وہ گناہ بیان کئے ہیں جن میں وہ ملوث ہوتا ہے اس کو پڑھتے پڑھتے ہر انسان کی طبیعت خوفزدہ ہو جاتی ہے کہ کہیں نہ کہیں اسے اپنی تصویر دکھائی دیتی ہے۔ وہ ساری بیماریاں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائی ہیں وہ تمام تر ایک شخص میں اگر ہوں تو وہ شیطان کا دوسرا مظہر ہوگا ایک اور شیطان اور اس شخص کے دو نام ہوں گے وجود ایک ہی ہوگا گویا کہ۔ مگر جب یہ بیماریاں بیان کی جاتی ہیں تو مراد یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو ان عبارتوں کو پڑھتا ہے وہ اپنے نفس پر ان کا اطلاق کرتا ہوا آگے بڑھے اور جہاں بھی اس کا نفس اس کو متنبہ کرے کہ یہ تو تمہاری تصویر ہے وہاں ٹھہرے اور غور کرے اور پھر فیصلہ کرے کہ کس طرح اس الجھن سے نجات مل سکتی ہے۔ اس مصیبت سے کہ انسان ایک گناہ میں پھنس گیا ہے اور نجات کی راہ دکھائی نہیں دیتی اس غیر معمولی خوفزدہ حالت سے نکالنے کے لئے مغفرت کا مضمون ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کی مغفرت یعنی اللہ کی رحمت ہر چیز پر وسیع ہے اور مغفرت کی وسعت کے مضامین اور بھی بہت سے بیان ہوئے ہیں۔ مگر اس آیت کریمہ میں مغفرت کی وسعت اور عظمت کا جو بیان ہے ویسا اور کسی آیت میں آپ کو نہیں ملے گا کہ مغفرت کو ہر دوسری چیز پر حاوی کر دیا گیا، ہر چیز سے وسیع کر دیا گیا اور جنت ہی کا نام مغفرت رکھ دیا ہے اور اس میں بہت سی حکمتیں ہیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ جنت کسی کے اعمال کے زور سے نصیب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عقل کے خلاف بات ہے کہ ایک انسان کو اپنے اعمال کی وجہ سے وہ جنت ملے جس کی وسعتوں کی انتہاء کوئی نہیں۔ انسانی اعمال اگر کامل طور پر اللہ کی رضا کے تابع بھی ہوں تب بھی انسانی زندگی محدود، اس کے عمل کے دائرے محدود اور ایک محدود چیز کی جو اپنی مکانیت کے لحاظ سے بھی محدود ہو، زمانی لحاظ سے بھی محدود ہو لامتناہی جزا اور ایسی وسعت والی جزا جس کا جنت میں نقشہ کھینچا جاتا ہے یہ عقل کے خلاف بات ہے۔ یعنی اس کا سبب اور نتیجے کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ سبب بہت ہی محدود ہے اور نتیجہ بہت وسیع اور لامتناہی۔ اس لئے اس مضمون کا مغفرت سے تعلق ہے اور مغفرت سے جب تعلق ہوتا ہے تو کمزور آدمی بھی اس میں داخل ہو جاتے ہیں اور بہت بڑے بڑے پاکباز بھی اس میں داخل ہو جاتے ہیں اور اس پہلو سے جو وسعت جنت کی بیان کی گئی ہے اس مضمون میں بھی وہی وسعت شامل ہو جاتی ہے۔ یعنی یہ وہ مغفرت کی آیت ہے جو ذلیل ترین گنہگار کے اوپر بھی سایہ کئے ہوئے ہے امکانی طور پر، اور عظیم ترین نبی کے پاک اعمال پر بھی سایہ کئے ہوئے ہے اور وہاں بھی جو انسانی کمزوریاں اس بزرگ نبی کو اپنے

اندر دکھائی دیتی ہیں ان پر بھی اس کی رحمت کا سایہ ہے۔

تو جہاں وسعتوں کا مضمون ہو وہاں اس سے بہتر انداز بیان اختیار ہو نہیں سکتا کہ مغفرت جنت ہی کا دوسرا نام ہے اور مغفرت کا سایہ اتنا وسیع ہے کہ اس سے کائنات کا کوئی پہلو باہر نہیں رہتا۔ "عرض" کا معنی میں وسعت کر رہا ہوں کیونکہ عربی لغت میں اس کا ایک معنی وسعت بھی ہے۔ بہت سے معانی ہیں ایک معنی قیمت بھی ہے۔ اس لحاظ سے اس کا ترجمہ یہ بنے گا کہ ایسی مغفرت کی طرف اپنے رب کی طرف سے ایسی مغفرت کی طرف آگے بڑھو اور ایسی جنت کی طرف آگے بڑھو جس کی قیمت زمین و آسمان کی قیمت کے برابر ہے۔ مگر میں نے جو ترجمہ کیا ہے وہ بھی عربی لغت سے ثابت مگر اس سے بہت بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کا تصدیق یافتہ ترجمہ ہے۔ کیونکہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ میں سے بعض نے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ زمین و آسمان کی جو وسعتیں ہیں ان تمام وسعتوں پر جنت حاوی ہے یعنی ان سے کم نہیں پوری کی پوری ان پر اتر رہی ہے۔ اگر یہ بات ہے تو جہنم کہاں ہے؟۔ اس کا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے یہ نہیں دیا کہ قیمت ہے یہ مراد جسے تم غلط سمجھ رہے ہو۔ آپؐ نے تسلیم کیا اور فرمایا کہ جہنم بھی وہیں ہے لیکن تم سمجھ نہیں سکتے ان باتوں کو۔

> **مغفرت کی کوشش کا جہاد تو کرنا ہی کرنا ہے کیونکہ اگر نہیں کریں گے اور محض فضل کے لئے بیٹھے رہیں گے تو یہ سچائی کے خلاف ہوگا اور فضل سچائی کے نتیجہ میں اترتا ہے۔**

اس دور کا انسان ابھی اپنے علم میں اتنا آگے ترقی نہیں کر سکا تھا کہ وہ جہتوں کو سمجھ سکتا ہو اور DIMENSIONS جو بڑھ رہی ہیں، انسانی تصور جن پر محیط ہوتا چلا جا رہا ہے اس کا کوئی ادنیٰ تصور بھی اس وقت موجود نہیں تھا صرف شش جہات تھیں جن کو وہ جانتا تھا اور ایک وقت کی جہت جس کو وہ شامل کرلے اس کے سوا اس کے سامنے کوئی چیز نہیں تھی۔ اور شش جہات بھی دراصل تین جہات ہیں۔ اس کو ہم شش اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا ایک کنارہ اگر یوں پھیلی ہوئی جہت ہے تو ایک بائیں طرف پھیلا ہوا سمجھتے ہیں اور ایک دائیں طرف پھیلا ہوا سمجھتے ہیں حالانکہ جو حساب دان ہیں وہ اس کو ایک جہت کہتے ہیں کیونکہ کسی ایک انسان کے حوالے سے تو یہ نہیں کہ وہاں کھڑا ہو تو اس کے بائیں طرف اور اس کے دائیں طرف یہ جہت ہے، لامتناہی پھیلی ہوئی ہے۔ تو جس کو ہم شش جہات اردو میں کہتے ہیں انگریزی میں اس کو THREE DIMENSIONS کہتے ہیں اور اگر وقت کو داخل کر لیں تو FOUR DIMENSIONS ۔ تو چار DIMENSIONS میں گھرا ہوا انسان یہ تصور کر ہی نہیں سکتا تھا اس زمانے میں کہ کوئی ایسی چیز بھی ہے جہت کے اعتبار سے جو اپنی ضد کے ساتھ ایک جگہ اکٹھی ہو جائے۔

اب تین چیزوں کو اکٹھا فرمایا گیا ایک زمین و آسمان اور اس میں ہمیں جنت تو دکھائی دے ہی نہیں رہی کہیں۔ اس لئے پہلا سوال تو یہ اٹھنا چاہئے تھا کہ یا رسول اللہ وہ ہے کہاں؟ جنت کہاں چلی گئی؟ ہم تو زمین و آسمان کو صبح بھی دیکھتے ہیں شام کو بھی، رات دوپہر اور ہمیں تو یہ زمین آسمان خالی خالی نظر آتے ہیں کوئی جنت ہی نہیں دکھائی دے رہی۔ تو اس سوال کا جواب جو انہوں نے کیا، اسی آیت کریمہ میں موجود تھا کہ جب یہ کہا گیا ہے کہ زمین و آسمان کی وسعت کے برابر ہے تو ظاہر بات ہے کہ یہ کوئی اور طرح کی چیز ہے جس کے مادی وجود جس سے متصادم نہیں ہوتے۔ گویا DIMENSIONS اور ہیں۔ ایک ہی وقت میں، ایک ہی مقام، ایک ہی وقت کی قدر کو اکٹھا کر دیں تب بھی وہ ایک دوسرے کو دکھائی نہیں دیں گی، ایک دوسرے سے کوئی تعلق ہی قائم نہیں ہوگا۔

میں نے اس کی مثالیں بارہا دی ہیں کہ یہاں جو ریڈی ایشن ہے فضا میں اس کی جہتیں مختلف نہیں ہیں۔ یہ THREE DIMENSIONS یا FOUR DIMENSIONS کے اندر ہے۔ اس کے باوجود محض اس کی لطافت کے فرق کی وجہ سے ہمیں محسوس نہیں ہوتی۔ اگر DIMENSIONS بدل جائیں تو اس کے وجود کا کوئی تصور ہی نہیں ہو سکتا، اس کی نوعیت ہی نہیں سمجھ آسکتی۔ موجود رہے گی مگر کسی پہلو سے بھی انسان اس کو اپنے دائرہ تصور میں کھینچ کر لا نہیں سکتا۔ یہ DIMENSIONS کا فرق ہے۔ لطافت کا فرق اور ہے۔ لطافت کے نتیجے میں ٹیلی ویژن کی لہریں آپ یہاں نہ دیکھ رہے ہیں، نہ سن رہے ہیں مگر گھر جا کے ٹیلی ویژن ON کریں گے تو آپ ان کو پکڑ لیں گے۔ مگر کوئی ٹیلی ویژن ایسی نہیں ہے، نہ ہو سکتی ہے جو دوسری جہت کی اس چیز کو کھینچ لائے جو ہمارے ساتھ ہے مگر ہمیں معلوم نہیں ہے، ہمیں دکھائی بھی نہیں دے رہی، ہمیں تصور ہی نہیں ہے اس کا کوئی۔

تو یہ فرق ہیں جو قرآن کریم کی آیات بتاتی ہیں۔ اور ایسا عظیم علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے زمانے میں آئندہ زمانوں کی باتیں ہو رہی ہیں جس کا کوئی وہم و گمان بھی انسان نہیں کر سکتا تھا کسی انسان کا کلام ہو ہی نہیں سکتا، یہ ناممکن ہے۔ پس اسی آیت کریمہ نے یہ مضمون پیش کیا ہے کہ تین چیزیں ایک دوسرے سے مل گئی ہیں جہنم بھی یہیں ہے، جنت بھی یہیں ہے اور یہ دنیا جس میں ہم بس رہے ہیں یہ زمین و آسمان یہ بھی یہیں ہیں اور ان کی وسعتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور کیسے ملتی جلتی ہیں "ک" کے لفظ نے ہمیں دعوت دی ہے کہ غور کریں اور معلوم کریں یہ وسعتیں کیا ہیں۔ اور جو فرق ہے جہنم اور جنت کے درمیان وہ مغفرت کا فرق ہے، صرف اعمال صالحہ کا سوال نہیں۔ کیونکہ اعمال صالحہ اگر اپنی انتہاء کو بھی پہنچ جائیں تو جیسا کہ میں نے ثابت کیا ہے ان کی منصفانہ جزا یہ نہیں ہو سکتی۔ جتنے اعمال اس کو دس گنا کر دیں سو گنا، ہزار، لاکھ گنا کر دیں محدود اعمال کی لامتناہی جزا تو عقل میں آ ہی نہیں سکتی اس لئے اس کا مغفرت سے تعلق ہے اور بہت ہی اہم مضمون ہے۔ چھوٹے سے چھوٹے انسان کو بھی ایک حیرت انگیز طور پر خوش خبریوں، لامتناہی انعامات کی دعوت دے دی گئی اور عظیم سے عظیم انسان کو بھی انکسار سکھا دیا گیا کہ یہ جو عظمتیں اور وسعتیں ہیں یہ تمہیں اللہ کے فضل سے ملیں گی اس کے بغیر تو ممکن نہیں۔ چنانچہ اس کے معاً بعد یہی فرمایا "ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم" یہ باتیں فضل کی ہیں۔ فضل جیسے "جھونگا" دیا جاتا ہے، "جھونگے" کا نام ہے مگر بندوں کے جھونگے اور اللہ کے جھونگے میں دیکھو کتنا فرق پڑ گیا ہے۔ بندہ ایک چیز خریدتا ہے اس کی قیمت ادا کرتا ہے اور اس کے ساتھ معمولی سا کچھ اور حاصل کر لیتا ہے جھونگے کے طور پر۔ اور جو رقم دیتا ہے وہ اس چیز کے برابر ضرور ہوتی ہے جو چیز خریدی جا رہی ہے۔ مگر خدا کے سودے دیکھو بندوں سے کیسے عجیب ہیں۔ وہ رقم بھی نہیں دیتا جس سے اس کے عمل کے برابر جزا نہیں مل سکیں۔ اکثر اعمال کھوکھلے، ننگے، دھوکے، انسان ساری زندگی غفلت کی حالت میں بسر کر دیتا ہے سمجھتا ہے کہ میں بڑے نیک اعمال کر رہا ہوں ہاتھ پلے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور اللہ اس گھٹیا سی چیز کو جس میں کچھ نیکی کا عنصر بھی آجائے اس کو قبول فرمالیتا ہے اور پھر جھونگا وہ جو لامتناہی ہے۔ قیمت وہ جو وصول ہی نہیں ہوئی اور اس کے برابر نہیں دے رہا بلکہ ایسا دے رہا ہے کہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا وہ مضمون۔ یہ وہ بات ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اس موقع پر یوں کھول دیا "ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء" یہ نہ سمجھنا کہ تم اپنے اعمال کے نتیجے میں کچھ بھی حاصل کر سکو گے، مغفرت ہے جس کے نتیجے میں اعمال نظرانداز ہو جائیں گے۔ مغفرت کی چادر یہ نہیں دیکھا کرتی کہ اعمال کیسے ہیں۔ جب وہ ڈھانپ لے گی تو ہر کمزوری کو ڈھانپ لے گی اور وہ چادر اتنی وسیع ہے کہ زمین و آسمان کی وسعتوں پر محیط ہے۔

اور اب وسعتوں کا حال بھی عجیب ہے۔ ان پر آپ غور کریں تو وہ وسعتیں لامتناہی نہیں بلکہ ہمیشہ آگے بڑھتی چلی جانے والی ہیں۔ لامتناہی ان معنوں میں ہیں یعنی کہ ہمیشہ آگے بڑھتی چلی جانے والی ہیں۔ اب زمین و آسمان اور کائنات کا تصور جس لمحے بھی آپ باندھیں گے کہ یہ اتنا فاصلہ ہوگا اسی لمحے آپ غلط ثابت ہو جائیں گے کیونکہ وہ فاصلے اور بڑھ چکے ہوں گے اور اس تیزی سے بڑھ رہے ہیں کہ انسانی تصور اس کا ادنیٰ سا حصہ بھی پا نہیں سکتا۔ کیونکہ ایک سیکنڈ میں اگر آپ لاکھواں حصہ کی رفتار کے ساتھ بھی سوچ رہے ہوں، ایک سیکنڈ کے لاکھویں حصے کے حساب سے بھی تو زمین و آسمان کی وسعتیں اس سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہیں اور انسان کو ایک سیکنڈ کے لاکھویں حصے میں سوچنے کی طاقت ہی نہیں ہوتی بہت معمولی سی طاقت ہے۔ اتنی معمولی سی ہے کہ اگر فلم کو اٹھارہ فریم فی سیکنڈ کے لحاظ سے آگے بڑھایا جائے تو انسانی دماغ یہ معلوم ہی نہیں کر سکتا کہ کھڑی چیز ہے یا چلتی چلی جا رہی ہے۔ یہ تو اس کی وسعت کا حال ہے۔ اور وعدے وہ دیئے جا رہے ہیں جو لامتناہی، کبھی ختم نہ ہونے والے اور آگے بڑھتے چلے جانے والے۔

تو یہ خدا کے مغفرت کے سودے ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ بلا رہا ہے۔ اس کے لئے "سابقوا" کا لفظ فرمایا کہ جلدی کرو، ایسی حالت میں نہ مرجانا کہ تمہیں مغفرت نصیب نہ ہوئی ہو۔ تم اگر مغفرت کے نصیب ہونے سے پہلے مرگئے تو کچھ بھی ہاتھ میں نہیں رہے گا۔ پس بہت ہی اہم مضمون ہے۔ اور اس میں جہاں ایک طرف اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے نتیجے میں انسان کے دلوں کو ٹھہرایا گیا ہے ورنہ وہ ہاتھ سے نکل جاتے گناہوں کے تصور سے۔ ان کو سنبھالا گیا ہے۔ وہاں خوف بھی دلایا گیا ہے کہ سنبھلنے کے دن خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے ہیں جہاں مغفرت کا تصور تمہیں سنبھالے رکھے گا۔ جب آنکھیں بند ہوئیں تو مغفرت کا مضمون ہاتھ سے نکل جائے گا اس سے پہلے پہلے حاصل کر لو اور اس معاملے میں ایک دوسرے سے بڑھ کر تیز رفتاری کے ساتھ مغفرت کی طرف آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔

پس جہاں مغفرت کا مضمون ہے وہاں گناہوں کو جرات نہیں دلائی جا رہی بلکہ نیکیوں کو جرات دلائی جا رہی ہے۔ یہ بھی عجیب اس کلام الٰہی کا کمال ہے کہ جب اتنی بڑی مغفرت کا مضمون ہو تو انسان، گنہگار انسان تو یہی سمجھے گا کہ اب میں یہیں بیٹھ رہوں جب مغفرت لامتناہی ہے تو میرے گناہوں کی کیا بات ہے میں تو بخشا ہی جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرما رہا۔ متنبہ کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ گناہ چھوڑنے میں جلدی کرو کیونکہ مغفرت کا تعلق گناہ چھوڑنے کی کوشش سے ہے۔ اور ایک دوسرے سے آگے بڑھو کیونکہ تمہیں پتہ کوئی نہیں اس کا وقت کب آئے گا، تمہارا وقت کب آئے گا۔ اگر اس نے پہلے سے زیادہ کمائیاں کر لی ہوں تم سے زیادہ کمائیاں کر لی ہوں اور تم جلدی مرجاؤ تو تم اس سے بہت پیچھے رہ جاؤ گے اس لئے اس حرص کے ساتھ آگے بڑھو کہ کہیں وہ زیادہ ہی نہ لے گیا ہو مجھ سے۔ یہ زیادہ کی تمنا بعض دفعہ لطیفوں کی صورت میں بھی بیان ہوتی ہے مگر وہ لطیفے دراصل انسانی فطرت کی نقاشی کرتے ہیں۔ ان میں محض ہنسی کی بات نہیں بہت سنجیدہ پیغامات ہوتے ہیں۔ پس جیسا کہ میں نے ایک دفعہ آپ کے سامنے پہلے بھی بیان کیا تھا ایک اندھے نے ایک سوجاکھے کے ساتھ مل کر، پیسے ڈال کے حلوہ بنوایا اور یہاں کے ملکوں میں تو اس کی کوئی بھی قیمت نہیں ہے مگر غریب ملکوں میں بڑی قیمت ہے کیونکہ وہاں تو شعراء بھی یہ کہتے ہیں کہ "ہر روز عید نیست کہ حلوہ خورد کسے" کہ روز روز عید نہیں ہوا کرتی کہ وہ حلوہ کھائے۔ اور ان ملکوں میں تو اس کا وہم و گمان بھی نہیں آسکتا کہ سال میں ایک دن کسی عید میں بعض لوگوں کو حلوہ ملتا ہے تو میں اس ملک کی بات کر رہا ہوں یہ مغرب کے حافظ صاحب نہیں تھے بلکہ مشرقی ملک کے رہنے والے تھے۔ تو انہوں نے بے چاروں نے کچھ پیسے جوڑے کچھ ایک سوجاکھے نے اور دونوں

نے مل کے حلوہ تیار کروایا۔ جب کھانے لگے تو کچھ دیر کے بعد حافظ صاحب کو خیال آیا مجھے کیا پتہ یہ کتنا تیز کھا رہا ہے۔ میں اندھا بےچارہ، پیسے برابر کے ہیں تو مجھے تیز کرنا چاہئے کچھ۔ اس نے ذرا رفتار تیز کر دی جلدی جلدی لقمے کھانے شروع کردیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد خیال آیا کہ مجھے کیا پتہ کہ ایک ہاتھ سے کھا رہا ہے کہ دو ہاتھ سے کھا رہا ہے تو چلو دونوں ہاتھوں سے کھاتے ہیں۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے کھانا شروع کر دیا اور وہ بےچارہ جو دوسرا تھا وہ حیران ہو گیا حافظ صاحب کو دیکھ کے کہ یہ کر کیا رہے ہیں۔ وہ تو کھانا ہی چھوڑ بیٹھا۔ وہ دیکھتا ہی رہ گیا۔ کھاتے کھاتے حافظ صاحب کو خیال آیا کہ کوئی اور ترکیب اس نے کی ہوگی مجھے نظر نہیں آ رہی۔ حلوہ سارا اٹھایا انہوں نے کہا جی باقی میرا حصہ ہے۔ تو اندھے کو تو جو چیز پسند ہے اس میں سبقت کی روح تو ہے نا اور جس کو نظر نہیں آ رہا۔ ہم بھی تو اندھے ہی ہیں۔ ہمیں نہ اپنے اعمال نظر آ رہے ہیں نہ یہ پتہ ہے کہ کب مرنا ہے۔ زمین و آسمان کی حقیقت سے ناآشنا۔ یہ پتہ نہیں کہ کب خدا کی مغفرت نصیب ہو سکتی ہے۔ کون سا عمل ہے جو اسے پسند آ جائے گا۔ تو اس دنیا کے اندھے سے بہت بڑھ کر سبقت کی روح اختیار کریں۔ اس میں ہنسی کی بات نہیں ہے۔ آپ دونوں ہاتھوں سے مغفرت طلب کریں، سارا تھال اٹھالیں اعمال کا تب بھی محدود رہیں گے اور جو مغفرت کا مضمون ہے وہ آگے بہت آگے بڑھ جائے گا۔ اس کی جو وسعت ہے وہ وسعت والی مغفرت آپ کے ان اعمال سے نصیب نہیں ہو سکتی وہ فضل سے نصیب ہوگی اور فضل کا وعدہ ہے اگر کوشش کرتے رہو۔ تو اگر کوشش کرو کہ اللہ ہمیں ان محدود، گندے، ناپاک اعمال کے نتیجے میں بھی بخش دے تو اس طرف بڑھنے کی ضرورت ہے یعنی اپنے اعمال کو رفتہ رفتہ جہاں تک ممکن ہو ان گندے اعمال کو دور کرکے نیک اعمال میں داخل ہونے کی سعی، مسلسل سعی بلکہ سبقت لے جانے کی کوشش۔ اور پھر آخر پر پھر وہی بات کہ سب کچھ کر گزرنے کے بعد پھر بھی پتہ نہیں کیا حالت ہے تو پھر اس دنیا کے اندھے کی طرح نیک اعمال پر ایسے ہاتھ مارو کہ گویا سب کچھ سمیٹنے کی کوشش کر رہے ہو۔ اس حالت میں اگر موت آتی ہے تو خدا کا یہ وعدہ لازماً پورا ہوگا "سابقوا الی مغفرۃ من ربکم و جنۃ عرضھا کعرض السمآء" اس مغفرت کی طرف آگے بڑھو یعنی اس جنت کی طرف ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، ان کا عرض، ان کا پھیلاؤ، ان کی وسعتیں زمین اور آسمان کی وسعتوں کی طرح ہیں۔ لامتناہی ہیں۔ کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ جلدی کر لو کیونکہ تمہاری زندگی محدود ہے یہ جنتیں محدود نہیں ہیں۔ اور لامتناہی جنتوں کی طرف جانا تو فضل اللہ کے بغیر ممکن نہیں اس لئے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے فضل طلب کرتے رہو۔ اور "واللہ ذوالفضل العظیم" میں ان وسعتوں سے بھی زیادہ مضمون بیان ہو گیا ہے جو پہلے بیان کی گئی ہیں کیونکہ لفظ عظیم ایک معنی میں اعظم سے بھی زیادہ وسیع لفظ ہے۔ اس لئے اللہ کا نام اعظم نہیں رکھا۔ خدا تعالیٰ نے خود اپنے نام کو اعظم کے طور پر پیش نہیں فرمایا۔ کیونکہ اعظم میں پھر بھی مقابلہ ہے کوئی چھوٹی چیزیں بھی ہیں۔ مگر عظیم میں اصل میں یہ معنی ہے کہ اس کے سوا عظمت ہے ہی کسی کو نہیں۔ عظیم اگر کہا جائے تو مراد ہے دوسرے بھی عظیم لوگ ہیں وہ نسبتاً کم عظمت والے ہیں خدا نسبتاً زیادہ عظمت والا ہے۔ مگر عظیم میں ایک ایسی حیرت انگیز شان ہے کہ وہ کامل طور پر عظمت کے مضمون کو سمیٹ لیتی ہے۔ اس میں مقابلے کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ وہی عظیم ہے اور کوئی عظیم ہے ہی نہیں، **ہر عظمت اس کی** ہے۔ اس کے سوا کسی اور کی عظمت نہیں۔

حمد و ثنا والے مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہی مضمون بیان فرمایا ہے اسی رنگ میں کہ "عظمت ہے اس کی عظمت"۔ اب دیکھیں قرآن کریم سے کتنا گہرا تعلق ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو۔ لیکن پڑھنے والا اگر غور نہیں کرے گا تو اسے نہیں سمجھ آئے گی۔ "عظمت ہے اس کی عظمت" سے مراد یہ ہے کہ اور کسی کی عظمت ہے ہی کچھ نہیں۔ یہ وہم دل سے نکال دو۔ مقابلے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ایک ہی ہے جو عظیم ہے۔ تو "واللہ ذوالفضل العظیم" میں وہ جو وسعتوں والی جنت ہے اس سے بھی زیادہ وسیع تصور پیش فرمایا گیا ہے اور اس تصور نے ایک اور مضمون پیدا کر دیا کہ انسان جو اس کائنات کو بہت وسیع سمجھتا ہے اس سے زیادہ اس کا تصور پہنچ ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ بعض سائنس دان اور اونچے درجے کے حساب دان یہ سمجھتے ہیں کہ حسابی رو سے اس کائنات کے سوا دوسری کائنات ہو ہی نہیں سکتی بس یہی ہے۔ لیکن اب جو نئی دریافتیں ہو رہی ہیں ان سے یہ امکانات کھل رہے ہیں اور وہ حیران اور ششدر رہ گئے ہیں کہ یہ کائنات بھی کسی اور طرف متحرک ہو رہی ہے۔ وسعتوں کے علاوہ کسی اور طرف بڑھ رہی ہے۔ اور وہ کیا چیز ہے جس کی طرف بڑھ رہی ہے۔ کوئی کشش ہونی چاہئے اس میں۔ اگر ہے تو وہ کیا ہے۔ اس کی ہمیں کوئی خبر نہیں۔

تو "واللہ ذوالفضل العظیم" میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ تم کائنات کے حوالے سے یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ خدا کے پاس بس یہی کچھ ہے جو تمہیں دے گا۔ تمام کائنات کی وسعتیں بھی مانگ لو تب بھی خدا کے خزانے ختم نہیں ہوتے اور یہی مضمون ہے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے بعینہٖ اسی طرح ہمیں سمجھایا۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ ساری کائنات بھی اس سے مانگ لو تو اس کے فضلوں میں تو کوئی کمی نہیں آئے گی، اس کی طاقتوں میں، اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ اتنی بھی نہیں آئے گی جیسے سوئی کو کسی وسیع سمندر میں ڈبو کر باہر نکال لو اس کے ناکے پہ جتنا پانی چمٹا ہوگا اتنی کمی بھی نہیں آئے گی اللہ کے خزانوں میں اگر تم اس سے ساری کائنات مانگ لو۔ تو "واللہ ذوالفضل العظیم" نے اس مضمون کو بےانتہا وسعت عطا فرما دی ہے مگر فضل کے طالب ہمیشہ رضا پر نظر رکھا کرتے ہیں۔

مغفرت کے ساتھ جہاں رحمت کا تعلق ہے وہاں فضل کے ساتھ رضائے باری تعالیٰ کا تعلق ہے۔ اس میں کوئی دلیل نہیں کوئی استدلال نہیں۔ ایک انسان کی کوئی ادا کسی کو پسند آ جائے اسے جو چاہے دیدے جتنا چاہے دیدے۔ اس کا مغفرت سے تعلق نہیں ہے کیونکہ مغفرت میں تو اس کی کمزوری کے نتیجے میں سزا نہ دینے کا مضمون ہے، اس کی غفلت کے نتیجے میں اسے بعض نعمتوں سے محروم نہ کرنے کا مضمون ہے۔ فضل کا مضمون اس سے آگے بلند تر مضمون ہے جس میں پسند کی بات ہے۔ اب بعض لوگ ایسے بھی ہیں ساری عمر گناہوں میں مبتلا ان کی کوئی ایسی ادا خدا تعالیٰ کو پیاری لگتی ہے کہ سارے گناہ بخش دیئے لامتناہی جنتوں میں داخل کر دیا یہ "ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم" کے ساتھ تعلق ہے اور اس کے لئے ہمیشہ انسان کو رضا کا طالب رہنا چاہئے۔

مغفرت کے طالب کے لئے اپنے گناہوں پر نظر رکھ کر ان کو کم کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ اس کوشش میں وہ کامیاب نہ بھی ہو تو اللہ کی مغفرت اسے ڈھانپ سکتی ہے لیکن نیت کا خلوص لازم ہے۔ نیت صاف ہو۔ سچی ہو۔ کوشش ضرور ہو اور جاری رہے اور کسی مقام پر ٹھہرے نہیں اور کوشش یہ ہو کہ رفتار بڑھتی رہے، کم نہ ہو۔ یہ ہے وہ مضمون جس کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کا وعدہ ہے جو لامتناہی جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اس حد تک لامتناہی کہ کائنات کی وسعتوں پہ محیط ہے۔ اور انسانی جنت بھی جو انسان کو ملے گی وہ بھی کائنات کی وسعتوں پر محیط ہے لیکن اس کا دائرہ بڑھ رہا ہے اور آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ فضل یہ کہتا ہے کہ ایسی باتیں کیا کرو جو پیاری لگیں۔ بعض دفعہ کسی کی ایک ادا ہی ایسی پیاری لگتی ہے کہ انسان اس کو اپنا دل دے بیٹھتا ہے اور ہمیشہ کے لئے اسی کا ہو جاتا ہے۔ چھوٹی سی بات ہوتی ہے۔ اب وہ بادشاہ شاہجہان جس نے نورجہاں پہ دل دے دیا تھا۔ ایک لونڈی تھی۔ دل اتنی سی بات پہ دیا کہ اس سے ایک بھولے پن کی ادا نکلی۔ اس نے اس کو دو کبوتر پکڑائے تھے کہ یہ کبوتر میں تمہارے پاس رکھا رہا ہوں ان کو ذرا مضبوطی سے پکڑے رکھنا میں ابھی کام کرکے آؤں گا تو تم سے لے لوں گا۔ اس بےچاری سے، ڈھیلا ہاتھ تھا، شاید رحمدل تھی زور سے نہیں پکڑا ایک کبوتر ہاتھ سے نکل کر اڑ گیا۔ جب بادشاہ واپس آیا تو اس نے اس سے پوچھا کہ ہیں! ایک کبوتر! میں تو تمہیں دو دے کے گیا تھا۔ اس نے کہا اڑ گیا۔ کہا کیسے اڑ گیا؟ اس نے دوسرا ہاتھ چھوڑ دیا کہ ایسے اڑ گیا۔ کیسے کا مضمون یہ تھا کہ تم پوچھ رہے ہیں کیسے اڑا۔ اس ادا پہ وہ بجائے اس کے کہ ناراض ہوتا فریفتہ ہو گیا اور اس سے وہ شادی ہوئی جس کے نتیجے میں ہندوستان کی تاریخ میں عظمتوں کے رنگ بھر گئے۔ بہت عظیم شادی تھی یہ بادشاہوں کی تاریخ میں اور بات ایک بھولی سی ادا تھی جو بظاہر نقصان کی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسے پیار سے بعض دفعہ دیکھتا ہے کہ چھوٹی سی ادا بھی اس کو پیاری آتی ہے جو بظاہر نقصان کی ادا ہے۔

اس مضمون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم یوں بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بڑے لطف سے اس بندے کو دیکھ رہا ہے بہت ہی پیار کرتا ہے، پیار سے اس کو یہ بات پسند آئی کہ ایک دعا کرنے والے نے اس جوش میں کہ میں اپنا انکسار ظاہر کروں خدا کو یہ کہنے کی بجائے کہ اے میرے رب! تو میرا رب میں تیرا بندہ، یہ کہہ دیا کہ اے میرے رب میں تیرا رب اور تو میرا بندہ۔ اب کتنا کفر کا کلمہ ہے۔ مولوی ہوتا تو وہیں ختم کر دیتا اسے۔ لیکن اللہ ہے "ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم" اس کو ایسا پیار آیا اس ادا پر کہ جان بوجھ کے نہیں کیا، محبت کے جوش میں افراتفری کے عالم میں خدا کو بندہ کہہ بیٹھا ہے اپنے آپ کو رب کہہ بیٹھا ہے اور اللہ اسی پہ پیار کی نظر ڈال رہا ہے۔ تو اس کے ہاں ہر ادا مطلوب ہو سکتی ہے اس میں کوئی گہرا حسن ہونا چاہئے جو اس کے فطرت کے خلوص کا مظہر ہو اس کی اداؤں کی سچائی ہو۔

تو اس کی تلاش کرو اور ایک ہی ذریعہ ہے اس کی تلاش کا کہ اپنے آپ کو سچا کر لو کیونکہ جہاں بھی خدا کی ایسی اداؤں پر پیار کی نظر کا مضمون ملتا ہے وہاں میں نے غور کرکے دیکھا کہ ہر جگہ سچائی کے نتیجے میں یہ بات پیدا ہوتی ہے۔ اگر نورجہاں نے بناوٹ سے وہ بات کی ہوتی تو اس زمانے کے بادشاہوں کے نزدیک تو وہ گردن زدنی تھی۔ اگر وہ ذہین بادشاہ بناوٹ کے کوئی بھی آثار دیکھتا تو ہو سکتا تھا اسے دیوار میں چنوا دیتا لیکن صرف سچائی تھی اور سچائی کے نتیجے میں غلطی بھی پیاری لگتی ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جس کا فضل اللہ سے تعلق ہے اس کو سمجھیں۔ اور مغفرت کی کوشش کا جہاد تو کرنا ہی کرنا ہے کیونکہ اگر نہیں کریں گے اور محض فضل کے لئے بیٹھے رہیں گے تو یہ سچائی کے خلاف ہوگا اور فضل سچائی کے نتیجے میں اترتا ہے سب سے زیادہ فضل سچوں کو ملتا ہے۔

تمام انبیاء کو نبوت کا فیض فضل کے نتیجے میں ملا ہے اور فضل کے بغیر نبوت مل ہی نہیں سکتی کیونکہ فضل میں اس کی کوششوں، محنتوں، اس کی انتہا سے زیادہ دینے کا مضمون ہے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا ایسا جھونگا جو اصل سے بےانتہاء آگے بڑھ جائے، اس کی کوئی بھی نسبت باقی نہ رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی بعثت کا ذکر سورہ جمعہ میں ملتا ہے پھر آپؐ کی بعثت ثانیہ کا ذکر ملتا ہے اور آخر پر تان اس بات پر ٹوٹی ہے "ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم" یہ عظیم نعمتیں جو تمہیں بتائی جا رہی ہیں پہلے ایک بار، پھر اس کا اجراء نعمت کا ایک ایسے زمانے میں جو بہت دور کا زمانہ ہے وہاں جاکر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کا فیض پھر نازل ہو جائے "ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء" اللہ ہے جو فضل نازل فرماتا ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ پر کیا بغیر وجہ کے دیتا ہے؟

خدا کے ہاں ایک گہری اندرونی منطق ہے ایک ایسا انصاف کا مضمون ہے جو فضل کے ساتھ ساتھ جاری ہے اور بہت لطیف ہونے کی وجہ سے بعض دفعہ دکھائی نہیں دیتا مگر گہرے نظام پر ہر چیز مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ادائیں وہی پسند آتی ہیں جن کا سچائی سے تعلق ہے اور خلوص سے تعلق ہے اور اس کے بغیر کوئی ادا اس کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے۔ جب ایسی بات کوئی دیکھ لے پھر خدا اس کو اپنا دل دے دیتا ہے اور فضل کے مضمون کا تعلق دل دینے سے ہے اصل میں۔ جس طرح ایک عظیم مغل بادشاہ نے ایک اپنی لونڈی کو دل دے دیا وہ دل دے بیٹھا تو اپنی ساری سلطنت دے دی، سب سے عظیم مقام دے دیا۔ اب کبوتر اڑانے سے اس سلطنت کا کیا تعلق ہے۔ یہ مضمون دل دینے کے مضمون کے سوا سمجھ آ ہی نہیں سکتا تو وہ دل دے بیٹھا۔ تو اللہ بھی گویا اپنے بندوں کو ان کی بعض حقیر سی پیاری سی ادا پہ جو

حقیر تو ہے مگر پیاری ہے دل دے بیٹھتا ہے جب دل دے بیٹھتا ہے تو سارا اس کا فضل، اس کی ساری عظمتیں اس کو عطا ہونے لگتی ہیں۔

اس مضمون کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت ہی عارفانہ رنگ میں بیان فرمایا ہے لیکن ابھی تو اس کی باری ہی نہیں آئی جو پہلا اقتباس میں پڑھ رہا تھا یہ تمہید میں نے اس لئے باندھی تھی کہ میں آپ کو بتاؤں کہ آپ ڈریں گے بہت اس اقتباس سے، بعضوں کی تو جان نکل جائے گی ڈر کے مارے کہ یہ اگر ہیں بخشش کے تقاضے اور دنیا میں نئی زندگی پانے کے تقاضے تو ہم تو گئے۔ ان کو بتاتا ہوں کوئی بھی نہیں جائے گا اگر وہ ان باتوں پہ نظر رکھے جو اس آیت میں بیان ہوئی ہیں کہ مغفرت کی طرف آگے ضرور بڑھو۔ جتنی طاقت ہے اتنا بڑھو اور پھر یقین رکھو کہ مغفرت نصیب ہو جائے تو تمام کائنات کی نعمتیں نصیب ہو گئیں اور وہ نعمتیں نصیب ہوں گی جو بڑھتی چلی جائیں گی اور پھر فضل کا مضمون اس پر مستزاد ہے جو میں بیان کر چکا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں (یہ میں شاید پڑھ چکا تھا یا نہیں) کہ "ہر ایک امیر خدا کے حقوق اور انسان کے حقوق سے ایسا ہی پوچھا جائے گا جیسا کہ ایک فقیر" یہ پڑھ لیا تھا پچھلی دفعہ؟ بعض کہتے ہیں پڑھ لیا بعض نہیں میں پھر بھی پڑھ دیتا ہوں کوئی حرج نہیں، امیر بھی اسی طرح پوچھا جائے گا جیسے ایک فقیر۔ اب کیا اس میں ناانصافی ہے۔ امیر کو تو اور طرح پوچھنا چاہئے فقیر کو اور۔ فقیر بے چارہ تو غریب ہے۔ لیکن وہی مضمون آپ کو بتا رہا ہوں کہ خدا کے ہاں نہایت لطیف توازن ہے۔ امیر کس نے بنایا؟ خدا نے بنایا۔ اور فقیر کس نے بنایا؟ وہ بھی تو خدا ہی نے بنایا ہے۔ اس لئے پوچھنے میں فرق نہیں کرے گا۔ امیر کو اس کی حیثیت کے مطابق پوچھا جائے گا یہ مضمون ہے اور فقیر کو بھی اس کی حیثیت کے مطابق پوچھا جائے گا۔ یہ ضروری نہیں کہ صرف امیر ہی نیکی کر سکتا ہو یا عطا کر سکتا ہو، فقیر بھی عطا کر سکتا ہے۔ اور بعض دفعہ فقیروں کی عطائیں امیروں پر سبقت لے جاتی ہیں۔ تو جب انعام کا مضمون جاری ہوگا تو پھر پکڑ اور سزا کا مضمون بھی جاری ہوگا ہاں ان کی غلطیاں، ان کے ماحول کے مطابق دیکھی اور پرکھی جائیں گی اور استطاعت کے مطابق ان سے سلوک کیا جائے گا۔

لیکن یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فقرہ یاد رکھنے کے لائق ہے "بلکہ اس سے بھی زیادہ"۔ اس سے بھی زیادہ کا پھر کیا مضمون ہے۔ ایک طرف فرماتے ہیں ہاں اسی طرح دیکھا جائے گا۔ اس سے بھی زیادہ سے وہ مضمون مراد ہے جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے کہ امیر کو چونکہ نعمتیں زیادہ ملی ہیں اس لئے اس کی ذمہ داریاں پھیل گئی ہیں۔ ان معنوں میں امیر سے زیادہ پوچھا جائے گا کیونکہ فقیر کے پاس تو ہے ہی تھوڑا سا۔ کسی کو آپ چار آنے دیں کہ چار آنے کا سودا لے آؤ اور پھر اس سے حساب کریں تو وہ ایک منٹ کے تھوڑے سے حصے میں حساب ہو جائے گا۔ دو پیسے کا تیل لیا ایک پیسے کا فلاں لیا۔ کسی کو لاکھ روپیہ دیں تو حساب میں وقت لگتا ہے۔ تو زیادہ پوچھنے سے یہ مراد ہے کہ چونکہ امیر کی استطاعت زیادہ ہے اس لئے اس سے زیادہ تفصیلی حساب ہوگا بہ نسبت ایک غریب کے جس کی استطاعت ہی تھوڑی ہے۔

"پس کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو اس مختصر زندگی پر بھروسہ کر کے بکلی خدا سے مونہہ پھیر لیتا ہے" پس کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو اس عارضی دنیا پر، معمولی سی زندگی پر بھروسہ کر کے بکلی خدا سے مونہہ پھیر لیتا ہے۔ آپ سے میں نے گزشتہ خطبے میں گزارش کی تھی کہ یہ مضمون "کشتی نوح" کے حوالے سے پڑھیں تو پھر آپ کو سمجھ آئے گی یہ اس کا دوسرا کنارا ہے جو بیان ہو رہا ہے۔ کشتی نوح کے مضمون میں یہ تھا کہ ادنیٰ سی بھی غفلت کرے گا تو مارا جائے گا۔ مطلب ہے کہ وہ سزا کے نیچے آ جاتا ہے، ایسی تلوار کے نیچے آتا ہے جو ٹوٹ کے گر سکتی ہے اس کے اوپر۔ یہاں چونکہ مغفرت کے مضمون کے ساتھ تعلق ہے اس لئے فرمایا ہے کہ جتنا بھی تم بے اعتنائیوں میں آگے بڑھو اگر کل تعلق نہ توڑ بیٹھو تو امکان ہے کہ تم بچ جاؤ۔ اس لئے کیا ہی بدقسمت ہے وہ شخص جو دنیا کی زندگی پر بھروسہ کرتے ہوئے بکلی خدا سے مونہہ پھیر لیتا ہے۔ کلی والوں کے لئے مغفرت کا کوئی مضمون نہیں ہے۔

جن کی برائیاں، زندگی کی بدیاں ان کو گھیرے میں لے لیں اور پھر خدا سے کلیۃً غافل ہو جائیں ان کی دنیا ہی بدل جاتی ہے وہ اور ہی قسم کے لوگ بن جاتے ہیں۔ بعض ملکوں میں بھاری کثرت ان لوگوں کی ہے جو بکلی خدا سے مونہہ پھیر بیٹھے ہیں۔ اور یہ زمانہ بڑا نازک ہے جس میں ہم اس وقت گزر رہے ہیں۔ تو یاد رکھو کہ اگر انسان خدا سے جدائی کرتے کرتے بغیر کسی ضمیر کی آواز کے "آگے" بڑھتا چلا جائے یا یوں کہنا چاہئے ضمیر کی آواز پر دھیان دیئے بغیر آگے بڑھتا چلا جائے تو لازماً ایک ایسا مقام آئے گا جہاں وہ حد سے گزر جائے گا اور اس سے تجاوز کرنے کے بعد پھر واپسی کی راہ کٹ جاتی ہے، تو وہ راہیں ہیں۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان راہوں یا ان حدود کی نشان دہی کر رہے ہیں جن حدود سے آگے پھر مغفرت کا مضمون ختم اور پکڑ اور جہنم کا مضمون شروع ہو جاتا ہے۔ تو یاد رکھو کہ وہ شخص بڑا ہی بدنصیب اور بدقسمت ہے جو مختصر زندگی پر بھروسہ کرتے ہوئے آہستہ آہستہ اتنا دل لگا بیٹھتا ہے کہ گویا خدا اس کے تصورات سے باہر نکل چلا ہے، اس کا کوئی وجود ہی باقی نہیں رہا۔ اگر یاد آتا ہے تو ایک خادم کے طور پر یاد آتا ہے کہ یہاں ضرورت پڑی ہے اے خدا! آ میرا کام کر دے۔

بیمار ہوتا ہے "تو یاد آنے کا یہ مطلب نہیں کہ بکلی نہیں نکلا، بکلی نکلا ہوا ہے اور یاد خدا کے طور پر نہیں آتا بلکہ نوکر کے طور پر آتا ہے۔ ایک متکبر شخص اپنے سے ادنیٰ وجود کو جس طرح سمجھتا ہے کہ میری خدمت کے لائق بنایا گیا ہے جب ضرورت پڑے گی آواز دے گا تو خدا سے وہ تعلق ہرگز نہیں ہے وہ خدا اس کی دنیا سے نکل چکا ہے اور تبھی پھر وہ آتا نہیں۔ ایسا شخص لاکھ آوازیں دیتا رہ جائے خدا اس کی دنیا میں نہیں آتا کیونکہ اس کی آواز اس کو پہنچتی نہیں۔ پس بکلی خدا سے تعلق توڑ بیٹھنا ایک اتنا خطرناک مضمون ہے کہ جو روزمرہ کی زندگی میں درپیش ہونے کے باوجود ہم سوچتے نہیں ہیں۔ کیونکہ تعلق جب ٹوٹے تو ٹوٹتے ٹوٹتے، ٹوٹتا ہے۔ جڑے تو جڑتے جڑتے جڑتا ہے ہم نے صرف یہ دیکھنا ہے کہ کیا ہمارا رخ ٹوٹنے کی طرف آگے بڑھ رہا ہے یا جڑنے کی طرف آگے بڑھ رہا ہے اتنا سا شعور ہے جس کے پیدا ہونے سے آپ کتنی بڑی خطرناک ٹھوکروں سے بچ سکتے ہیں۔

مغفرت کے ساتھ جہاں رحمت کا تعلق ہے وہاں فضل کے ساتھ رضائے باری تعالیٰ کا تعلق ہے۔

بس اس بات کو سمجھانے کی خاطر یہ ساری میں نے تمہید باندھی ہے خدا سے بکلی تعلق نہ ٹوٹ جائے اگر یہ ٹوٹا تو کچھ بھی نہیں رہے گا اور بکلی تعلق تب نہیں ٹوٹے گا جب آپ نگاہ رکھیں گے کہ آپ کا تعلق ٹوٹ رہا ہے یا مضبوط ہو رہا ہے، بڑھ رہے ہیں اس کی طرف یا اس سے دور ہٹتے ہیں۔ دور ہٹتے ہوئے بھی جہاں یہ شعور پیدا ہو گیا کہ ہم نے بہت کچھ کھو دیا ہمیں واپسی چاہئے وہیں سے واپسی کا رستہ شروع ہو جائے گا، وہیں سے مغفرت کا مضمون شروع ہو جائے گا۔ لیکن اگر اتنی تاخیر ہو جائے کہ معاملہ حد سے بڑھ جائے تو پھر آپ کا تعلق ٹوٹ چکا ہوگا، آپ کو وہم میں بھی نہیں آئے گا کہ آپ کیا کھو بیٹھے ہیں اور اس وقت پھر خدا سے دوری کی لذتیں شروع ہوتی ہیں، انسان آزاد ہو جاتا ہے وہ کہتا ہے میں ہی مالک ہوں میں سب کچھ ہوں پھر جو کچھ ہو وہ کر گزرتا ہے۔ اگر حاکم ہے تو ایسا خود مختار حاکم ہے ایسا ڈکٹیٹر بن کے ابھرتا ہے کہ اس کے لئے ہر فعل جائز ہے۔ اگر وہ ملازم ہے تو بددیانتی میں اس کے مالک کے معاملات میں ظالمانہ طور پر تصرف کے معاملے میں اس کو ذرہ بھی پرواہ نہیں ہوتی۔ حکومتوں کے ملازم دیکھ لیں اب ہمارے ممالک میں جہاں بدقسمتی سے بددیانتی زیادہ ہو گئی ہے وہاں یہی حال ہے۔ حکومت کے مال کو تو یوں سمجھتے ہیں اس کی کوئی حقیقت، حیثیت ہی کوئی نہیں اس میں سے وہی مال ہے جو ہمارا بن سکتا ہے باقی جائے جہنم میں کوئی پرواہ نہیں تو اکثر ان کا بن جاتا ہے اور ایسی حکومتوں کے خزانے جب خالی ہوتے ہیں تو اس میں اوپر سے لے کے نیچے تک سب شریک ہوتے ہیں، سب مجرم ہیں۔ وہ جو حکومت کر رہے ہیں وہ بھی مجرم ہیں، جو حکومت کی تمنا لئے باہر بیٹھے ہیں وہ بھی مجرم ہیں۔ کیونکہ ہر ایک کی تمنا میں حکومت کو منفعت میں تبدیل کرنے کی نیت شامل ہوتی ہے ایسے لوگوں کا پھر کچھ بھی نہیں بنا کرتا۔ اس وقت یہ سوال نہیں ہوا کرتا یہ جائے تو فلاں آئے، اس وقت تو یہ حالت ہو جاتی ہے کہ یہ جائے گا بھی تو کیا آئے گا۔ یہ جائے یا وہ آئے یا وہ جائے اور یہ آئے ایک ہی بات کے دو نام ہیں، کوئی بھی فرق نہیں پڑتا۔

پس اس مضمون کو اس عربی شعر پر میں اب ختم کرتا ہوں جو پہلے بھی سنا چکا ہوں لیکن امرؤ القیس کا یہ شعر بہت ہی گہری حکمتوں پر مبنی ہے اور لطف دینے والا ہے اس شعر کے حوالے سے آپ کو یہ مضمون یاد رہے گا وہ کہتا ہے

الآ ایها اللیل الطویل الا انجلی
بصبحٍ فما الاصباح منک بامثل

کہ اے طویل رات، ظلم کی، اندھیروں کی، تکلیفوں کی "الا انجلی" روشن ہو جا، دن میں تبدیل ہو جا لیکن ٹھہر "الا ایها اللیل الطویل الا انجلی بصبحٍ"۔ صبح میں بدل جا "فما الاصباح منک بامثل" لیکن میں کہہ رہا ہوں وہ صبح جو آنے والی ہے وہ تجھ سے بہتر تو نہیں آئے گی۔ جو صبح آنے والی ہے وہ تاریک تر صبح ہے ہماری۔

پس وہ بدنصیب قومیں جن کا ہر انقلاب بدتر اندھیروں میں تبدیل ہو جایا کرتا ہے ان قوموں کو روشنی دینے کے لئے خدا نے ہمیں مقرر فرمایا ہے، ان کی کامل مایوسیوں کو مغفرت کی امیدوں میں تبدیل کرنے کے لئے خدا نے ہمیں مقرر فرمایا ہے۔ پس ہم نے صرف اپنا بوجھ نہیں اٹھانا ان بدنصیبوں کا بھی بوجھ اٹھانا ہے جن کی تعداد، جن کی طاقت ہم سے بہت زیادہ ہے اور جن کے نزدیک ہماری کوئی بھی حیثیت نہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ ان کی زندگی ہم سے وابستہ کر دی گئی ہے۔ آج خدا کے فضل سے ہم ہی ہیں اس مغفرت کے طالب جس کا ذکر یہاں موجود ہے اور جس مغفرت کے طالبوں کے سپرد خدا نے دوسروں کی مغفرت کے کام بھی فرما دیئے ہیں۔ پس ایسے ملکوں کے لئے، ایسی قوموں کے لئے خواہ وہ مغربی ہوں یا مشرقی دعائیں بھی کریں اور کوششیں بھی کریں کہ ان کو اپنے گناہوں کا احساس ہو جائے، یہ معلوم ہو کہ ہے تکلیف دہ بات، ہم جس راہ پہ چلے ہیں وہ اچھی راہ نہیں ہے پیشتر اس کے کہ وہ وقت آ جائے جہاں سے کوئی واپسی نہیں ہوا کرتی۔ اگر ہماری دعائیں اور ہمارا توجہ دلانا ان کے اندر یہ شعور پیدا کر دے تو پھر آخری کنارے سے پہلے پہلے یہ مڑ سکتے ہیں اور واپسی ممکن ہے۔

اللہ کرے ہمیں اپنی آخرت کو بھی محفوظ کرنے یعنی خدا کے فضل کی مغفرت کی چادر میں لپیٹنے کی توفیق ملے اور تمام بنی نوع انسان میں جہاں تک ہمارا اثر پہنچتا ہے ان سب کی بدحالت کو ایسی حالت میں تبدیل کرنے کی توفیق ملے جہاں سے مغفرت کا مضمون شروع ہوتا ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

شکریہ

اس خاص نمبر کی تیاری کے سلسلہ میں درج ذیل احباب شکریہ و دعا کے مستحق ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ مکرم مبارک احمد صاحب ایڈوکیٹ قادیان مکرم عرفان احمد صاحب قادیان مکرم قاری نواب احمد صاحب قادیان مکرم مظفر اقبال صاحب انچارج مرکزی لائبریری قادیان۔ (ادارہ)

جلسہ اعظم مذاہب کا پس منظر

(محمد سعید احمد۔ لاہور چھاؤنی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے قبل ہندوستان مذاہب کی منڈی تھا۔ تمام مذاہب کے پیروکار بشمول مسلمانوں کے ایک شدید تشنگی کا شکار تھے۔ مغرب کے صنعتی اور فکری انقلاب نے زمانے کا رُخ بدل دیا تھا۔ درحقیقت دجال اور یاجوج ماجوج کا حملہ شروع ہو چکا تھا۔ مختلف مذاہب کے علمبردار نئے حالات کے تقاضوں کو پورا کرنے سے یکسر عاری تھے۔ سائنسی انقلاب نے عقل اور فکر میں گہرائی پیدا کر دی تھی۔ عقل پرستی اور قدرت کے ظاہری مشاہدات پر مبنی علم کا جذام شدت اختیار کر گیا تھا جو بڑھتے بڑھتے بے دینی، دہریت اور فلسفہ کی صورت میں ظہور پذیر ہوا۔ مذہب کی اپنے ماننے والوں پر گرفت رفتہ رفتہ کمزور ہو رہی تھی۔ کائنات اور انسانی زندگی سے متعلق اُٹھنے والے طبعی تجسس کا مذہبی اجارہ داروں کے پاس کوئی معقول جواب نہ تھا۔

کسی بھی مذہب کے ماننے والے مرور زمانہ کی وجہ سے اپنے منبع سے دور ہٹنے کے باعث اپنے ہی مذہب کی پیش کردہ صداقتوں سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے قبل اکثر و بیشتر تمام مذاہب وحی والہام کے منکر ہو چکے تھے۔ حقیقی مذہب کی صحیح روشنی سے منور ہونے اور استفادہ کرنے کی بجائے فرقہ پرستی کو فروغ ہو رہا تھا۔ نئی سے نئی بدعت وجود میں آ رہی تھی۔ اپنی الہامی کتب سے فیض یاب ہونے کی بجائے پادریوں، پنڈتوں اور مولویوں کی بے نور کتب کو اہمیت دی جا رہی تھی۔ اہل مشرق، اہل مغرب کی شاندار دنیاوی ترقیات سے سحر زدہ تھے جو مذہب کو ذاتی معاملہ سمجھ کر مادی برتری اور مادیت کی دوڑ میں بہت آگے نکل گئے تھے۔ دونوں معاشروں نے اس فرق سے مذہب سے ایک عمومی بعد نفرت اور بغاوت کی کیفیت پیدا ہونے لگی۔ زندگی کے حقائق کو قوانین قدرت اور عقلی معیاروں پر پرکھا جانے لگا۔ ان حالات میں مذہب سے بے رخی اختیار کرنے والوں کو نرمی، دانشمندی اور معقولیت سے قائل کرنے کی بجائے فتووں کی گولہ باری ہونے لگی۔ مشرق و مغرب میں عقل پرستی کو عروج حاصل ہوا جس کا طبعی نتیجہ فلسفے کا غلبہ اور دہریت کا فروغ تھا۔ مذہب کے مقابلے میں فلسفے اور دہریت کے تمام اصول اور قواعد من گھڑت اور قیاس پر مبنی تھے۔ ایسا ہی ہوتا رہا کہ فلسفی اکثر و بیشتر اپنے ہی وضع کردہ قوانین کو از خود رد کر دیتے بلکہ ایسا عمل ان کی زندگی میں بار بار ہوتا رہتا۔ ایسی بودی اور کمزور بنیاد پر تعمیر ہونے والے نظریات نے مذاہب پر بڑے زور آور حملے کئے۔ مذاہب میں بگاڑ کی وجہ سے اہل مذاہب کے پاس ان حملوں کا کوئی توڑ نہ تھا۔ اس لئے راہ فرار کے طور پر رہبانیت، تصوف، چلہ کشی، الٹے سیدھے وظائف، پیر پرستی، قبر پرستی جیسی تحریکات اور بدعات نے جنم لیا۔ متقدمین کی اندھی تقلید اور مذہب میں BLIND FAITH میں عافیت محسوس کی جا رہی تھی۔ جو لوگ فلسفہ اور دہریت کا شکار ہو گئے ان کو ملحد و کافر کہہ کر تسلی پالی گئی۔ مذہب کی چار دیواری میں مقید انبوہ نے شرک کی راہیں اختیار کر لیں۔ ہندو اور عیسائی تو پہلے ہی اس مرض میں گرفتار تھے۔ مسلمانوں نے بھی تیزی سے اس گمراہی میں قدم رکھنا شروع کر دیا۔

جب حالات مزید دگرگوں ہوئے تو قریباً ہر مذہب میں ایک موعود مصلح کی تلاش شروع ہوئی۔ اس کے ظہور کے وقت کا بار بار تعین کیا جاتا۔ مساجد، مندروں، گرجاؤں اور عبادت گاہوں میں دھواں دھار تقاریر سے اس خیالی موعود کے تصور کو سنہری رنگ دیا جاتا کہ ہماری تمام مشکلات کا حل اس کے ظہور پر ہو گا۔ اس کے آنے میں تاخیر پر مرثیے لکھے گئے، شکوے تحریر کئے گئے جو فی الواقعہ بہت دردناک ہیں۔ ان مساعی نے اہل مذہب کو سکون بخشنے کی بجائے خدا سے دوری بلکہ خدا کی ہستی کے متعلق شبہات میں مبتلا کر دیا۔

اس صورت حال کا یہ حل ڈھونڈا گیا کہ مذاہب آپس میں دست و گریباں ہو جائیں۔ جو مذہب جتنا حق سے دور اور کمزور تھا اتنا ہی زوردار حملہ آور بننے کی کوشش کرنے لگا۔ اپنی خوبیاں بیان کرنے کی بجائے دوسرے مذاہب کی برائیاں بیان کی جاتیں۔ پھر ہر ایک مذہب میں فرقہ واریت کے ناسور اُبھرنے لگے۔ آخر کار تمام پرانے مذاہب "الکفر ملۃ واحدۃ" بن کر اسلام پر حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں کی بدقسمتی کہ ایسے شدید حملوں کو برداشت کرنے کی ان میں سکت نہ تھی، اہلیت نہ تھی اور عقائد و اعمال میں ان کی اپنی پیدا کردہ بدصورتی نے دفاع کی قوت کو مزید کمزور کر دیا۔

1820ء میں مشہور ہندو لیڈر راجہ رام موہن رائے نے برہمو سماج کی بنیاد رکھی۔ جس کی تمام تر بنیاد عقل کی قیادت اور الہام کے انکار پر تھی۔ 1875ء میں سوامی دیانند نے آریہ سماج جیسی قومی اور نسلی تحریک کی بنیاد رکھی جس کا مقصد ہندو مذہب کو اس وقت کے حالات کے مطابق مناسب ترامیم کے ساتھ پیش کرنا، ہندوؤں کی وسیع پیمانے پر تنظیم کرنا، انہیں انگریزی علوم سے مسلح کرنا اور اسلام کو مٹا دینا تھا۔ آریہ سماج وید کے بعد الہام کا قائل نہیں۔ ہندوستان میں برطانوی حکومت کی آمد کے ساتھ عیسائی پادریوں نے اسلام پر یلغار کر دی۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں مسلمان مرتد ہو کر عیسائی ہو گئے۔ قادیان کے قریب بٹالہ میں 21 نومبر 1887ء کو مشن چرچ کی بنیاد رکھی گئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قریباً پچیس تیس برس تمام مذاہب کا عمیق مطالعہ فرمایا اور اس میں پیدا شدہ بگاڑ کا جائزہ لیا۔ اسلام حضور کی خصوصی توجہ کا مستحق تھا اور باغیان مذہب یعنی فلاسفروں اور دہریوں کے افکار آپ نے بڑے غور سے زیر نظر رکھے۔ چنانچہ حضور اپنی کتاب ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں:

"بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ یورپ اور امریکہ نے اسلام پر اعتراضات کرنے کا ایک بڑا ذخیرہ پادریوں سے حاصل کیا ہے اور ان کا فلسفہ اور طبعی بھی ایک الگ ذخیرہ نکتہ چینی کا رکھتا ہے۔ میں نے دریافت کیا ہے کہ تین ہزار کے قریب حال کے زمانہ نے وہ مخالفانہ باتیں پیدا کی ہیں جو اسلام کی نسبت بصورت اعتراض سمجھی گئی ہیں۔ حالانکہ اگر مسلمانوں کی لاپرواہی کوئی بد نتیجہ پیدا نہ کرے تو ان اعتراضات کا پیدا ہونا اسلام کیلئے کچھ خوف کا مقام نہیں۔ بلکہ ضرور تھا کہ وہ پیدا ہوتے تا اسلام اپنے ہر ایک پہلو سے چمکتا نظر آتا۔"

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 517)

اس بحر و بر کے فساد کے وقت غیر متعصب مذہبی دانشور اور دردمند دل رکھنے والے بزرگان مذاہب یہ سوچنے پر مجبور ہوئے کہ الحاد کے سیلاب کے آگے بند باندھا جائے اور دہریت کی زہریلی بجلیاں توڑی جائیں۔ ایسی سوچ کے مالک سوامی سادھو شوگن چندر نے تمام مذاہب کے چیدہ نمائندگان کو مشترکہ مذہبی پلیٹ فارم پر جمع کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔ ایک کانفرنس پہلے اجمیر میں 1885ء میں ہوئی اور دوسری 1896ء میں لاہور میں ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس مقصد کے لئے دسمبر 1895ء میں ایک ولولہ انگیز اشتہار دیا تھا جس کا عنوان "جلسہ تحقیق مذاہب" تھا۔ اس مجوزہ جلسہ میں حضور نے یہودی، عیسائی، آریہ، مجوسی، برہمو، جین، بدھ، سناتن دھرم مذاہب کے علاوہ دہریوں میں سے فلاسفروں کے نمائندگان کو دعوت شرکت دی۔ اجلاس میں شمولیت کے 15 قواعد تھے مثلاً سب سے پہلے نمائندگان اس طریق معرفت کو بیان کریں جو خدا تعالیٰ کے اقرار یا انکار کی نسبت انہیں معلوم ہے اور مذہب کی ضرورت پر دلائل دئے جائیں اور یہ کہ اس کے پیش کردہ وسائل نجات کی بنیاد کیا ہے۔ افسوس کہ اس وقت تاریکی میں ڈوبی ہوئی دنیا نے اس پرنور دعوت کی شناخت نہ کی اور یہ جلسہ تحقیق مذاہب منعقد نہ ہو سکا۔

قبل ازیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1890ء میں اپنی کتاب فتح اسلام میں ایک اشتہار درج فرمایا جس کا عنوان تھا:

"اشتہار عام معترضین کی اطلاع کے لئے"

اس میں آپ نے فرمایا:

"ہم نے ارادہ کیا ہے کہ موجودہ زمانہ میں جس قدر مختلف فرقے اور مختلف رائے کے آدمی اسلام پر یا تعلیم قرآنی پر یا ہمارے سید و مولیٰ جناب عالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے ہیں یا جو کچھ ہمارے ذاتی اُمور کے متعلق نکتہ چینیاں کر رہے ہیں، یا جو کچھ ہمارے الہامات اور ہمارے الہامی دعاوی کی نسبت ان کے دلوں میں شبہات اور وساوس ہیں۔ ان سب اعتراضات کو ایک رسالہ کی صورت میں نمبروار مرتب کر کے چھاپ دیں۔ اور پھر ان نمبروں کی ترتیب کے لحاظ سے ہر ایک اعتراض اور سوال کا جواب دینا شروع کریں۔ لہٰذا عام طور پر تمام عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں اور یہودیوں اور مجوسیوں اور دہریوں اور برہموؤں اور طبیعیوں اور فلسفیوں اور مخالف الرائے مسلمانوں وغیرہ کو مخاطب کر کے اشتہار دیا جاتا ہے کہ ہر شخص جو اسلام کی نسبت یا خود ہماری نسبت، ہمارے مذہب خدا داد کی نسبت، ہمارے الہامات کی نسبت کچھ اعتراضات رکھتا ہے تو اگر وہ طالب حق ہے تو اس پر لازم و واجب ہے کہ وہ اعتراضات خوشخط قلم سے تحریر کر کے ہمارے پاس بھیج دے۔ تا وہ تمام اعتراضات ایک جگہ اکٹھے کر کے ایک رسالہ میں نمبروار ترتیب دے کر چھاپ دئے جائیں اور پھر نمبروار ایک ایک کا مفصل جواب دیا جائے۔"

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 26، 27)

یاد رہے کہ پوری اُنیسویں صدی میں مسلمانوں کے تمام فرقوں کے علماء مل کر بمشکل ان تین ہزار اعتراضات میں سے ڈیڑھ یا پونے دو صد اعتراضات کا جواب دے پائے۔ اس پس منظر میں 1896ء میں جلسہ اعظم مذاہب منعقد ہوا اور اس میں مقررین کو پانچ سوالات کے جوابات کی دعوت دی گئی جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس تین ہزار اعتراضات کے جوابات موجود تھے۔ بلکہ ایک حد تک براہین احمدیہ اور بعد کی کتب میں جواب دئے جا چکے تھے۔

اس جلسہ اعظم مذاہب میں مقرر کردہ پانچ سوالات درحقیقت فلسفہ، دہریت اور مختلف مذاہب کے باہمی جھگڑوں کی وجہ سے خواص و عام میں پائی جانے والی بے چینی اور حق اور سچائی کے متلاشیان کی جستجو کا نقشہ ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 21 دسمبر 1896ء کو جلسہ اعظم مذاہب میں شرکت کی دعوت دینے کے لئے جو اشتہار شائع فرمایا تھا اس کے عنوان "سچائی کے طالبوں کے لئے ایک عظیم خوشخبری" سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس مضمون کا حقیقی مقصد اس زمانہ کے تمام فتنوں، وسوسوں، پریشان خیالی، بے چینی اور حق سے دوری کا علاج کرنا تھا۔ حضور نے اس مضمون کے ذریعہ زندہ خدا، زندہ رسول، زندہ کتاب اور زندہ مذہب کو ساری دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔ مسلم اور غیر مسلم منکرین اور مقررین اس لیکچر کو سن کر ورطہ حیرت میں ڈوب گئے۔ تمام شکوک رفع ہو گئے۔ مردہ مذاہب اور فلسفیانہ انسانی تحریکوں کی قلعی کھول دی گئی۔ درحقیقت آسمان سے ایک ایسا نور نازل ہوا جس نے تمام دنیا کو منور کر دیا۔

جیسا کہ میں ذکر کر چکا ہوں اصل میں یہ شاندار کارنامہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پہلے ہی "براہین احمدیہ" میں سرانجام دے چکے تھے۔ حضور براہین احمدیہ کے چھ عظیم فوائد میں سے تیسرا فائدہ یوں بیان فرماتے ہیں:

"........ کہ جتنے ہمارے مخالف ہیں یہودی، عیسائی، مجوسی، آریہ، برہمو، بت پرست، دہریہ، طبعیہ، اباحتی، لامذہب سب کے شبہات اور وساوس کا اس میں جواب ہے۔"

(باقی دیکھیں صفحہ 39 پر)

لیکچر اسلامی اُصول کی فلاسفی کا پس منظر

از محترم مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہد ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا ایک عظیم مقصد غلبۂ اسلام بر ادیانِ عالم بھی تھا۔ جیسا کہ آیت کریمہ

هُوَ الَّذِيٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِۦ (الصف: ۱۰)

میں بیان کیا گیا ہے۔ یعنی وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسُول کو ہدایت کے ساتھ اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ تمام مُفسّرین خواہ وہ شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے ہوں یا سُنّی مسلک سے، اِس بات پر متفق ہیں کہ یہ غلبۂ اسلام، القائم یا مسیح موعود و مہدی معہود کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس تقدیرِ الٰہی کے تحت علمی لحاظ سے براہین احمدیہ کی تصنیف سے لے کر تا دم آخر اس فریضہ کو اِس خوبی سے سرانجام دیا کہ جس کی نظیر اُمّتِ محمّدیہ کے گزشتہ چودہ سو سال میں کہیں نہیں پائی جاتی۔

اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک سامان یہ کیا کہ ۱۸۹۶ء میں ایک ہندو سادھو منش جناب سوامی شوگن چندر جی کے ذریعہ لاہور میں جلسہ اعظم مذاہب منعقد کئے جانے کی تحریک کی۔ تاکہ ایک ہی اسٹیج پر تمام مذاہب کے نمائندے اکٹھے ہو کر اپنے اپنے مذہب کی تعلیمات و نظریات پر معیّنہ اور مقرّرہ موضوعات کے مطابق روشنی ڈالیں۔ تاکہ سامعین پر روشن ہو کہ کس مذہب کی تعلیم وعقائد حق پر مبنی اور فطرتِ انسانی کو اپیل کرنے والے ہیں۔

چنانچہ اِس بات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی۔ جس کے پریذیڈنٹ ماسٹر دُرگا پرشاد اور چیف سیکرٹری ہائیکورٹ لاہور کے ایک ہندو پلیڈر لالہ دھنپت رائے بی۔ اے۔ ایل ایل بی تھے۔ اِس کمیٹی نے مذکورہ غرض کے لئے مندرجہ ذیل پانچ سوال تجویز کئے:۔

۱۔ انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور رُوحانی حالتیں۔

۲۔ انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عُقبیٰ۔

۳۔ دُنیا میں اِنسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے۔ اور وہ غرض کس طرح پُوری ہو سکتی ہے۔

۴۔ کرم یعنی اعمال کا اثر دُنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔

۵۔ علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں۔

کانفرنس کے لئے ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کی تاریخیں مقرّر کی گئیں اور جلسہ گاہ کے لئے انجمن حمایت اسلام لاہور کے ہائی سکول کا احاطہ تجویز ہُوا۔

جلسہ کی کارروائی کے لئے مندرجہ ذیل چھ موڈریٹر صاحبان مقرر کئے گئے:۔

۱۔ رائے بہادر بابو پرتول چند صاحب جج چیف کورٹ۔ پنجاب۔

۲۔ خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب جج سمال کاز کورٹ لاہور۔

۳۔ رائے بہادر پنڈت رادھا کشن صاحب کول، پلیڈر چیف کورٹ۔ سابق گورنر جموں۔

۴۔ حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب طبیب شاہی۔

۵۔ رائے بھوانی داس صاحب ایم۔ اے اکسٹرا اسٹلمنٹ آفیسر جہلم۔

۶۔ جناب سردار جواہر سنگھ صاحب سیکرٹری خالصہ کمیٹی لاہور۔

اشتہار واجب الاظہار

سوامی شوگن چندر صاحب نے کمیٹی کی طرف سے جلسہ کا اشتہار دیتے ہوئے مُسلمانوں، عیسائیوں اور آریہ صاحبان کو قسم دی کہ اُن کے نامی علماء ضرور اِس جلسے میں اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان فرمائیں۔ چنانچہ انہوں نے لکھا:۔

”اس وقت یہ بندہ کل صاحبان مذاہب کی خدمت میں جو اپنے اپنے مذہب کے اعلیٰ درجہ کے واعظ اور ہی نوع کی ہمدردی کے لئے سرگرم ہیں ادب و انکسار سے گذارش کرتا ہے کہ جو جلسہ اعظم مذاہب کا بمقام لاہور ٹاؤن ہال قرار پایا ہے جس کی تاریخیں ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء مقرّر ہو چکی ہیں۔ اس جلسہ کے اغراض یہی ہیں کہ سچے مذہب کے کمالات اور خُوبیاں ایک عام مجمع مہذب مہذبین میں ظاہر ہو کر اس کی محبت دلوں میں بیٹھ جائے اور اس کے دلائل اور براہین کو لوگ بخوبی سمجھ لیں۔ اور اس طرح پر ہر ایک مذہب کے بزرگ واعظ کو موقع ملے کہ وہ اپنے مذہب کی سچائیاں دُوسروں کے دِلوں میں بٹھادے۔ اور سُننے والوں کو بھی یہ مبارک موقع حاصل ہو کہ وہ ان سب بزرگوں کے مجمع میں ہر ایک تقریر کا دُوسرے کی تقریر کے ساتھ موازنہ کریں۔ اور جہاں حق کی چمک پاویں اس کو قبول کرلیں۔ اور پھر یہ سب تقریریں ایک مجموعہ میں چھپ کر پبلک کے فائدہ کے لئے اُردو اور انگریزی میں شائع کر دی جائیں۔

اِس بات کو کون نہیں جانتا کہ آجکل مذاہب کے جھگڑوں سے دِلوں میں بہت کچھ اُبال اُٹھا ہُوا ہے۔ اور ہر ایک طالبِ حق سچے مذہب کی تلاش میں ہے۔ اور ہر ایک دِل اس بات کا خواہشمند ہے کہ جس مذہب میں درحقیقت سچائی ہے وہ مذہب معلوم ہو جائے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیونکر معلوم ہو۔ اس سوال کے جواب میں جہاں تک فکر کام کرسکتا ہے یہی احسن طریق معلوم ہوتا ہے کہ تمام بزرگان مذہب جو وعظ اور نصیحت اپنا شیوہ رکھتے ہیں ایک مقام میں جمع ہوں۔ اور اپنے اپنے مذہب کی خُوبیاں سوالاتِ مشتہرہ کی پابندی سے بیان فرمائیں۔ پس اس مجمع اکابر مذاہب میں جو مذہب سچے پرمیشر کی طرف سے ہوگا۔ ضرور وہ اپنی نمایاں چمک دکھلائے گا۔ اسی غرض سے اِس جلسہ کی تجویز ہُوئی ہے۔ اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو کسی مذہب کو اِس پر اعتراض ہو۔ سراسر بےتعصب اُصول پر مبنی ہے۔ لہذا یہ خاکسار ہر ایک بزرگ واعظ مذہب کی خدمت میں بانکسار عرض کرتا ہے کہ میرے اس ارادہ میں مجھ کو مدد دیں۔ اور مہربانی فرماکر اپنے سچے مذہب کے جوہر دکھلانے کے لئے تاریخ مقررہ پر تشریف لاویں۔ مَیں اس بات کا یقین دلاتا ہُوں کہ خلافِ تہذیب اور برخلاف شرائطِ مشتہرہ کے کوئی امرظہُور میں نہیں آئے گا۔ اور صُلح کاری اور محبت کے ساتھ یہ جلسہ ہوگا۔ اور ہر ایک قوم کے بزرگ واعظ خُوب جانتے ہیں کہ اپنے مذہب کی سچائی ظاہر کرنا ان پر فرض ہے۔ پس جس حالت میں اس غرض کے لئے یہ جلسہ انعقاد پایا ہے کہ سچائیاں ظاہر ہوں تو خُدا نے اُن کو اس فرض کے ادا کرنے کا اب خُوب موقع دیا ہے۔ جو ہمیشہ انسان کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ میرا دِل اس بات کو قبُول نہیں کرسکتا کہ اگر ایک شخص سچا جوش اپنے مذہب کے لئے رکھتا ہو اور فی الواقع اس بات میں ہمدردی انسانوں کی دیکھتا ہو کہ ان کو اپنے مذہب کی طرف کھینچے تو پھر وہ ایسی نیک تقریب میں کہ جبکہ صدہا مہذب اور تعلیم یافتہ لوگ ایک عالمِ خاموشی میں بیٹھ کر اس کے مذہب کی خوبیاں سُننے کے لئے تیار ہوں گے ایسے مُبارک وقت کو وہ ہاتھ سے دیدے۔ اور ذرا اُس کو اپنے فرض کا خیال نہ آوے۔ اس وقت مَیں کیونکر کوئی عذر قبول کروں۔ کیا مَیں قبُول کرسکتا ہُوں کہ جو شخص دُوسرے کو ایک مُہلک بیماری میں خیال کرتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ اس کی سلامتی میری دوا میں ہے اور بنی نوع کی ہمدردی کا دعویٰ بھی کرتا ہے وہ ایسے موقع میں جو غریب بیمار اس کو علاج کے لئے بلاتے ہیں وہ دانستہ پہلوتہی کرے۔ میرا دِل اس بات کے لئے تڑپ رہا ہے کہ یہ فیصلہ ہو جائے کہ کونسا مذہب درحقیقت سچائیوں اور صداقتوں سے بھرا ہُوا ہے۔ اور میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ میں اپنے اس سچے جوش کو بیان کرسکوں۔ میرا قوموں کے بزرگ واعظوں اور جلیل الشان حامیوں پر کوئی حکم نہیں صرف اُن کی خدمت میں سچائی ظاہر کرنے کے لئے ایک عاجزانہ التماس ہے۔ مَیں اس وقت مسلمانوں کے معزز عُلماء کی خدمت میں ان کے خُدا کی قسم دے کر بادب التماس کرتا ہوں کہ اگر وہ اپنا مذہب منجانب اللہ جانتے ہیں تو اس موقعہ پر اپنے اس نبی کی عزت کے لئے جس کے فدا شدہ اپنے تئیں خیال کرتے ہیں۔ اس جلسہ میں حاضر ہوں۔ اِسی طرح بخدمت پادری صاحبان نہایت ادب اور انکسار سے میری التماس ہے کہ اگر وہ اپنے مذہب کو فی الواقعہ سچا اور انسانوں کی نجات کا ذریعہ خیال کرتے ہیں تو اس موقعہ پر ایک اعلیٰ درجہ کا بزرگ اُن میں سے اپنے مذہب کی خوبیاں سُنانے کے لئے جلسہ میں تشریف لاوے۔ مَیں نے جیسا کہ مُسلمانوں کو قسم دی ایسا ہی بزرگ پادری صاحبوں کو حضرت مسیح کی قسم دیتا ہُوں۔ اور اُن کی محبت اور عزت اور بزرگی کا واسطہ ڈال کر خاکساری کے ساتھ عرض پرداز ہُوں کہ اگر کسی اور نیت کے لئے نہیں تو اس قسم کی عزت کے لئے ضرور اِس جلسہ میں ایک اعلیٰ بزرگ اُن میں سے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے کے لئے تشریف لاویں۔ ایسا ہی میں اپنے بھائیوں آریہ سماج والوں کی خدمت میں اس پرمیشر کی قسم دے کر جس نے وید مقدس کو اپنت کیا عاجزانہ عرض کرتا ہوں کہ اس جلسہ میں ضرور کوئی اعلیٰ واعظ ان کا تشریف لاکر وید مقدس کی خوبیاں بیان کرے۔ اور ایسا ہی صاحبان سناتن دھرم اور برہمو صاحبوں وغیرہ کی خدمت میں اسی قسم کے ساتھ التماس ہے۔ پبلک کو اِس اشتہار کے بعد ایک یہ فائدہ بھی حاصل ہوگا کہ ان تمام قوموں میں سے کس قوم کو درحقیقت اپنے خُدا کی عزت اور قسم کا پاس ہے اور اگر اس کے بعد بعض صاحبوں نے پہلو تہی کی۔ تو بلاشُبہ اُن کا پہلو تہی کرنا گویا اپنے مذہب کی سچائی سے انکار کرنا ہے“۔

(المشتہر شوگن۔ المعروف سوامی شوگن چندر دھرم مہوتسو اُوپدیشک لاہور)

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۳۷۸ تا ۳۷۹ بحوالہ الفضل ۵ جولائی ۱۹۵۲ء صفحہ ۵۔ ۷)

نمائندگانِ مذاہب

چنانچہ سوامی شوگن چندر جی کے اس اشتہار کے مطابق جلسۂ اعظم مذاہب لاہور میں مندرجہ ذیل نمائندگان مذاہب نے

شمولیت کی :-

(۱) ۔ حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام (نمائندہ اسلام)
(۲) ۔ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی (نمائندہ اسلام)
(۳) ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری (نمائندہ اسلام)
(۴) ۔ مولوی ابویوسف مبارک علی صاحب (نمائندہ اسلام)
(۵) ۔ ایشری پرشاد صاحب (نمائندہ سناتن دھرم)
(۶) ۔ پنڈت گوپی ناتھ صاحب سیکرٹری سناتن دھرم سبھا لاہور (نمائندہ سناتن دھرم)
(۷) ۔ پنڈت بھانو دت صاحب ممتحن پنجاب یونیورسٹی (نمائندہ سناتن دھرم)
(۸) ۔ رائے بروده کنٹھ صاحب پلیڈر وزیر ریاست فرید کوٹ ۔ (نمائندہ تھیوسافیکل سوسائیٹی)
(۹) ۔ بابو بیجا رام چٹرجی صاحب سکھر (نمائندہ آریہ سماج)
(۱۰) ۔ ماسٹر دُرگا پرشاد صاحب (نمائندہ آریہ سماج)
(۱۱) ۔ پنڈت گوردھن داس صاحب (نمائندہ فری تھنکر)
(۱۲) ۔ سردار جواہر سنگھ صاحب ایم ۔ اے (نمائندہ سکھ مذہب)
(۱۳) ۔ ماسٹر رامجیداس صاحب (نمائندہ ہارمونیکل سوسائیٹی)
(۱۴) ۔ لالہ کاشی رام صاحب سیکرٹری برہمو سماج لاہور (نمائندہ برہمو سماج)
(۱۵) ۔ مسٹر جے مارسین صاحب بہادر جرنلسٹ لاہور (نمائندہ عیسائیت)

سوامی شوگن چندر صاحب جلسۂ اعظم مذاہب لاہور کا اشتہار دینے سے پہلے قادیان بھی آئے تھے ۔ اور جس گوہرِ مقصود کی انہیں تلاش تھی وہ گویا ان کو قادیان میں مِل گیا ۔ ادھر سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی یہ دیرینہ خواہش تھی کہ مذاہبِ عالم کی ایک ایسی کانفرنس ہو جس میں حضورؑ کو قرآنِ کریم کے فضائل وکمالات اور معجزات اور محاسنِ اسلام بیان کرنے کا موقع ملے ۔ اور ہر مذہب کا نمائندہ اپنے مذہب کی خُوبیاں بیان کرے ۔ اور عامۃ النّاس پر حق وصداقت آشکارا ہو ۔ اور اس مقابلہ میں اعلائے کلمۃ اللہ ۔ اسلام کی برتری اور آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا اظہار ہو ۔ چنانچہ اِس مقصد کے لئے سوامی شوگن چندر صاحب نے اپنی خدمات پیش کیں ۔ اور حضور اقدسؑ کو بھی اِس جلسۂ اعظم مذاہب کے لئے مضمون لکھنے کی درخواست کی ۔

حضور اقدس علیہ السلام نے باوجود ناسازئ طبع کے مضمون لکھنے کا ارادہ فرمایا ۔ اور اس کے لئے جنابِ الٰہی میں حسبِ عادت دُعا کی ۔ دُعا کے بعد حضورؑ نے محسوس فرمایا کہ ایک قُوّت آپؑ کے اندر پھُونک دی گئی ہے ۔ اور آسمانی قُوّت کی ایک زبردست جُنبش اپنے اندر محسوس فرمائی ۔ اور بیماری کے باعث لیٹے لیٹے ہی قلم برداشتہ لکھنا شرُوع کیا ۔ جب حضورؑ مضمون لکھ چکے تو خُدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہُوا کہ

مضمون بالا رہا

(حقیقۃ الوحی طبع اوّل صفحہ ۲۷۸) اس خوشخبری کے ملتے ہی آپؑ نے ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ایک اشتہار لکھا جس کا عُنوان تھا ـــ "سچائی کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشخبری" ـــ حضورؑ نے اس اشتہار میں تحریر فرمایا کہ :-

"جلسہ اعظم مذاہب جو لاہور ٹاؤن ہال میں ۲۶ ۔ ۲۷ ۔ ۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہوگا ۔ اس میں اِس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات کے بارے میں پڑھا جائے گا ۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خُدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے ۔ اس میں قرآن شریف کے وہ حقائق اور معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا کہ درحقیقت یہ خُدا کا کلام اور ربّ العالمین کی کتاب ہے ۔ اور جو شخص اِس مضمون کو اوّل سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب میں سُنے گا میں یقین کرتا ہُوں کہ ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہوگا اور ایک نیا نُور اس میں چمک اُٹھے گا ۔ اور خدا تعالےٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اُس کے ہاتھ آجائے گی یہ میری تقریر انسانی فضُولیوں سے پاک اور لاف وگزاف کے داغ سے منزّہ ہے ۔ مجھے اس وقت محض بنی آدم کی ہمدردی نے اِس اشتہار کے لکھنے کے لئے مجبُور کیا ہے ۔ کہ تا وہ قرآن شریف کے حُسن وجمال کا مشاہدہ کریں ۔ اور دیکھیں کہ ہمارے مخالفوں کا کِس قدر ظلم ہے کہ وہ تاریکی سے محبّت کرتے اور نُور سے نفرت رکھتے ہیں ۔ مجھے خُدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا ۔ اور اس میں سچّائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نُور ہے جو دُوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اوّل سے آخر تک سُنیں شرمندہ ہو جائیں گی ۔ اور ہرگز قادر نہیں ہوں گی کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دِکھلا سکیں ۔ خواہ وہ عیسائی ہوں خواہ آریہ خواہ سناتن دھرم والے یا کوئی اَور ۔ کیونکہ خُدا تعالیٰ نے اِرادہ فرمایا ہے کہ اس روز اس پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو ۔ مَیں نے "عالمِ کشف" میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا ۔ اور اُس کے چھُونے سے ..... اس محل میں سے ایک نُورِ ساطعہ نکلا جو اِرد گرد پھیل گیا ۔ اور میرے ہاتھوں پر بھی اس کی روشنی ہوئی تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا اَللّٰہُ اَکْبَرْ خَرِبَتْ خَیْبَرْ ۔ اس کی یہ تعبیر ہے کہ اس محل سے میرا دل مُراد ہے جو جائے نزُول وحُلول انوار ہے ۔ اور وہ نُور قرآنی معارف ہیں اور خیبر سے مُراد تمام خراب مذاہب ہیں ۔ جن میں شرک اور باطِل کی مِلَونی ہے اور انسان کو خُدا کی جگہ دی گئی یا خُدا کی صفات کو اپنے کامِل محل سے نیچے گرا دیا ہے ۔ سو مجھے جتلایا گیا کہ اِس مضمون کے خُوب پھیلنے کے بعد جھُوٹے مذہبوں کا جھُوٹ کھل جائے گا اور قرآنی سچّائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پُورا کرے ۔ پھر اِس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے یہ الہام ہُوا ۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَکَ اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْمُ اَیْنَمَا قُمْتَ یعنی خدا تیرے ساتھ ہے اور خُدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو ۔ یہ حمایتِ الٰہی کے لئے ایک استعارہ ہے ۔ اب میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا ۔ ہر ایک کو یہی اِطلاع دیتا ہوں کہ اپنا اپنا ہرج بھی کرکے ان معارف کے سننے کے لئے ضرور بمقام لاہور تاریخِ جلسہ پر آویں ۔ کہ ان کی عقل اور ایمان کو اس سے وہ فائدے حاصِل ہوں گے کہ وہ گمان نہیں کر سکتے ہوں گے ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ۔

خاکسار
غلام احمد از قادیان
۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء

(تبلیغِ رسالت جلد پنجم صفحہ ۷۷ تا ۷۹)

حضور علیہ السلام نے اس موقع پر حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ کو بُلا کر فرمایا :-

"میاں عبدالرحمٰن ! اِس اشتہار کو چھپوا کر خود لاہور لے جاؤ اور خواجہ صاحب (یعنی خواجہ کمال الدین صاحب ۔ ناقل) کو (جو کہ ایک ہی روز پہلے انتظاماتِ جلسہ کے لئے لاہور بھیجے گئے تھے) پہنچا کر ہماری طرف سے تاکید کر دینا کہ اس کی خُوب اشاعت کریں ۔ ضرورت ہو تو وہیں اَور چھپوالیں ۔ ہماری طرف سے اُن کو خُوب اچھی طرح تاکید کرنا ۔ کیونکہ وہ بعض اوقات ڈر جایا کرتے ہیں ۔ بار بار اور زور سے یہ پیغام پہنچا دینا کہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں ۔ لوگوں کی مخالفت کا خیال اِس کام میں ہرگز روک نہ بنے ۔ یہ انسانی کام نہیں کہ کسی کے روکے رُک جائے گا ۔ بلکہ خدا کا کام ہے جو بہرحال پُورا ہو کر رہے گا ۔"

(اصحابِ احمد جلد نہم صفحہ ۲۵۰)

چنانچہ حضورؑ کا یہ اشتہار بڑی کثرت سے شائع ہُوا اور ہندوستان کے دُور دراز علاقوں تک پھیلا دیا گیا ۔

مقررہ تاریخ پر جلسہ اعظم مذاہب شرُوع ہُوا ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بوجہ علالتِ طبع خود تشریف نہ لے جاسکے ۔ آپؑ کے مضمون کے لئے ۲۷ دسمبر کا دِن اور دوپہر ڈیڑھ بجے کا وقت مقرر تھا ۔ آپؑ کے مضمون کو آپؑ کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہُ نے اِس فصاحت وبلاغت سے پڑھنا شرُوع کیا کہ لوگ بے اختیار جھُومنے لگے ۔ اور حاضرین پر ایک سحر کا سا عالَم طاری تھا ۔ مُسلم تو مُسلم ۔ غیر مُسلم تک بے ساختہ سُبحان اللہ ، سُبحان اللہ کہہ کر صدائے تحسین و آفرین بلند کر رہے تھے ۔ ایک وجد کا سماں تھا اور مضمون کی رُوحانی کیفیت دِلوں پر حاوی تھی ۔

ساڑھے تین بجے مقررہ وقت ختم ہو گیا ۔ اس کے بعد مکرم مولوی ابویُوسف مبارک علی صاحب کے مضمون کا وقت تھا ۔ انہوں نے حضور اقدسؑ کے مضمون کی علمی شان اور جذب و کشش کو دیکھ کر اپنا وقت بھی حضورؑ کے مضمون کے لئے دے دیا ۔ چار بج گئے مگر مضمون ابھی باقی تھا ۔ اور لوگوں کی دِلچسپی بڑھتی جا رہی تھی ۔ چنانچہ لوگوں کے اِصرار اور خود منتظمین کی دِلچسپی کے باعث یہ مضمون پڑھا جاتا رہا ۔ حتّٰی کہ ساڑھے پانچ بج گئے ۔ اور اندھیرا چھانے لگا ۔ اور مجبُوراً یہ مجلس برخاست کرنی پڑی ۔ اور باقی مضمون جلسے کا ایک دِن بڑھا کر مورخہ ۲۹ دسمبر کو نہایت شان وشوکت سے پڑھا گیا ۔ اور کوئی دِل نہ تھا جس نے اس کی لذّت وسُرور اور رُوحانی تاثیر کو محسوس نہ کیا ہو ۔ اور ہر شخص کی زبان پر یہی الفاظ تھے کہ مضمون بالا ہے ۔ بالا ہے ۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضؓ نے ایک یہ ایمان افروز بات بھی بیان فرمائی کہ ـ "ہم نے اپنے کانوں سُنا اور آنکھوں دیکھا کہ کئی ہندُو اور سکھ صاحبان مسلمانوں کو گلے لگا لگا کر کہہ رہے تھے کہ :-

"اگر یہی قرآن کی تعلیم اور یہی اسلام ہے جو آج مرزا صاحب نے بیان فرمایا ہے تو ہم لوگ آج نہیں کل اس کو قبول کرنے پر مجبُور ہوں گے ۔ اور اگر مرزا صاحب کے اِس قِسم کے ایک دو اَور مضمون سُنائے گئے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اِسلام ہی ہمارا مذہب ہوگا ۔"

(اصحابِ احمد جلد نہم صفحہ ۲۵۵)

(بقیّہ صفحہ ۱۶)

ظاہر ہے کہ مقابلہ میں شکست کی ذلت کو چُھپانا تھی حالانکہ ان کی یہ حرکت عذرِ گناہ بدتر از گناہ اور اپنے ہاتھوں اپنی خاک اُڑانے کے مترادف تھی ۔ یہ امر منتظمین سے پوشیدہ نہ تھا ۔ منتظمین نے مولوی صاحب کے اس واویلا اور غوغا کو درخورِ اعتناد ہی نہ سمجھا ۔

اس طرح مولوی صاحب کی پردہ داری کی بجائے اور بھی زیادہ پردہ دری ہوئی ورنہ اگر حقیقت یہی تھی جس کا اُن کو گلہ تھا تو کیوں نہ اپنا اصل مضمون شائع کرکے منتظمین کے اس فریب اور دھوکہ کو اظہر من الشمس کر دکھایا ۔

برین عقل و دانش بباید گریست

(۲۰) ۔ سوامی شوگن چندر صاحب جن کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے اس عظیم الشان نشانِ صداقت کے اظہار کے سامان پیدا کئے ۔

حضرت مُنشی جلال الدین صاحب بلانوی اور حضرت پیر جی سراج الحق صاحب نعمانی رضوان اللہ علیہم دونوں بزرگوں کے ہاتھ کا نقل کردہ حضرت اقدس کا وہ مضمون جن پر سے حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ نے اس جلسہ میں پڑھ کر سنایا تھا آج تک میرے پاس محفوظ ہے ۔ مگر چونکہ اس مقدس اور قیمتی امانت کی حفاظت کا حق ادا کرنے سے قاصر ہوں لہذا قومی امانت سمجھ کر اس کو سیدنا قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ عالی مقام مرزا بشیر احمد صاحب سلّمہ ربّہٗ کے سپرد کرتا ہوں جو ایسے کاموں کے احق اور اہل ہیں تاکہ قائم ہونے والے قومی میوزیم میں رکھ کر اس کو آنے والی نسلوں کے ایمان وایقان کی مضبوطی وزیادتی اور عرفان میں ترقی کا ذریعہ بنا سکیں ۔ فقط

عبدالرحمٰن قادیانی
۲۰ جولائی ۱۹۴۲ء

از قلم حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ سابق مہتہ ہریشچندر

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب سابق مہتہ ہریش چندر

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ جنہوں نے جلسہ اعظم مذاہب سے صرف ایک سال قبل اسلام قبول کیا تھا، آپ کا سابق نام مہتہ ہریشچندر تھا۔ آپ ۹۶ء کے جلسہ اعظم مذاہب کے عینی شاہد ہیں اور اس اعتبار سے کہ آپ نے اس عظیم واقعہ سے صرف ایک سال قبل اسلام قبول کیا تھا اسلامی اصول کی فلاسفی کے متعلق آپ کا تبصرہ یقیناً ایک غیر جانبدار شخصیت کا تبصرہ کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ آپ نے اپنے سابقہ مذہب کے سکالرز کے خیالات کے علاوہ اس جلسہ میں دیگر مذاہب کے سکالرز کے خیالات بھی سنے اور پھر جو نتیجہ اخذ فرمایا وہ آپ کے درج ذیل ایمان افروز مضمون میں صداقت احمدیت پر ایک چمکتا ہوا نشان ہے۔

یہ مضمون تحریر فرما کر حضرت بھائی جی نے محترم ملک صلاح الدین صاحب مؤلف "اصحاب احمد" کو عنایت فرمایا جسے آپ نے "اصحاب احمد" جلد نہم میں درج فرمایا اور اسی حوالہ سے ہم یہاں قارئین بدر کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جوش تبلیغ اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے لگن اور دُھن کی کیفیت کا بیان انسانی طاقت سے باہر ہے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ حضور کا منصب وکام ہی خداوند عالم نے اسلام کو تمام دوسرے مذاہب پر غالب کر دکھانا مقرر فرمایا ہے اور جن خواص کو یہ خدمات تفویض ہُوا کرتی ہیں ان کے لئے بلغ ما انزل الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ کا حکم الٰہی ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ حضور پُر نور نے حق کی تبلیغ کی ادائیگی میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی اور نہ ہی کوئی فروگذاشت کی دن کیا رات حضور کو یہی رہتی اور حضور کوئی موقع تبلیغ کا ہاتھ سے نہ جانے دیتے اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے خلوت میں اور جلوت میں الغرض ہر حال میں اسی فکر میں اور اسی دُھن میں رہتے چنانچہ حضور پُر نور کی سوانح کا ہر ورق اور حیاتِ طیبہ کا ہر لمحہ بزبان حال میرے اس بیان کا گواہ اور شاہدِ عادل ہے لمبے مطالعہ اور حضور کی تصنیف کی گہرائیوں کو الگ رکھ کر اگر حضور کے صرف ایک دو ورقہ اشتہار پر ہی بہ نیت انصاف، تعصب سے الگ ہو کر نظر ڈالی جائے جو حضور نے ۹ ستمبر ۱۸۹۰ء کو شائع فرمایا تو یقیناً میرے اس بیان کی تصدیق کرنا پڑے گی اور حضور کی یہی تڑپ اور خلوص نیت کا ہی نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ بھی ہر رنگ میں آپ کی غیر معمولی تائید و نصرت فرماتا اور غیب سے سامان مہیا فرما دیا کرتا اور حضور خدا کے اس فضل و احسان کا اکثر تحدیثِ نعمت کے طور پر یوں ذکر فرمایا کرتے کہ۔

"خدا کا کتنا فضل و احسان ہے کہ ادھر ہمارے دل میں ایک خواہش پیدا ہوتی ہے یا کوئی ضرورت پیش آتی ہے اور ادھر اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرنے کے سامان مہیا کر دیتا ہے"۔

(۲)۔ ۱۸۹۶ء کے نصف دوم کا زمانہ تھا کہ اچانک ایک اجنبی انسان سادھو منش، بھگوے کپڑوں میں ملبوس شِشوگُن چندر نام واردِ دارالامان ہُوا اور جلد ہی ہماری مجالس کا ایک بے تکلف رُکن نظر آنے لگا۔ ایک آدھ دن سیدنا حضرت حکیم الامت مولانا مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی مجلس میں شریک ہُوا تو دوسرے ہی روز وہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربارِ شام اور صبح کی سیر میں شامل ہو کر حضور کی خاص توجہات کا مورد بن گیا کیونکہ وہ شخص اپنے آپ کو حق کا متلاشی اور صداقت کا طالب ظاہر کرتا ہُوا اپنی روحانی پیاس بجھانے کے لئے آسمانی پانی کی تلاش میں دُور ونزدیک، قریہ بہ قریہ بلکہ کو بکو سرگرداں پھرتا ہُوا قادیان کی مقدس بستی میں اپنے مدعا و مقصد کے حصول کی اُمید لے کر آیا اور کچھ لے کر ہی لوٹنے کی نیت سے پہنچا تھا اور اس کی نیک نیتی کا ہی نتیجہ تھا کہ وہ باوجود بالکل غیر ہونے کے بہت جلد اپنا لیا گیا وہ صرف سادھو تھا، بھگوے کپڑوں میں اپنا فقر و حاجات چھپائے تھا اور نہ ہی کوئی ایسا سوالی جس کو دام و درہم کی ضرورت اور روپیہ پیسہ کا لالچ قادیان میں تقسیم ہوتے خزائن کی خبریں یہاں کھینچ لائی ہوں بلکہ وہ واقعہ میں متلاشی حق اور طالب صداقت تھا ورنہ خدا کا برگزیدہ مسیح الزمان جس کی فراست کامل جوہر شناس تھی اور جو خدا کے عطا فرمودہ نُور سے دیکھا کرتا تھا یوں اس کی طرف ملتفت نہ ہو جاتا۔

۳۔ شِشوگُن چندر ایک تعلیم یافتہ اور معقول انسان تھا جو گورنمنٹ میں کسی اچھے عہدہ پر فائز تھا بعض حوادث نے دُنیا کی بے ثباتی کا ایک نہ مٹنے والا خیال اس کے دل و دماغ پر مستولی کر دیا۔ اس کے بیوی اور بچے بلکہ خویش و اقارب تک اس سے جُدا ہو گئے اور وہ یکہ و تنہا رہ گیا دل و دماغ میں پیدا شدہ تحریک نے اندر ہی اندر پرورش پائی۔ ذاتی چیزوں کے اثرات نے اس کے خیالات کی رَو کا رُخ کسی غیر فانی اور قائم بالذات ہستی کی تلاش کی طرف پھیر دیا جس سے متأثر ہو کر اس نے ملازمت چھوڑ کر ترکِ دُنیا اور تلاشِ حق کا عزم کر لیا اور سادھو بن کر جا بجا گھومنے اور ڈھونڈنے میں مصروف ہو گیا نہ معلوم کتنا عرصہ پھرا اور کہاں کہاں گیا اور اس نے کیا کچھ دیکھا اور سُنا جس کے بعد اس کو کسی نے ہمارے آقا و مولا ہادی و راہنمائے زمان کا پتہ دیا اور قادیان کی نشاندہی کی جس پر وہ صدق ولانہ اخلاص و عقیدت سے پہنچ کر حصول مقصد و مدعا کی کوشش میں مصروف ہو گیا حضور کی صحبت میں رہ کر وہ فیوض پانے لگا اور ہوتے ہوتے ایسا گرویدہ ہُوا کہ اس کی ساری خوشی تسلی و اطمینان حضور کی صحبت اور کلماتِ طیبات سے وابستہ ہو گئے جس کی وجہ سے وہ یہیں ٹِک جانے پر آمادہ ہو گیا مگر اللہ تعالیٰ کو اس کے ذریعہ اپنا ایک نشان ظاہر کرنا منظور تھا اور ایک کرشمہ قدرت دکھانا مطلوب تھا جس کے لئے اس ذات بابرکات نے اتنے تغیرات کئے اور ذراتِ عالم پر خاص تصرفات فرمائے اور اس شخص کو قادیان پہنچایا جو کبھی لالہ کھیر مسٹر اور بالآخر سوامی شِشوگُن چندر کے نام سے موسوم ہُوا۔

۴۔ مہمان نوازی کا خلق شیوۂ انبیاء ہے اور حضور پُر نور کو اس خلق میں کمال حاصل تھا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ حُسنِ سلوک اور احسان و مروّت میں حضور اپنی مثال صرف آپ ہی تھے تالیفِ قلوب کے وصفِ عظیم کے ساتھ ساتھ ہمدردی و خیر خواہیٔ خلق کا جذبہ حضور میں بے نظیر و عدیم المثال تھا اور ان تمام خصائلِ حسنہ اور فضائل کے علاوہ حق و صداقت اور علم و حکمت کے خزائن حضور کے ساتھ تھے جو حضور کے تعلق باللہ اور مقبول بارگاہ ہونے کی دلیل تھے اور ان حقائق کے ساتھ ہی ساتھ خدا سے ہمکلامی کا شرف اور قبولیتِ دُعا کے نمونے ایسی نعماء تھیں جن سے کوئی بھی نیک فطرت اور پاک طینت متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا اور درحقیقت یہی وہ چیزیں ہیں جس کو ناواقف دُنیا نے جادُو اور سحر کے نام دے کر حضور پُر نور سے دنیا جہان کو دور رکھنے کی ناکام کوشش کی ہے ... سوامی شِشوگُن چندر بھی ان کرامات کا شکار ہوئے اور جس چیز کی ان کو تلاش تھی اور دُنیا میں وہ چیز ان کو کبھی کہیں نہ ملی تھی آخر خدا کی خاص حکمت کے ماتحت ان کو قادیان میں وہ کچھ مل گیا جس کی انہیں جستجو تھی اور وہ کچھ انہوں نے وہاں دیکھا جو دُنیا جہاں میں انہوں نے نہ دیکھا نہ سُنا۔ وہ خوش تھے اپنی خوش بختی پر کہ ان کو جس چیز کی خواہش اور تلاش تھی آخر خدا نے عطا کر دی مگر ہمارے آقائے نامدار کہیں اس سے بھی زیادہ خوش تھے خدا کے اس فضل پر کہ اس نے حضور کی ایک دلی خواہش کے پورا فرمانے کے لئے سوامی شِشوگُن چندر کا وجود پیدا فرما دیا ہے۔

۵۔ دیرینہ خواہش تھی کہ مذاہب عالم کی ایک کانفرنس ہو جس میں حضور کو قرآن شریف کے فضائل و کمالات اور معجزات و محاسنِ اسلام بیان کرنے کا موقع ملے۔ ہر ایک مذہب کا نمائندہ اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے تا اس میدانِ مقابلہ میں اعلائے کلمۃ اللہ ہو۔ اسلام کی برتری اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا اظہار ہو... حضور کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے اللہ کریم نے سوامی صاحب کو قادیان پہنچایا۔ جنہوں نے حضور کی اس تجویز کو حق و باطل میں امتیاز کا حقیقی ذریعہ و سچی کسوٹی یقین کر کے اس کے انعقاد کے لئے اپنی خدمات پیش کیں اور پھر ہمہ تن سعی بن کر اس کام میں لگ گئے۔ ہندو اور پھر گیروے لباس کی وجہ سے بھی اور علم و تجربہ کے باعث بھی، ان کو ہندوؤں کے ہر خیال اور ہر طبقہ میں رسوخ میسّر آتا گیا اور ان کی تجویز پر غور کیا جانے لگا اور اس کام کے لئے ایک حرکت پیدا ہو گئی۔ مرکزی ہدایات۔ صلاح اور مشورے ان کے لئے پیش آمدہ مشکلات کا حل بنتے اور اس بیل کے منڈھے چڑھ جانے کی خاطر ان کی ہر رنگ میں مدد اور حوصلہ افزائی کی جاتی رہی کبھی وہ خود بطریقِ احتیاط قادیان آتے تو کبھی خاص پیامبروں کے ذریعہ ان کی ضروریات کا انتظام کیا جاتا رہا اور اس طرح ہوتے ہوتے مطلوبہ کانفرنس

کے قیام کی جھلک نظر آنے لگی حضور پُر نور کی راہنمائی میں ایک ڈھانچہ تیار کیا گیا اور کام کرنے والے آدمیوں اور اخراجات کے کثیر حصہ کا انتظام حضرت اقدس کی طرف سے دیکھ کر اس ڈھانچہ میں زندگی کے آثار بھی نمایاں ہو گئے اور اس طرح سوامی شوگن چندر صاحب نے گویا حضور کی اس دینی خواہش کے پورا کرنے میں ایک غیبی فرشتہ کا کام کیا۔

(۶) آخر خدا خدا کر کے بڑی مشکل گھاٹیوں کو عبور کرنے اور بے آب وگیاہ جنگلوں کو طے کرنے کے بعد اس جلسہ یعنی جلسہ اعظم مذاہب کے انعقاد کی تاریخوں کا بھی اعلان ہو گیا جو ۲۶ لغایت ۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء مقرر ہوئیں اور ٹاؤن ہال لاہور میں اس کے انعقاد کا اعلان کیا گیا۔ ایک کمیٹی معززین اور رؤساء کی جس میں علم دوست اصحاب شامل تھے ترتیب پا چکی تو اس اطلاع پر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اتنی خوشی ہوئی جیسے دنیا جہان کی بادشاہت کسی مل جائے تب حضور نے اس جلسہ کے واسطے مضمون لکھنے کا ارادہ فرمایا مگر مصلحت الٰہی سے حضور کی طبیعت ناساز ہو گئی اور یہ سلسلہ کچھ لمبا بھی ہو گیا مگر چونکہ جلسہ کی تاریخیں قریب تھیں اور اندیشہ تھا کہ مضمون رہ ہی نہ جائے حضور نے بحالت بیماری و تکلیف ہی مضمون لکھنا شروع فرمادیا اور چونکہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم مغفور رضی اللہ عنہ ان ایام میں کسی ضرورت کے ماتحت سیالکوٹ جا کر بیمار ہو گئے اور ان کی بیماری کی اطلاعات سے اندیشہ تھا کہ وہ جلسہ پر نہ پہنچ سکیں گے اس پر بھی سوچ بچار اور مشورہ کے بعد فیصلہ ہوا کہ حضور کا مضمون خواجہ کمال الدین صاحب پڑھیں چنانچہ اس فیصلہ کے ماتحت یہ تجویز کی گئی کہ

(الف) حضور کا مضمون جسے محترم حضرت منشی جلال الدین صاحب نقل کرتے تھے کتابت کے طریق پر لکھا جائے تاکہ خواجہ صاحب کو پڑھنے میں دقت نہ ہو اور حضرت پیر جی سراج الحق صاحب نعمانی کے سپرد یہ کام کیا گیا۔

(ب) اس مضمون میں جس قدر آیاتِ قرآنی، احادیث یا عربی الفاظ آئیں وہ علیحدہ خوشخط لکھوا کر خواجہ صاحب کو اچھی طرح سے رٹا دی جائیں تاکہ جلسہ میں پڑھتے وقت کسی قسم کی غلطی یا رکاوٹ مضمون کو بے لطف وبے اثر ہی نہ بنادے۔

(۷) حضور پُر نور کا یہ مضمون خوشخط لکھا ہوا صبح کی سیر میں لفظاً لفظاً سنایا جایا کرتا اور حضور کی عام عادت بھی یہی تھی کہ جو بھی کتاب تصنیف فرمایا کرتے یا اشتہار و رسائل لکھا کرتے ان کے مضامین کو مجلس میں بار بار دہرایا کرتے تھے اتنا کہ باقاعدہ حاضر رہنے والے خدام کو وہ مضامین عموماً ازبر ہو جایا کرتے تھے ان ایام کی سیر عموماً صبح قادیان کے شمال کی جانب موضع بُٹر کی طرف ہوا کرتی تھی اور اس مضمون کے سُننے کی غرض سے قادیان میں موجود اصحاب و مہمان قریباً تمام ہی شوق اور خوشی سے شریک سیر ہوا کرتے جن کی تعداد تخمیناً بیس یا پچیس تک ہوا کرتی تھی۔ مضمون کے بعض حصوں کی تشریح بھی حضور چلتے چلتے فرماتے جایا کرتے تھے۔ یہ تحریر و تقریر نئے نئے نکات عجیب در عجیب معارف اور ایمان افروز حقائق و دلائل کی حامل ہوا کرتی تھی ان دنوں کی سیر صبح میں جس کے لئے حضور باوجود بیماری اور ضعف کے نکلا کرتے تھے بعد میں معلوم ہوا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے بعض جاسوس بھی حضور کے اس مضمون کو سُن کر ان کو رپورٹ پہنچایا کرتے تھے چنانچہ حضور کے مضمون کی اکثر آیات جن کو حضور نے موقع ومحل پر موتیوں کی لڑی کی طرح سجا کر ان سے استنباط فرماتے ہیں مولوی صاحب نے اپنے مضمون میں یکجا جمع کر دی ہیں جن کا وہاں ربط ہے نہ موقع و محل اور جوڑ۔

(۸) جناب خواجہ کمال الدین صاحب مضمون کو پڑھا کرتے پڑھنے کے طریقوں کی مشق کیا کرتے اور ان کی کوشش ہوا کرتی تھی کہ پڑھنے کے طریق و بیان میں کوئی جدّت پیدا کریں جس سے سامعین زیادہ سے زیادہ متأثر ہو سکیں آیات قرآنی، احادیث یا عربی الفاظ و فقرات کو ازبر کرنے کی کوشش کیا کرتے۔ قدرت نے خواجہ صاحب کو جہاں اردو خوانی میں خاص ملکہ دیا تھا وہاں آیاتِ قرآنی کی تلاوت میں باوجود کوشش کے بہت کچھ خامی پائی جاتی تھی جسے خواجہ صاحب محنت و شوق کے باوجود پورا کرنے سے قاصر تھے۔ مزید براں انہی ایام میں بعض ان کے ہمراز دوستوں کی زبانی معلوم ہوا کہ دراصل خواجہ صاحب کو مضمون کی بلند پائیگی کمال ونفاست اور عمدگی کے متعلق بھی شکوک تھے جس کا اثر ان کی طرزِ ادا و بیان پر پڑنا لازمی تھا اور عجب نہیں کہ یہ بات سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تک بھی جا پہنچی ہو

(۹)۔ جلسہ سے چند ہی روز قبل اللہ تعالیٰ نے حضور کو الہاماً اس مضمون کے متعلق بشارت دی کہ "یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا" اور اس کی مقبولیت دلوں میں گھر کر جائے گی اور یہ کہ یہ امر بطور ایک نشانِ صداقت کے ہوگا چنانچہ حضور پُر نور نے ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ایک اشتہار بعنوان۔

"سچائی کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشخبری"

لکھ کر کاتب کے حوالہ کیا اور مجھ ناچیز کو یاد فرما کر یہ اعزاز بخشا اور فرمایا کہ۔

"میاں عبدالرحمٰن! اس اشتہار کو چھپوا کر خود لاہور لے جاؤ اور خواجہ صاحب کو (جو کہ ایک ہی روز پہلے انتظامات جلسہ کے لئے لاہور بھیجے گئے تھے) پہنچا کر ہماری طرف سے تاکید کر دینا کہ "اس کی خوب اشاعت کریں ضرورت ہو تو وہیں اور چھپوالیں ہماری طرف سے ان کو خوب اچھی طرح تاکید کرنا کیونکہ وہ بعض اوقات ڈر جایا کرتے ہیں بار بار اور زور سے یہ پیغام پہنچا دینا کہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں لوگوں کی مخالفت کا خیال اس کام میں ہرگز روک نہ بنے یہ انسانی کام نہیں کہ کسی کے روکے رُک جائے گا۔ بلکہ خدا کا کام ہے جو بہر حال پورا ہو کر رہے گا"۔

(۱۰)۔ اشتہار قریباً آدھی رات کو تیار ہوا اور مَیں اسی وقت لے کر پیدل بٹالہ کو روانہ ہو گیا ۲۲ دسمبر ۱۸۹۶ء کی دوپہر کے قریب لاہور پہنچا۔ خواجہ صاحب اس زمانے میں لاہور کی مشہور مسجد "مسجد وزیر خان" کے عقب کی ایک تنگ سی گلی میں رہا کرتے تھے جہاں میں ان کو تلاش کر کے جا ملا اور اشتہارات کا بنڈل اور حضور کا حکم کھول کھول کر سُنا دیا بلکہ بار بار دہرا بھی دیا خواجہ صاحب نے بنڈل اشتہارات کا کھولا اور مضمونِ اشتہار پڑھا اور مَیں نے دیکھا کہ چہرہ ان کا بجائے بشاشت اور خوش ہونے کے افسردہ اور اُداس سا ہو گیا اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔

"میاں! حضرت کو کیا علم کہ ہمیں یہاں کن مشکلات کا سامنا ہو رہا ہے اور مخالفت کا کتنا زور ہے۔ ان حالات میں اگر یہ اشتہار شائع کیا گیا تو یہ تو ایک تودہ بارود میں چنگاری کا کام دے گا اور عجب نہیں کہ نفس جلسہ کا انعقاد ہی ناممکن ہو جائے موقع پر موجودگی اور حالات کی پیچیدگی سے آخر ہم پر بھی کوئی ذمہ داری آتی ہے اچھا جو خدا کرائے انشاء اللہ کریں گے"۔ آخر بہت سوچ بچار صلاح مشورہ اور اُونچ نیچ اُتار چڑھاؤ کی دیکھ بھال کے بعد دوسری یا تیسری رات کے اندھیروں میں بعض غیر معروف مقامات پر چند اشتہار چسپاں کرائے جن کا عدم و وجود یکساں تھا کیونکہ غیر معروف مقامات کے علاوہ وہ اشتہار اتنے اونچے لگائے گئے تھے کہ اوّل تو کوئی دیکھے ہی نہیں اور اگر دیکھ پائے تو پڑھ نہ سکے۔

۱۱۔ مَیں نے دیکھا اور سُنا بھی کہ سیدنا حضرت اقدس کے اصل مضمون کا جو حصہ خواجہ صاحب قادیان سے اپنے ساتھ لاہور لاتے تھے اس کا مطالعہ اور آیاتِ قرآنی کی تلاوت کی مشق کا سلسلہ بھی جاری تھا خواجہ صاحب کے لاہور چلے آنے کے بعد جو جو حصہ مضمون تیار ہوتا جاتا اس کی نقل ان کو لاہور پہنچائی جاتی رہی اور یہ سلسلہ ۲۵ دسمبر ۱۸۹۶ء کی شام تک جاری رہا یا شاید ۲۶ دسمبر کی رات تک بھی۔

۱۲۔ جلسہ خدا کے فضل سے ہوا۔ بہتر جگہ اور بہتر انتظام کے ماتحت ہوا اور واقعی سخت مخالفتوں کے طوفان اور مشکلات کی کٹھن اور خطرناک گھاٹیوں کو عبور کرنے کے بعد ہوا۔ بڑی بڑی روکیں کھڑی کی گئیں طرح طرح کے حیلے اور باریک در باریک چالیں چلی گئیں مگر بالآخر ہنود ویہود اور ان کے معاون و مددگاروں کا خیبری قلعہ ٹوٹا اور بعینہٖ وہی ہوا جس کا نقشہ الہام الٰہی "اَللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ" میں بیان ہوا تھا دشمنوں نے ٹاؤن ہال نہ لینے دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی بہتر سامان کر دیا اور اسلامیہ ہائی سکول اندرون شیرانوالہ دروازہ کی وسیع اور دو منزلہ عمارت لمبے چوڑے صحن، بڑے بڑے کمروں ہال کمرہ وگیلریوں کو ملا کر ایک بڑی عظیم الشان عمارت جو ایک بڑے اجتماع کے لئے کافی اور موزوں تھی خدا نے دلادی ۲۶ دسمبر کا روز جلسہ کا پہلا دن تھا حاضری حوصلہ افزا تھی سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام کے مضمون کے لئے ۲۷ دسمبر کا دن اور ڈیڑھ بجے دوپہر کا وقت مقرر تھا خدا کی قدرت کا کرشمہ اور اس کے خاص فضل کا نتیجہ تھا کہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ وفورِ عشق و محبت سے بے تاب ہو کر والہانہ رنگ میں وقت سے پہلے لاہور پہنچ گئے جن کی تشریف آوری سے ہم لوگوں کے لئے خاص تسکین اور خوشی کے سامان اللہ تعالیٰ نے بہم پہنچا دئے۔

۱۳۔ حالات کی ناموافقت، جوش مخالفت اور قسما قسم کی مشکلات نیز وقت کی ناموزونیت کے باعث خطرہ تھا اور فکر دامنگیر کہ جلسہ شاید حسب دلخواہ بارونق نہ ہو سکے گا مگر شانِ ایزدی کہ خلقِ خدا یوں کھچی چلی آرہی تھی کہ جیسے فرشتوں کی فوج دھکیلے لا رہی ہو اور ان کی تحریک کا ایسا گہرا اثر ہوا جس سے مخلوق کے دل بدل گئے اور ان کے قلوب میں بجائے عداوت و نفرت کے عشق و محبت بھر گئی مخالفوں کی مخالفت نے کھاد کا کام دیا اور روکنے اور مخالفت کرنے والوں کے غوغا نے لوگوں کی توجہ کو اس طرف پھیر دیا لوگ کشاں کشاں تیز قدم ہو ہو کر جلسہ گاہ کی طرف بڑھتے اور ہوتے ہوتے آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ صحن اور اس کے تمام بغلی کمرے اور ہال بھر گیا اُوپر کی گیلریوں میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی اور ہجوم اس قدر بڑھا کہ گنجائش نکالنے کو سمٹنا اور سکڑنا پڑا

دسمبر کی تعطیلات کی وجہ سے جا بجا جلسے کانفرنسیں اور میٹنگیں ہو رہی تھیں لوگوں کی سرد مہریاں ان کے دنیوی کاموں میں انہماک اور مادی فوائد کے حصول کی مساعی کی موجودگی میں ایک خالص مذہبی جلسہ اور کانفرنس میں اس قدر ہجوم کو دیکھنے والا ہر کس وناکس اس منظر سے متأثر ہو کر اس حاضری و کامیابی کو غیر معمولی خاص اور خدائی تحریک و تصرف کا نتیجہ کہنے پر مجبور تھا اور نہ کسی ہندو کو اس سے انکار تھا نہ ہی سکھ اور آریہ سماجی کو۔ نہ مسلمان کو اس سے اختلاف تھا۔ عیسائی یہودی یا دیو سماجی کو بلکہ ہر فرقہ وطبقہ کے لوگ آج کے اس خارق عادت جذب اور بے نظیر کشش سے متاثر اور دل ان کے پیچ پیچ مرعوب ہو کر نرم تھے۔ دیکھنے اور سُننے میں فرق ہوتا ہے اس تقریب کی تصویر الفاظ میں ممکن نہیں مختصر یہ کہ وہ اجتماع اپنے ماحول کے باعث یقیناً عظیم الشان، بے نظیر اور لاریب غیر معمولی تھا۔

۱۴۔ مضمون کا شروع ہونا تھا کہ لوگ بے اختیار جھومنے لگے اور ان کی زبانوں پر بے ساختہ سبحان اللہ سبحان اللہ کے کلمات جاری ہو گئے سُنا ہوا تھا کہ علم توجہ اور مسمریزم کے ساتھ ایک معمول سے

تو یہ کچھ ممکن ہو جاتا ہے مگر ہزاروں کے ایک ایسے مجمع پر جس میں مختلف قومی، عقائد اور خیال کے لوگ جمع تھے۔ اس کیفیت کا پیدا ہو جانا یقیناً خارق عادت اور معجزانہ تاثیر کا نتیجہ تھا یہ درست ہے کہ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کو قرآن کریم سے ایک عشق تھا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی آواز میں بھی لحن داؤدی کی جھلک پیدا کر رکھی تھی نیز وہ ان آیات و مضامین کے ربط اور حقائق سے متاثر ہو کر جس رقت، سوز اور جوش سے تلاوت فرماتے آپ کا وہ پڑھنا آپ کی قلبی کیفیات اور لذت و سرور کے ساتھ مل کر سامعین کو متاثر کئے بغیر نہ رہتا تھا مگر اس مجلس کی کیفیت بالکل ہی نرالی تھی اور کچھ ایسا سماں بندھا کہ اوّل تا آخر آیات قرآنی کیا اور ان کی تشریح و تفسیر کیا سارا ہی مضمون کچھ ایسا فصیح، بلیغ مؤثر اور دلچسپ تھا کہ نہ مولانا موصوف کے لہجہ میں فرق آیا نہ جوش و لذت ہی پھیکے پڑے۔ معارف کی فراوانی کے ساتھ عبارت کی سلاست و روانی اور مضمون کی خوبی و لطافت نے حاضرین کو کچھ ایسا ازخود رفتہ بنا دیا جیسے کوئی مسحور ہو۔ میں نے کانوں سُنا کہ ہندو اور سکھ بلکہ کٹر آریہ سماجی اور عیسائی تک بے ساختہ سُبحان اللہ سبحان اللہ پکار رہے تھے ہزاروں انسانوں کا یہ مجمع اس طرح بے حس و حرکت بیٹھا تھا جیسے کوئی بُت بے جان ہوں اور ان کے سروں پر اگر پرندے بھی آن بیٹھتے تو تعجب کی بات نہ تھی۔ مضمون کی روحانی کیفیت دلوں پر حاوی تھی اور اس کے پڑھنے کی گونج کے سوا سانس تک لینے کی آواز نہ آتی تھی حتّٰی کہ قدرتِ خداوندی سے اس وقت جانور تک خاموش تھے اور مضمون کے مقناطیسی اثر میں کوئی خارجی آواز رخنہ انداز نہیں ہو رہی تھی کم و بیش متواتر دو گھنٹے یہی کیفیت رہی۔

افسوس کہ میں اس کیفیت کے اظہار کے قابل نہیں کاش میں اس لائق ہوتا کہ جو کچھ میں نے دیکھا اور سُنا اس کے عکس کا عشرِ عشیر ہی بیان کر سکتا جس سے اس علمی معجزہ و نشان کی عظمت دُنیا پر واضح ہو کر خلقِ خدا کے کان حق کے سُننے کو اور دل اس کے قبول کرنے کو آمادہ و تیار ہوتے جس سے دُنیا جہان کے گناہ، معاصی اور غفلتیں دُور ہو کر ہزاروں انسان قبولِ حق کی توفیق پاتے۔

(۱۵)۔ ساڑھے تین بج گئے وقت ختم ہو گیا۔ جس کی وجہ سے چند منٹ کے لئے اس پُرلذت و سرور کیفیت میں وقفہ ہُوا۔ اگلا نصف گھنٹہ مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی کے مضمون کے لئے تھا انہوں نے جلدی سے کھڑے ہو کر پبلک کے اس تقاضا کو کہ "یہی مضمون جاری رکھا جائے"۔ نیز کسی اور کی جگہ اسی مضمون کو وقت دیا جائے "اس مضمون کو مکمل اور پورا کیا جائے" اپنا وقت دے کر پورا کر دیا بلکہ اعلان کیا کہ میں اپنا وقت اور اپنی خواہش اس قیمتی مضمون پر قربان کرتا ہوں۔ چنانچہ پھر وہی پیاری، مرغوب اور دلکش اور دل تسکین داستان شروع ہوئی اور پھر وہی سماں بندھ گیا چار بج گئے مگر مضمون ابھی باقی تھا اور پیاس لوگوں کی بجائے کم ہونے کے بڑھتی جا رہی تھی سامعین کے اصرار اور خود منتظمین کی دلچسپی کی وجہ سے مضمون پڑھا جاتا رہا حتّٰی کہ ساڑھے پانچ بج گئے رات کے اندھیرے نے اپنی سیاہ چادر پھیلانی شروع کر دی اور اس طرح مجبوراً یہ نہایت ہی میٹھی اور پُر معرفت اور مسرت مجلس اختتام کو پہنچی اور بقیہ مضمون ۲۹ دسمبر کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔

کوئی دل نہ تھا جو اس لذت و سرور کو محسوس نہ کرتا ہو کوئی زبان نہ تھی جو اس کی خوبی و برتری کا اقرار و اعتراف نہ کرتی ہو اور اس کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان نہ تھی کوئی اپنے حال و قال سے اقرار و اعتراف کر رہا تھا کہ واقعی یہ مضمون سب پر غالب رہا اور اپنی بلندی لطافت اور خوبی کے باعث اس جلسہ کی زینت اور رُوح رواں ہے اور جلسہ کی کامیابی کا ضامن ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ ہم نے اپنے کانوں سے سُنا اور آنکھوں دیکھا کہ کئی ہندو اور سکھ صاحبان مسلمانوں کو گلے لگا لگا کر کہہ رہے تھے کہ

"اگر یہی قرآن کی تعلیم اور یہی اسلام ہے جو آج مرزا صاحب نے بیان فرمایا ہے تو ہم لوگ آج نہیں کل اس کو قبول کرنے پر مجبور ہوں گے اور اگر مرزا صاحب کے اس قسم کے ایک دو اور مضمون سُنائے گئے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام ہی ہمارا مذہب ہو گا"

(۱۶)۔ آج کا جلسہ ۲۷ دسمبر برخاست ہو گیا لوگ گھروں کو جا رہے تھے جلسہ گاہ کے دروازہ پر میں نے دیکھا کہ اس کے دونوں طرف دو آدمی کھڑے سیدنا حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہی اشتہار تقسیم کر رہے تھے جو حضور پُرنور نے میرے ہاتھ خاص تاکیدی احکام کے ساتھ بھجوایا تھا تاکہ معروف مقامات پر چسپاں کیا جائے اور جلسہ سے پہلے ہی کثرت سے شائع کیا جائے بلکہ یہ بھی تاکید تھی کہ یہ تھوڑا ہے ضرورت کے مطابق لاہور ہی میں اور طبع کرا لیا جائے تاکہ قبل از وقت اشاعت سے اس خدائی نشان کی عظمت کا اظہار ہو جس سے سعید رُوحیں قبول حق کے لئے تیار ہوں مگر ہُوا یہ کہ خواجہ کمال الدین صاحب کے خوف کھانے کی وجہ سے پہلے دُنیا جہان نے خدائی نشان کی عظمت کا مشاہدہ کیا اور اس کے غلبہ کا اقرار و اعتراف اور بعد میں ان کو وہ اشتہار پہنچایا گیا جو کئی روز قبل چھاپا اور اچھی طرح شائع کرنے کو بھیجا گیا تھا چنانچہ جب سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواجہ صاحب کی اس کمزوری و کوتاہی کا علم ہُوا تو حضور پُرنور بہت خفا ہوئے اور کئی دن تک۔ جب کبھی اس نشانِ الٰہی کا ذکر ہُوا کرتا یا بیرونجات سے اس کامیابی کے متعلق رپورٹیں ملتی ساتھ ہی خواجہ صاحب کی اس کمزوری پر اظہار ناراضگی میں آیا کرتا تھا۔

مضمون کی قبولیت اور پبلک کے اصرار و تقاضا سے متاثر ہو کر مینجنگ کمیٹی کا اجلاس خاص منعقد ہُوا اور اس میں یہ قرار داد پاس کی گئی کہ حضرت مرزا صاحب کے مضمون کی تکمیل کے لئے مجلس اپنے پروگرام میں ایک دن بڑھا کر ۲۹ دسمبر کا چوتھا دن شامل کرتی ہے۔

حضور کے مضمون کی غیر معمولی مقبولیت غیروں کو کب بھاتی تھی؟ مولوی محمد عبداللہ صاحب نے ایزادیٔ وقت کی اس خصوصیت اور اہمیت کو کم کرنے کے لئے کوشش کر کے اپنے لئے بھی وقت بڑھائے جانے کی خواہش کی چنانچہ نصف گھنٹہ ان کے لئے بھی بڑھا دیا گیا۔ مگر دوسرے روز خود تشریف ہی نہ لائے اور اپنا وقت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے لئے وقف کر دیا جس کی وجہ صاف ظاہر ہے عیاں راچہ بیاں مگر خدا کی شان حاضری اتنی حوصلہ شکن تھی کہ جلسہ گاہ کے بھر جانے کے انتظار ہی انتظار میں وقت گزرنے لگا نہ مجلس کل کی طرح پُر رونق ہو نہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کھڑے ہوں آخر بہت انتظار کے بعد جب وہ خواہش پوری ہوتی نظر نہ آئی تو بادلِ ناخواستہ مجبوراً کھڑے ہوئے اور جو کچھ لکھا تھا پڑھ دیا اور زیادہ وقت لینے کے باوجود نہ خود خوش ہوئے نہ پبلک نے کوئی داد دی۔

(۱۷)۔ ۲۹ دسمبر کی صبح کو ساڑھے نو بجے کارروائی جلسہ شروع ہونے والی تھی دسمبر کا اخیر سردی کی شدت اور وقت اتنا سویرے کا تھا کہ لوگ ضرورت سے فراغت پا سکیں تو در کنار اتنی سویرے تو عام طور پر شہروں کے لوگ جاگنے کے عادی نہیں ہوتے۔ فکر تھی اندیشہ تھا کہ شاید حاضری بہت ہی کم رہے گی اور اس طرح آج وہ لُطف شاید نصیب نہ ہو گا مگر خدا کے کام اپنے اندر ایک غیر معمولی جذب اور مقناطیسی کشش رکھتے ہیں جسے کوئی طاقت روک ہی نہیں سکتی انسان اگر غفلت اور سُستی دکھائیں تو وہ فرشتوں سے کام لیتا ہے چنانچہ سویرے ہی سویرے ٹھٹھرتے ہوئے اور سردی سے سمٹتے اور سکڑتے ہوئے خلقِ خدا جھُنڈ کے جھُنڈ اور جوق در جوق اس کثرت اور تیزی سے آئی کہ ستائیس کی دوپہر بعد کا نظارہ بھی مات پڑ گیا اور جلسہ نہایت شوکت اور عظمت اور خیر و خوبی سے جاری و ساری اور پھر نہایت کامیابی و کامرانی سے اختتام پذیر ہُوا اور اس طرح حضور پُرنور کا مضمون دنیا جہان پر علیٰ رغم انوف الاعداء اپنے غلبہ خوبی کامیابی اور اپنے غلبہ خوبی۔ کامیابی اور عظمت و حقانیت کا سکہ بٹھا کر علمی دُنیا کے لئے ہمیشہ قائم رہنے والا نشان بن کر آسمانِ دُنیا پر سُورج اور چاند کی طرح چمکنے لگا۔ دوست تو در کنار دُشمن بھی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے اپنے اور بیگانے، پبلک اور منتظمین غرض ہر شعبہ میں اسی مضمون کا چرچا اور زبانوں پر حق جاری تھا اخبارات نے مقالے لکھے اور اس صداقت کا اقرار و اعتراف کیا منتظمہ کمیٹی نے اپنی طرف سے اس اقرار کو رپورٹ متعلقہ میں درج کر کے اظہار حقیقت کیا۔ سچ ہے چڑھے چاند چھُپے نہیں رہ سکتے اور اس کا انکار بے وقوفی اور شب کوری کی دلیل ہوتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت اپنے مقدس و مقبول بندے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ جو کچھ فرما دیا تھا وہ ہو کر رہا خدا کی بات پوری ہوئی اور دُنیا کی کوئی طاقت کوئی تدبیر، کوئی مکر اور حیلہ خدائی کلام کے پورا ہونے میں روک نہ بن سکا۔

(۱۸)۔ رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب شائع ہوئی اور منتظمہ کمیٹی جس کے اراکین ہر مذہب و ملت کے ممبر اور اپنے طبقہ کے ذمہ دار لوگ تھے کی طرف سے اس کے خرچ و صرف پر شائع ہوئی۔ تمام وہ مضامین جو اس جلسہ میں پڑھے گئے یا اس کے واسطے لکھے گئے اس میں من و عن درج کئے گئے تاکہ دُنیا اس مذہبی دنگل اور میدانِ مقابلہ میں آنے والے سبھی کو یکجا دیکھ کر غور اور فیصلہ کر سکے نیز حق و باطل میں تمیز کر سکے مگر حقیقت یہ ہے کہ تا یہ اُمور قرآن کریم کی عظمت، اسلام کی حقانیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدا کے مقرب و مقبول بندے اور اس کے بُلائے بولنے والے اور اس کے سچے نبی و رسول ہونے کے لئے بطور شاہد قائم و دائم ہیں۔

حضور پُرنور کا یہی وہ مضمون ہے جو اُردو میں "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے نام سے انگریزی میں "ٹیچنگز آف اسلام" کے سرنامہ و عنوان کے ماتحت بارہا ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو کر دُنیا جہان کی رُوحانی لذت و سرور کے سامان اور ہدایت کے راستے آسان کرتا اور نہ صرف یہی بلکہ دُنیا کی کئی اور زبانوں میں بھی چھپ کر شائع ہوتا چلا آ رہا ہے۔

—(۱۹)—

یہ رپورٹ شائع ہوئی اور خدا کی خدائی گواہ ہے کہ ہزارہا انسانوں نے جو کچھ جلسہ میں دیکھا اور سُنا تھا وہی کچھ رپورٹ میں درج ہُوا وہی مضامین جو نمائندگانِ مذاہب نے لکھے اور سنائے اور پھر انہوں نے اصل یا نقل منتظمہ کمیٹی کے حوالے کی ٹھیک ٹھیک اور بالکل وہی اور بعینہٖ طبع ہوئے تھے مگر کیا کہا جائے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو اور ان کی عقل و دانش کو کہ انہوں نے رپورٹ کی اشاعت پر یہ واویلا شروع کر دیا کہ ان کے نام سے جو مضمون اس میں طبع کر دیا گیا ہے وہ درحقیقت ان کا ہے ہی نہیں۔ مولوی صاحب کی غرض و غایت اس الزام تراشی سے

(باقی صفحہ ۱۳ پر دیکھئے)

اسلامی اُصول کی فلاسفی کے متعلق
بعض ایمان افروز واقعات

از: محترم ملک صلاح الدین صاحب درویش ایم اے مؤلف اصحاب احمد قادیان

(۱)

حضرت مہدی و مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور غلبۂ اسلام کی خاطر تھا۔ آپ کی صداقت کے نشان آسمان و زمین سے۔ کوریا۔ جاپان۔ روس۔ برطانیہ۔ امریکہ اور ہندوستان میں اور عالمی جنگ کے ذریعہ دُنیا بھر میں ظاہر ہوئے۔ اِس "سلطان القلم" کی دُعائیں معجزانہ رنگ میں پوری ہوئیں۔ آپ نے دنیا بھر کو تبلیغ کی۔ آپ کا ایک تبلیغی شاہکار عظیم ملکہ وکٹوریہ کو تبلیغی مکتوب بھجوانا تھا۔

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام آرزو مند تھے کہ ایسے مواقع میسّر آئیں کہ دُنیا پر محاسنِ اِسلام ظاہر ہوں۔ چنانچہ ۲۹ر دسمبر ۱۸۹۵ء کو آپ نے ایک اشتہار کے ذریعہ تحریک کی کہ مختلف مذاہب کی تحقیق کے لئے ایک مشترکہ جلسہ منعقد کیا جائے۔ جس میں ان کے نمائندے شامل ہوں تا لوگ آسانی کے ساتھ مذاہب کے بارے میں تحقیقات کر سکیں۔ اس وقت کسی نے توجہ نہ کی لیکن اللہ تعالےٰ نے سوامی شوگن چندر جی کو جلسہ اعظم مذاہب کے لاہور میں انعقاد کا ذریعہ بنایا۔ مطابق ریکارڈ روایات صحابہ سوامی جی حضرت مرزا جلال الدین صاحب (یکے از تین سو تیرہ صحابہ) کے ہم نشین اور صحبت یافتہ تھے۔ آپ نے بیان کیا کہ سوامی جی کے عیال و اطفال فوت ہو گئے اور وہ ملازمت چھوڑ کر فقیر بن گئے تھے۔

(۲)

سوامی شوگن چندر جی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس جلسۂ مذاہب کے لئے مضمون لکھنے کی استدعا کی حضرت اقدسؑ اِس بارے میں رقم فرماتے ہیں:-

"چونکہ مَیں جانتا ہوں کہ مَیں اپنی ذاتی طاقت سے کچھ بھی نہیں کر سکتا بلکہ مجھ میں کوئی طاقت نہیں۔ مَیں بغیر خدا کے بلائے بول نہیں سکتا۔ اور بغیر اس کے دکھائے کے کچھ دیکھ نہیں سکتا۔ اس لئے مَیں نے جناب الٰہی میں دُعا کی کہ وہ مجھے ایسے مضمون کا اِلقا کرے جو ... تمام تقریروں پر غالب رہے۔ مَیں نے دُعا کے بعد دیکھا کہ ایک قوّت میرے اندر پھونک دی گئی ہے۔ مَیں نے اس آسمانی قوت کی ایک حرکت اپنے اندر محسوس کی.... .... مَیں نے ...... جو کچھ لکھا قلم برداشتہ لکھا تھا اور ایسی تیزی اور جلدی سے مَیں لکھتا جاتا تھا کہ نقل کرنے والے کے لئے مشکل ہو گیا کہ اس قدر جلدی سے اس کی نقل لکھے۔ جب مَیں مضمون ختم کر چکا تو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہُوا کہ مضمون بالا رہا۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷۸ - ۲۷۹)

اِس عظیم مضمون کے متعلق بعض ایمان افروز واقعات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۳)

بیان بعض بزرگان

(۱):- روایت حضرت مفتی محمد دین صاحب واصلباتی "رخصت نہ ملنے کی وجہ سے مَیں اس جلسہ میں شامل نہ ہو سکا حضرت مفتی جلال الدین صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ــــ جلسہ کا مضمون پڑھے جانے سے پہلے مخفی رکھا گیا تھا (یعنی شائع نہیں کیا گیا تھا - ناقل) حضرت صاحب نے مجھے اس کی کاپی لکھنے پر مامور فرمایا اور فرمایا کہ "منشی کا خط صاف بھی ہوتا ہے اس لئے آپ ہی اس کو لکھیں۔ چنانچہ منشی صاحب نے وہ مضمون اپنی قلم سے لکھا۔

"منشی (جلال الدین صاحب (ناقل)) فرماتے تھے کہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ مَیں نے اس مضمون کی سطر سطر پر دُعا کی ہے۔"

"مضمون کے لکھے جانے اور پڑھے جانے کے وقت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ بیمار تھے۔ اس لئے مضمون پڑھنے کے لئے خواجہ کمال الدین صاحب کو تیار کیا جا رہا تھا لیکن خواجہ صاحب انگریزی خواں تھے۔ قرآن شریف عربی لہجہ میں نہ پڑھ سکتے تھے ......

"...... (حضرت) مرزا (جلال الدین) صاحب نے سُنایا کہ اللہ تعالےٰ کی تائید معجزانہ رنگ میں ہوئی۔ سردی کے موسم کے باوجود کسی شخص کو کھانسی یا چھینک نہ آئی۔ ہمہ تن گوش ہو کر لوگوں نے سُنا۔ آخر سکھوں نے مسلمانوں کو جپھا مار کر اُٹھایا اور مبارکبادیں دیں اور کہا (پنجابی میں) کہ اگر مرزا ایسا ہی مضمون دیوے گا تو ہم کو مسلمان ہی ہونا پڑے گا۔ نیز منشی صاحب نے فرمایا کہ جانور یعنی پرندوں پر بھی الٰہی تصرّف تھا کہ چڑیا تک کی بھی کوئی آواز سُنائی نہ دی۔

اشتہار (۲۱ر دسمبر ۱۸۹۶ء) حضرت منشی جلال الدین صاحب نے اپنے ایک دوست اور ہمعصر سردار بہادر مردان علی خاں رسالدار میجر پنشنر رسالہ نمبر ۱۲ ساکن بیلہ کو دیا اور تبلیغ بھی کی۔ جب پیشگوئیوں کے وقوع اور مضمون کی کامیابی موصوف نے پڑھی تو (پنجابی میں) کہا کہ اب مرزا لوگوں پر اپنا غلبہ بڑھ چڑھ کر پیش کرے گا۔ اور لوگ حجتِ ملزمہ کے آگے سرنگوں ہو جائیں گے۔

(۲):- واعظِ احمدیت حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی (والد حضرت حافظ عبید اللہ صاحبؓ مبلغ ماریشس) نے بیان کیا کہ

"(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا) ایک اشتہار نکلا...... اس میں حضرت صاحب کا یہ الہام درج تھا کہ میرا مضمون بالا رہا۔ مَیں اُس وقت بعارضہ وجع المفاصل بیمار تھا۔ مگر چونکہ بڑا بھاری دعویٰ تھا کہ میرا مضمون سب پر بالا رہا۔ بجز تائید الٰہی کے کون کہہ سکتا ہے۔ مَیں ایک اپنے اہلحدیث مولوی کو لاہور میں افتاں و خیزاں ساتھ لے کر جلسہ گاہ میں پہنچا۔ مولوی ثناء اللہ مولوی محمد حسین بٹالوی وغیرہ کے لیکچر بھی سُنے مگر سب پھیکے اور بے اثر۔ لیکن جب حضرت مرزا صاحب کا مضمون شروع ہُوا تو تِل رکھنے کی جگہ نہ رہی اور سامعین پر ایسا سکوت تھا کہ ذرا بھنک نہیں آتی تھی۔ یہاں تک کہ بعض اور لوگوں نے بھی اپنے اوقات حضرت مرزا صاحب کا مضمون سُننے کے لئے وقف کر دیئے۔ اور دو دن ایام مقررہ سے زائد کئے گئے۔ جب یہ مضمون آخر میں پہنچا تو مَیں نے اسی وقت اسی جگہ ہاتھ اُٹھا کر جناب الٰہی میں دُعا کی۔ یا اللہ! اگر یہ تیرا وہی بندہ ہے جس کے متعلق تیرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیشگوئی فرمائی ہے تو اس کی برکت سے مجھے اس بیماری سے شفا بخش۔ الغرض جلسہ ختم ہونے کے بعد جب مَیں جلسہ گاہ کے بڑے دروازے سے باہر نکلا تو اللہ کی قسم مجھے ایسا معلوم ہُوا کہ مجھے کوئی بیماری نہ تھی۔ اس دن سے آج تک پھر اس بیماری نے عود نہیں کیا۔"

(۳):- حضرت میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی یکے از تین سو تیرہ صحابہ (والد حضرت مولوی قمر الدین صاحب فاضل صدر اوّل مجلس خدام الاحمدیہ) روایت کرتے ہیں کہ

"(۲) مضمون "اسلامی اصول کی فلاسفی"..... کی نسبت اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرمایا تھا کہ مضمون بالا رہا۔ اس وقت محویتِ سامعین کا یہ حال تھا کہ کوئی اونچی سانس لینا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔ مضمون کیا تھا یہ ایک اللہ تعالیٰ کی چمکتی ہوئی ہستی کا نشان اور ثبوت تھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اس سے پہلے اپنا مضمون خود پڑھا تھا جس میں اس نے کہا تھا کہ لوگ ہم سے نشان مانگتے ہیں۔ ہم کہاں سے نشان دکھلائیں۔ ہم میں کوئی اب نشان دکھلانے والا نہیں ہے۔ اِس کے بعد حضور کا مضمون پڑھا گیا جس میں حضور نے کہا کہ اندھا ہے جو کہتا ہے کہ ہم کہاں سے نشان دکھلائیں۔ آؤ مَیں نشان دکھاتا ہوں اور مَیں اندھوں کو آنکھیں بخشنے کے لئے آیا ہوں۔ یہ فقرات خود نشان تھے کیونکہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا وہ مضمون پہلے پڑھا گیا تھا اور حضور کا بعد میں۔ اگر حضور کا مضمون پہلے پڑھا جاتا اور مولوی مذکور کا بعد میں تو بدمزگی پیدا ہو جاتی۔ لیکن قدرت کا منشاء تھا کہ اسلام کی عظمت ظاہر ہو اور جو کمزوری اِسلام کی طرف مولوی مذکور نے اپنے مضمون میں دکھلائی تھی خدا کے مامور و مرسل نے اس کو ظاہر کر کے اسلامی شوکت کو بلند کر دیا۔ الحمد للہ۔"

(۴):- "رپورٹ جلسۂ اعظم مذاہب" اِس جلسہ کی منتظمہ کمیٹی نے تمام مضامین پر مشتمل شائع کی۔ اس میں پہلے روز کے متعلق بیان کیا کہ نصف گھنٹہ کا وقفہ تھا لیکن ایک نامی وکیلِ اِسلام کی تقریر کی خاطر سامعین بیٹھے رہے۔ اور وسیع ہال جلد بھرنے لگا۔ سات آٹھ ہزار کا مجمع ہو گیا۔ ان شائقین میں بڑے بڑے علماء۔ بیرسٹر۔ وکیل۔ پروفیسر۔ ڈاکٹر وغیرہ اعلیٰ طبقہ کے لوگ تھے۔

"ان لوگوں کے اس طرح جمع ہو جانے اور نہایت صبر و تحمّل کے ساتھ۔ جوش سے برابر چار پانچ گھنٹہ اس وقت ایک ٹانگ پر کھڑا رہنے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ ان ذی جاہ لوگوں کو کہاں تک اس مقدس تحریک سے ہمدردی تھی۔ .... اس مضمون کے لئے اگرچہ .... دو گھنٹے ہی تھے لیکن حاضرین جلسہ کو عام طور پر اس سے کچھ ایسی دلچسپی پیدا ہو گئی کہ موڈریٹر صاحبان نے نہایت جوش اور خوشی کے ساتھ اجازت دی کہ جب تک یہ مضمون ختم نہ ہو تب تک کارروائی جلسہ کو ختم نہ کیا جائے .... جب وقت مقررہ کے گذرنے پر ..... (ایک صاحب نے اپنا وقت بھی اس مضمون..... کے لئے دیدیا تو حاضرین اور موڈریٹر صاحبان نے ایک نعرۂ خوشی سے .... (وقت دینے والے کا) شکریہ ادا کیا۔ جلسہ کی کارروائی ساڑھے چار بجے ختم ہو جانی تھی۔ لیکن عام خواہش کو دیکھ کر کارروائی جلسہ ساڑھے پانچ بجے کے بعد تک جاری رکھنی پڑی ..... (اس چار گھنٹے میں مضمون) شروع سے آخیر تک یکساں دلچسپی و مقبولیت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔"

(صفحہ ۷۹-۸۰)

"...... شام کا وقت قریب آ گیا لیکن یہ ابھی پہلے سوال کا جواب تھا۔ اس مضمون سے حاضرین جلسہ کو بلا استثناء احدے ایسی دلچسپی ہو گئی کہ عام طور سے اگزکٹو کمیٹی سے استدعا کی گئی کہ کمیٹی اس جلسہ کے چوتھے اجلاس کے لئے

(باقی صفحہ ۸ پر)

اسلامی اصول کی فلاسفی کے ذریعہ قبول احمدیت کے واقعات

از حافظ ڈاکٹر صالح محمد الٰہ دین صاحب ماہر فلکیات عثمانیہ یونیورسٹی سکندر آباد

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مضمون "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے تعلق سے بیان فرماتے ہیں۔

"جو شخص اس مضمون کو اول سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب میں سنے گا میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہوگا اور ایک نیا نور اس میں چمک اٹھے گا۔ اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اس کے ہاتھ آجائے گی"

اس کے چند نمونے پیش ہیں۔

۱۔ میرے دادا جان حضرت سیٹھ عبد اللہ الٰہ دین مرحوم اسی کتاب کے پڑھنے سے احمدیت کی طرف راغب ہوئے تھے۔

۱۹۱۳ء میں جب آپ کی عمر ۳۶ سال کی تھی قادیان سے آپ کے FIRM کے نام رسالہ ریویو آف ریلیجنز برائے اشتہار موصول ہوا۔ اس سے پیشتر آپ نے قادیان کا نام نہیں سنا تھا اور مذہب سے آپ کو کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس لئے کئی روز وہ رسالہ آپ کے میز پر ہی پڑا رہا اور اس سے آپ نے استفادہ نہیں کیا۔ ایک دن رسالہ کے آخری صفحہ پر THE TEACHINGS of ISLAM کتاب کے متعلق جو اشتہار دیا گیا تھا اس پر نظر پڑی جس میں کتاب کی بہت تعریف کی گئی تھی۔ اس لئے آپ نے کتاب منگوائی آپ فرماتے ہیں کہ

"اس کتاب سے مجھ پر ایسا معجزانہ اثر ہوا کہ میرے دل میں ایک نئی روح پھونکی گئی"

(بشارات رحمانیہ مصنفہ محترم عبد الرحمٰن صاحب مبشر فاضل)

اس کتاب میں آپ پر اس بات کا اثر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف دعا سنتا ہے بلکہ اس کا جواب بھی دیتا ہے۔ اس کا تجربہ کرنے کے لئے آپ نے خدا تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ میرے والد صاحب جن کو فوت ہوکر دس سال کا عرصہ ہو گیا ہے۔ ان کی حالت مجھے معلوم کرا۔ دعا کرنے کے ایک یا دو روز بعد آپ نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا۔ وہ کہنے لگے کہ میں اب تک خوش ہوں۔ بعد میں آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ یا اللہ میری والدہ کا کیا حال ہے؟ وہ مجھے معلوم کرا۔ آپ جب تین سال کے بچے تھے آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوا تھا اس لئے آپ کو ان کا چہرہ بھی یاد نہ تھا۔ اس سوال کا جواب آپ کو جلد نہ ملا اور آپ کئی روز تک دعا مانگتے رہے۔ آخر ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک عورت تخت پر بیٹھی ہوئی ہے اس کے اطراف بہت سے لوگ جمع ہیں جن میں آپ بھی شریک ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ یہ عورت جو بڑے درجہ والی معلوم ہوتی ہے یہ کون ہے تو آپ نے جواب دیا کہ میری والدہ ہے۔ میری جنتی والدہ ہے اور جنتی والدہ کے الفاظ بار بار کہتے ہوئے نیند سے ہوشیار ہو گئے آپ کو اطمینان ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سنتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔

جماعت احمدیہ کے بزرگوں نے آپ کو تبلیغ کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۹۱۵ء میں میرے دادا جان کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں احمدیت کو قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور وہ تہجد گزار خادم دین بزرگ بن گئے۔ آپ نے اسلامی اصول کی فلاسفی کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کرایا اور اس کی اشاعت کی۔ نیز اس کتاب کے پڑھنے سے آپ کو قرآن مجید سے محبت پیدا ہوئی اور آپ نے EXTRACTS FROM THE HOLY QURAN کتاب شائع کی جس کے بارہ ایڈیشن آپ کی زندگی میں شائع ہوئے اور تیرھواں ایڈیشن آپ کی وفات کے بعد بفضلہ تعالیٰ آپ کی یہ کتاب بہت مقبول رہی الحمد للہ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ

۲۔ محترم صدیق امیر علی صاحب مرحوم نہایت ہی مخلص خادم دین بزرگ تھے۔ وہ کیرالہ کے صوبائی امیر رہے۔ ان کے اندر بھی نیا ایمان اسلامی اصول کی فلاسفی کے ذریعہ پیدا ہوا۔ ان کا احمدیت کا تعارف اس کتاب کے ذریعہ ہوا۔ وہ کسی دکان میں کوئی چیز خرید نے کے لئے گئے تو دکاندار نے اس چیز کو باندھنے کے لئے (WRAPPING کے لئے) جو کاغذ استعمال کیا وہ کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی کے اوراق تھے۔ وہ ان صفحات کو پڑھ کر بہت متاثر ہوئے۔ وہ دوبارہ اس دکان کو گئے اور دکاندار سے کہا کہ تم نے جس کتاب سے یہ اوراق پھاڑے ہیں وہ کتاب مجھے دے دو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک سعید روح کو یہ کتاب پہنچانے کا انتظام فرمایا الحمد للہ

۳۔ الٰہ آباد کے ایک غیر از جماعت دوست مکرم محمد مظہر الدین صاحب مرحوم نے کسی اخبار میں خاکسار کا نام پڑھ کر خاکسار کو خط لکھا تھا کہ مجھے احمدیت کے بارے میں لٹریچر بھیجیں خاکسار نے ان کو اسلامی اصول کی فلاسفی کا انگریزی ترجمہ بھیجا بعد میں جب میری ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے کہا کہ میں نے یورپ میں اس کتاب کا کچھ حصہ پڑھا تھا۔ بعد میں جس شخص کی وہ کتاب تھی اس نے اس کتاب کو مجھ سے لے لیا میں چاہتا تھا کہ کتاب کا بقیہ حصہ پڑھوں لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کتاب کہاں سے مل سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ عجیب اتفاق ہے کہ میں نے تم سے لٹریچر طلب کیا تو تم نے مجھے وہی کتاب بھیجی جس کو پڑھنے کے لئے میں تڑپ رہا تھا۔ گو مکرم محمد مظہر الدین صاحب نے بیعت نہیں کی لیکن وہ بیعت کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ایک جلسہ سالانہ پر وہ قادیان تشریف لائے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت عشق کا اظہار کرتے تھے روزانہ ہم دونوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک پر جا کر دعا کرتے تھے۔ ایک روز میں نے کہا کہ مجھے مصروفیت ہے میں آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک پر نہیں جا سکتا ہوں تو انہوں نے کہا کہ میں اکیلا چلا جاتا ہوں میں ناغہ نہیں کرنا چاہتا۔ الحمد للہ

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اسلامی اصول کی فلاسفی کے ذریعہ نیا ایمان حاصل کرنے کی توفیق بخشے

بقیہ صفحہ ۱۷

انتظام کرے جس میں باقی سوالات کا جواب سنایا جاوے۔

ساڑھے پانچ بجے شام تک مضمون سنائے جانے پر بعد مشورہ صدر اجلاس نے اعلان کیا

"میرے دوستو! آپ نے پہلے سوال کا جواب جناب مرزا صاحب کی طرف سے سُنا۔ ...... میں آپ کو مژدہ دیتا ہوں کہ آپ کے فرط شوق اور دلچسپی کو دیکھ کر جو آپ نے مضمون کے سننے میں ظاہر کی اور خصوصاً موڈریٹر صاحبان اور دیگر عمائد و رؤسا کی خاص فرمائش سے ایگزیکٹو کمیٹی نے منظور کر لیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے بقیہ حصہ مضمون کے لئے وہ چوتھے دن اپنا آخری اجلاس کرے" (رپورٹ صفحہ ۱۴۰)

۲۸ دسمبر کو مولوی محمد حسین صاحب نے تقریر کی جنہوں نے کسی اور مقرر کا وقت لے لیا تھا۔ اور اپنی تقریر میں کہا کہ

"انبیاء فوت ہو چکے۔ اُمّت محمدیہ کے بزرگ ختم ہو چکے۔ بے شک وارث انبیاء ولی تھے۔ وہ کرامت رکھتے اور برکات رکھتے تھے۔ وہ نظر نہیں آتے۔ زیر زمین ہو گئے۔ آج اسلام ان کرامت والوں سے خالی ہے اور ہم کو گزشتہ اخبار کی طرف حوالہ کرنا پڑتا ہے۔ ہم نہیں دکھا سکتے۔"

(رپورٹ صفحہ ۱۴۰-۱۴۱ و ۱۴۷)

یہ تھا محاسن اسلام کا بیان جس سے مسلمانوں کی گردنیں مارے شرم کے جھک گئیں۔

۲۹ دسمبر کو جلسہ کی کارروائی دستور سابق کے خلاف نو بجے صبح رکھی گئی تھی۔ لیکن اس سے پہلے سامعین کا ہجوم شروع ہو گیا مولوی محمد حسین بٹالوی کے بیان بالا کا ردّ بھی اس مضمون میں آگیا کہ

"وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جس کی میں نے اس وقت تفصیل بیان کی وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا ہے تا میں اندھوں کو بینائی بخشوں اور ڈھونڈنے والوں کو اس گم گشتہ کا پتہ دوں اور سچائی قبول کرنے والوں کو اس پاک چشمہ کی خوشخبری سناؤں"

"صرف اسلام ہی ہے جو اس راہ کی خوشخبری دیتا ہے اور دوسری قومیں تو خدا کے الہام پر مدّت سے مہر لگا چکی ہیں۔ ...... میں نے کوئی نہ پایا جس نے بغیر اس پاک چشمہ کے اس کھلی کھلی معرفت کا پیالہ پیا ہو"

پھر تقریر کا مقررہ وقت ختم ہو گیا اور پبلک اور صدر صاحبان نے اصرار کے ساتھ وقت کے اضافہ کا مطالبہ کیا مجلس عاملہ نے اس مطالبہ کو بخوشی منظور کر کے ہزاروں دلوں کو خوشی اور شادمانی سے بھر دیا۔

(رپورٹ صفحہ ۲۰۳ - ۲۰۴ - ۲۱۱ - بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۳۸۸-۳۸۹)

تصاویر واقفین اور واقفات نو بھارت

واقفین نو اور واقفاتِ نو بھارت کی تصاویر کی دوسری قسط ذیل میں شائع کی جارہی ہے۔ اس سے قبل اخبار بدر مجریہ ۲۰ر دسمبر ۱۹۹۰ء میں تصاویر کی پہلی قسط شائع کی جاچکی ہے۔
جن والدین کے بچے بچیاں تحریک وقفِ نو میں شامل ہیں ان سے درخواست ہے کہ وہ ان کے پاسپورٹ سائز کے بلیک اینڈ وہائٹ فوٹو کی ایک ایک کاپی دفتر شعبہ وقفِ نو تحریک جدید قادیان کو بھجوا دیں تاکہ آئندہ شائع ہونے والی قسط میں وہ تصاویر شائع ہو سکیں۔
یاد رہے کہ واقفین و واقفاتِ نو کے اسماء کی ایک فہرست (بغیر فوٹوز کے) بدر مجریہ ۳۰ر مارچ ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی ہے۔

(نیشنل سیکرٹری وقفِ نو بھارت تحریک جدید قادیان)

عطاء الرحیم عامر ابن محترم ڈاکٹر عبد الجبار احمد حافظ آبادی
A – ۱۰۲۴۵ قادیان

نعیم احمد ابید ابن مکرم حبیب احمد خادم
A – ۶۲۵ قادیان

نعمان احمد عدیل ابن مکرم منیر احمد خادم
C – ۶۰۲ قادیان

سید برکات احمد ابن مکرم سید بشارت احمد
B – ۲۰۰ قادیان

ناصر احمد انوار ابن مکرم اعظم علی صاحب ڈرائیور
A – ۸۵۰۷ قادیان

عبد اللہ وا سلیم ابن مکرم عبد الحلیم طاہر
B – ۳۱۶۴ قادیان

عبد الغالب ابن مکرم عبد الرحمن نسیم
A – ۹۲۹۱ قادیان

عبد الباسط ابن مکرم عبد العزیز اختر
B – ۴۲۵ قادیان

سید کامران احمد عجب شیراز ابن سید نعیم احمد تیماپوری
B – ۱۴۵۴ قادیان

سید شرجیل احمد ابن مکرم سید سہیل احمد
B – ۱۶۴۰ قادیان

سلمان احمد مصطفیٰ ابن مکرم ارادت احمد جاوید
A – ۱۷۴ دہلی

محمد یحییٰ نیاز ابن مکرم محمد یوسف نیاز
A – ۸۳۱۳ کرناکہ۔ پونچھ

شکیل احمد صالح ابن مکرم سعادت احمد جاوید
A – ۴۶۲۲ قادیان

وجاہت احمد ابن مکرم ڈاکٹر بشارت احمد
A – ۱۵۲۱ عثمان آباد

سید جواد واسع ابن مکرم سید عبد الرفیع صاحب
B – ۱۶۵۶ بره پوره بھاگلپور

سرشن احمد ابن مکرم رفیق احمد سلطان
A – ۶۰۰۷ بھونیشور

محمد طاہر ابن مکرم مولوی محمد اسماعیل صاحب
C – ۴۳۲ قادیان

ناصر الدین ابن مکرم سید پرویز افضل
B – ۱۱۰۱ قادیان

عمر فراز دانش ابن مکرم نور الدین انور
B – ۲۵۵۵ قادیان

عمران منور باجوہ ابن مکرم منور احمد
A – ۴۶۵۶ قادیان

شعیب احمد قمر ابن مکرم بدرالدین مہتاب
A ـ ۴۶۲۷ قادیان

محمد منصور ابن مکرم محمد منور گجراتی
B ـ ۲۱۸۴ قادیان

محمد عدیل طیب ابن مکرم محمد ارم گجراتی
A ـ ۱۸۰۷ قادیان

مدثر احمد ابن مکرم مظفر اقبال
A ـ ۹۴۷۹ قادیان

عطاء النصیر فاروق ابن مکرم جمیل اقبال چیمہ
A ـ ۹۹۹۲ قادیان

طاہر احمد حبیب ابن مکرم طاہر احمد حبیب
B ـ ۲۹۴۹ قادیان

زین العابدین ابن مکرم صلاح الدین چوہدری
C ـ ۴۳۳ قادیان

عطاء المنعم ابن مکرم مبارک احمد شیخوپوری
B ـ ۲۹۸ قادیان

مدثر ظفر ابن مکرم مظفر احمد ظفر
C ـ ۴۳۶ قادیان

محبوب احمد ابن مکرم مبارک احمد سلیم
A ـ ۱۴۳۶ قادیان

صالح احمد ابن مکرم رفیع احمد گجراتی
A ـ ۷۷۳۹ قادیان

صہیب احمد ابن مکرم افتخار الحبیب
A ـ ۴۶۲۱ قادیان

نعیم الحق قریشی ابن مکرم عنام الحق قریشی
A ـ ۲۸۷۷ قادیان

نعیم الدین ابن مکرم جلال الدین لودھی پور
A-۱۴۵۸ شاہجہاں پور

مدثر احمد ابن مکرم منور احمد مبشر
A ـ ۴۱۲۱ قادیان

عطاء الرحمن شعیب ابن مکرم فضل الرحمن
A ـ ۴۶۴۲ سورب

عاصف محمود ابن مکرم ہمایوں کبیر
A ـ ۸۵۰۸ قادیان

فرید احمد عتیق ابن مکرم حفیظ احمد مبشر
B ـ ۴۸۸ قادیان

ثاقب احمد ممتاز ابن مکرم فیاض احمد
B ـ ۳۶۱۲ قادیان

احمد سلام طارق ابن مکرم ریاض احمد زیر کفالت مکرم
چوہدری ممتاز احمد
A- ۴۸۰۶ قادیان

فصیح الدین ابن مکرم مولوی حمید الدین شمس مرحوم
B ـ ۱۳۳۲ قادیان

بشارت احمد ابن مکرم محمود احمد
A ـ ۷۱۰۱ امیٹھ یو۔پی

طاہر احمد بٹ ابن ڈاکٹر محمود بٹ
A-۱۰۵۴۸ ۔ قادیان

عطاء الحئی طاہر ابن مکرم محمد طاہر احمد
C ـ ۹۶۲ قادیان

سید فرقان علی ابن مکرم سید غلام دستگیر
A ـ ۴۴۸۹ حیدرآباد

سید سعید الدین احمد ابن مکرم سید کلیم الدین احمد
B - ۱۳۳۹ سونگھڑہ

طاہر احمد ابن مکرم ایس۔ دی مبارک احمد
A - ۱۵۳۰ پینگاڈی کیرالہ

معراج احمد خورشید ابن مکرم سید خورشید احمد
A - ۴۸۳ تارہ پور
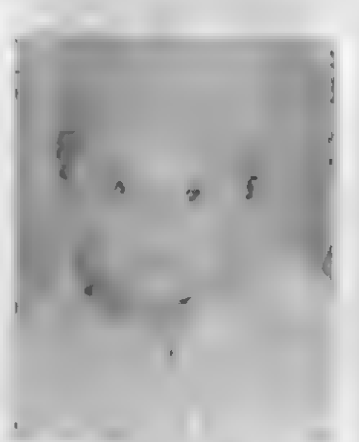
نوید احمد ابن مکرم منظور احمد مشتاق
A - ۲۶۱۳ چارکوٹ راجوری

صفدر نوید امینی ابن مکرم رفیق احمد امینی
A - ۹۹۹۴ قادیان

شاہد محمود ابن مکرم محمود خان
A - ۴۰۱۲ کیرنگ

سراج احمد منیر بھٹی ابن مکرم جمیل احمد بھٹی
A - ۷۷۳۷ کلکتہ

شکیل احمد طاہر ابن مکرم ملک محمد مقبول
۳۲۷۸ قادیان

عطاء الکریم راشد ابن مکرم راشد حسین
B - ۳۰۳۹ قادیان

سعید الدین مبشر ابن مکرم محمد عظیم الدین
B - ۴۵۱ حیدرآباد

سید شاہد احمد عامل ابن مکرم سید مبشر احمد عامل
B - ۲۴۲۶ قادیان

ناصر احمد صان لبعت مکرم عبد المجید خان
۴۶۳۸ سانڈھن۔ یو۔ پی

سجیل احمد ناصر ابن مکرم جمیل احمد ناصر
B - ۳۰۹۶ قادیان

عدنان احمد ابن مکرم نصیر احمد عارف
B - ۱۰۷۵ قادیان

عرفان احمد ابن مکرم نصیر احمد عارف
B - ۱۰۷۵ قادیان

باسل احمد ابن مکرم منظور احمد مبشر
B - ۵۹۷ قادیان

ناصر احمد ابن مکرم منظور احمد مبشر
A - ۵۹۷۔ قادیان

عبید احمد ابن مکرم حفیظ احمد ڈی۔ سی
B - ۲۴۹۵ قادیان

وسیم احمد ابن مکرم ٹی۔ پی۔ شوکت علی
A - ۳۹۰۷ کوچین

طاہر احمد خان ابن مکرم عارف احمد خان
A - ۳۸۸۹ عادل آباد

سائرہ طاہر بنت مکرم رفیق احمد طاہر
B - ۳۹۱۲ قادیان

فریحہ سوسن بنت مکرم عبد المجید قمر
B - ۳۲۶۴ قادیان

حبیبۃ اللہ نعم بنت مکرم عبد القیوم خان
A - ۸۵۱۰ بھدروہ

فرح حمید بنت مکرم عبد الحمید ظفر
A - ۴۶۳۶ قادیان

ملیحہ محمود بٹ بنت مکرم ڈاکٹر محمود احمد امینی
A ۱۰۹۲۸ قادیان

شمائلہ احمد بنت مکرم صاحبزادہ مرزا کلیم احمد
C ـ ۵۵۷ قادیان

منصورہ نصیر بنت مکرم میر احمد حافظ آبادی
B ـ ۱۳۸۵ قادیان

فریدہ طلعت بنت مکرم قریشی محمد فضل اللہ
A ـ ۱۴۲۳ قادیان

سائرہ صدف بنت مکرم مولوی حفیظ احمد بشر
B ـ ۴۸۸ قادیان

ملیحہ صباح بنت مکرم سید صباح الدین
B ـ ۱۹۹۹ قادیان

طاہرہ منیر بنت مکرم منیر احمد خان
A ـ ۵۲۹ قادیان

نائلہ نسیم بنت مکرم مولوی محمد نسیم خان
B ـ ۳۰۴۰ قادیان

وجیہہ بشارت بنت مکرم بشارت احمد حیدر
B ـ ۱۵۴۰ قادیان

عالیہ انعام بنت مکرم انعام ذاکر
C ـ ۴۰۵ قادیان

شازیہ بنت مکرم چوہدری عبد الواسع
B ـ ۹۲۵ قادیان

سحر شمس فرحین بنت مکرم شعیب احمد شاہد
قادیان B ـ ۳۰۹۰۴

نبیلہ زینب بنت مکرم ریاض احمد استاد
A ـ ۲۵۰۶ یادگیر

ملیحہ محمود بنت مکرم کے محمود مبلغ
B ـ ۶۷۲ کیرلہ
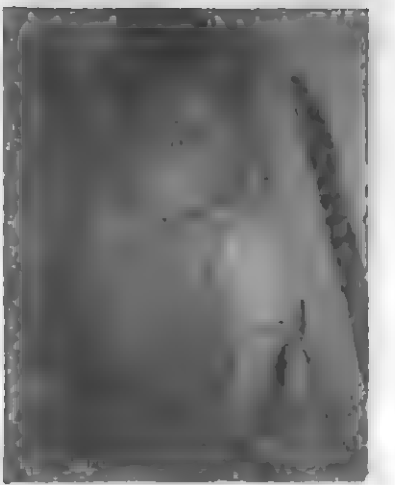
امۃ الشافی بنت مکرم عظیم الدین
B ـ ۴۵۱ حیدرآباد

فرح نیاز بنت مکرم انور احمد
B ـ ۸۴۹ دیودرگ

خدیجہ کریم بنت مکرم شیخ عبد الکریم
B ـ ۱۵۳۸ کیرنگ

امۃ البصیر طوبی بنت مکرم حاجی رشید الدین
C ـ ۲۲۰ قادیان

ماریہ نصیر بنت مکرم ڈاکٹر نصیر احمد قمر
A ـ ۱۳۲۲ قادیان

بارعہ نعمان بنت مکرم محمد نعمان دہلوی
B ـ ۱۵۴۷ قادیان

امۃ النور نورین بنت مکرم عبد الرحمن خالد
B ـ ۲۰۶۸ قادیان

صائمہ مبارک بنت مکرم مبارک احمد مسلیہ
A ـ ۱۴۳۶ قادیان

حبۃ الشکور عالیہ بنت مکرم مبارک احمد شیخو پوری
B ـ ۲۹۸ قادیان

شاہدہ احمد ملک بنت مکرم ملک منیر احمد پشاوری
B ـ ۳۸۸ قادیان

صالحہ رحمن بنت مکرم عبد الرحمن
A ـ ۶۱۳۷ مونگھیر (بہار)

امۃ الحی ثنا بنت مکرم سید جمیل احمد
B ـ ۱۴۵۶ جمشید پور

لیکچر "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے متعلق

برطانوی ہند کے پریس اور دانشمندان مشرق و مغرب کے تاثرات

(دوست محمد شاہد، مورخ احمدیت)

"جلسہ اعظم مذاہب" منعقدہ لاہور (دسمبر ۱۸۹۶ء) میں دیگر مذاہب عالم کے مضامین پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیکچر کی فیصلہ کن برتری دنیا کی مذہبی تاریخ کا ایک حیرت انگیز واقعہ ہے۔ یہ واقعہ کئی پہلو رکھتا ہے اور ہر پہلو کئی نشانوں کا حامل ہے اور ہر نشان بہت سے معجزات پر مشتمل ہے۔ جن کا لطیف ترین خلاصہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔ یہ خلاصہ حضور کی مختلف کتابوں سے تیار ہوا ہے اور حضور ہی کے الفاظ میں ہے۔ حضور فرماتے ہیں کہ ایک ہندو صاحب قادیان میں میرے پاس آئے جن کا نام سوامی شوگن چندر تھا اور کہا کہ میں ایک مذہبی جلسہ کرنا چاہتا ہوں، آپ بھی مذہب کی خوبیوں سے متعلق کچھ مضمون لکھیں۔ میں نے عذر کیا پر اس نے بڑے اصرار سے کہا کہ آپ ضرور لکھیں۔ چونکہ میں جانتا ہوں کہ میں اپنی ذاتی طاقت سے کچھ بھی نہیں کر سکتا بلکہ مجھ میں کوئی طاقت نہیں۔ میں بغیر خدا کے بلائے بول نہیں سکتا اور بغیر اس کے دکھانے کے کچھ دیکھ نہیں سکتا۔ اس لئے میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ وہ مجھے ایسے مضمون کا القاء کرے جو اس مجمع کی تمام تقریروں پر غالب رہے۔ میں نے دعا کے بعد دیکھا کہ ایک قوت میرے اندر پھونک دی گئی ہے۔ میں نے اس آسمانی قوت کی ایک حرکت اپنے اندر محسوس کی اور میرے دوست جو اس وقت حاضر تھے جانتے ہیں کہ میں نے اس مضمون کا کوئی مسودہ نہیں لکھا۔ جو کچھ لکھا صرف قلم برداشتہ لکھا تھا اور ایسی تیزی اور جلدی سے میں لکھتا جاتا تھا کہ نقل کرنے والے کے لئے مشکل ہو گیا کہ اس قدر جلدی اس کی نقل لکھے۔ جب میں مضمون ختم کر چکا تو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ "یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا"۔ چنانچہ میں نے قبل از وقت اس بارے میں اشتہار دے دیا۔ یہ اشتہار [۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء] لاہور کے جلسہ مذاہب سے پہلے، نہ صرف لاہور میں مشتہر کیا گیا تھا بلکہ جلسہ مذکورہ کی تاریخوں سے کئی دن پیشتر پنجاب کے اکثر شہروں میں اور ہزارہا لوگوں میں بکثرت شائع ہو چکا تھا۔ پس ایسا ہی ہوا کہ اس جلسہ میں جس قدر مضامین پڑھے گئے ان سب پر ہمارا مضمون فائق رہا۔ اس دن کا جلسہ مذاہب پر الخارق العادت اثر ہوا تھا کہ گویا ملائک آسمان سے نور کے طبق لے کر حاضر ہو گئے تھے۔ ہر ایک دل اس کی طرف ایسا کھینچا گیا تھا کہ گویا ایک دست غیب اس کو کشاں کشاں عالم وجد کی طرف لے جا رہا ہے۔ سب لوگ بے اختیار بول اٹھے کہ آج اسلام کی فتح ہوئی۔ اس جلسہ میں اکثر لوگ زار زار روتے تھے۔ یہ جلسہ اس مضمون کے پڑھنے سے گویا ایک صوفیاء کرام کی مجلس تھی۔ تمام زبانیں سکتہ کی عالم میں تھیں اور آنسو جاری تھے اور لذت اور وجد سے دل رقص کر رہے تھے۔ خود اس جلسہ میں غیر مذاہب کے وکلاء نے بھی پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر گواہیاں دیں کہ مرزا صاحب کا مضمون سب پر غالب رہا۔ اختتام تقریر کے بعد سب لوگوں نے مسلمانوں کو مبارک باد دی۔ مضمون چونکہ پانچ سوالات مشتہرہ کے ہر ایک پہلو کے متعلق تھا اس لئے اس کے پڑھنے کے لئے مقررہ وقت کافی نہ تھا۔ لہذا تمام حاضرین کے انشراح صدر سے درخواست کرنے پر اس کے پڑھنے کے لئے ایک دن اور بڑھایا گیا۔ یہ بھی عام قبولیت کا نشان ہے۔ [انعقاد جلسہ کی تاریخیں ۲۶، ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ دسمبر ۱۸۹۶ء)۔ لاہور شہر میں دھوم مچ گئی کہ نہ صرف مضمون اس شان کا نکلا جس سے اسلام کی فتح ہوئی بلکہ ایک الہامی پیش گوئی بھی پوری ہو گئی۔ اس روز ہماری جماعت کے بہادر سپاہی اور اسلام کے معزز رکن حبی فی اللہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے مضمون پڑھنے میں وہ بلاغت فصاحت دکھلائی کہ گویا ہر لفظ میں ان کو روح القدس مدد دے رہا تھا۔

جلسہ مذاہب کے بعد حق کے طالبوں کے دلوں پر اس پیش گوئی کا بہت ہی اثر ہوا کیونکہ جب انہوں نے دیکھا کہ درحقیقت یہی مضمون دوسرے مضمونوں پر غالب رہا اور تمام فرقوں کی عام توجہ اور رغبت اسی مضمون کی طرف ہو گئی۔ تب انصاف پسند لوگوں کے دلوں پر الہامی پیش گوئی کی سچائی نے عجیب اثر کیا۔ یہاں تک کہ ایک صاحب نے سیالکوٹ سے مبلغ سو روپیہ اپنے جوش خوشی سے بھیجا کہ خدا تعالیٰ نے اس مضمون کو ایک نشان کے رنگ میں ظاہر فرمایا۔ یعنی اس نے ایک تو ذاتی خاصیت اس مضمون میں ایسی رکھی کہ ہر ایک فرقہ کا انسان باوجود مذہبی روکوں کے بے اختیار اس مضمون کی تعریف کرنے لگا۔ اور قریباً پنجاب کی تمام اخباریں ایک زبان سے بول اٹھیں کہ جلسہ مذاہب کے تمام مضامین کی جان یہی مضمون ہے۔ اور سول ملٹری جو ایک نیم سرکاری اخبار سمجھی جاتی ہے اس نے بھی یہی گواہی دی کہ اسی مضمون کی قبولیت ظاہر ہوئی۔ اور آبزرور نے لکھا کہ یہ مضمون اس لائق ہے کہ انگریزی میں ترجمہ ہو کر یورپ میں شائع کیا جائے۔ اس سے ظاہر ہے کہ کس شوکت اور شان سے یہ پیش گوئی پوری ہوئی"۔

(حقیقۃ الوحی طبع اول صہ ۲۷۸، ۲۷۹۔ ، ضمیمہ انجام آتھم صہ ۱۵، ۱۶، ۱۷ اور ۳۲۔ ، نزول المسیح طبع اول صہ ۱۹۵۔ ، تریاق القلوب طبع اول صہ ۴۴، ۴۵)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ انقلاب انگیز، روح پرور اور وجد آفریں مضمون جو خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اور انیسوی صدی کی ایک زبردست یادگار ہے پہلی بار ۱۸۹۷ء میں "رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب" (مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور) میں شائع ہوا۔ یہی مضمون جولائی ۱۹۰۵ء میں مطبع ضیاء الاسلام قادیان سے "اسلامی اصول کی فلاسفی یا اسلام اور اس کی حقیقت" کے نام سے منظر عام پر آیا۔ اسی دوران میں مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ کے قلم سے اس کا انگریزی ترجمہ انگریزی رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" قادیان میں مارچ تا اکتوبر ۱۹۰۲ء کی اشاعتوں میں چھپا جس کا عنوان تھا Islam (اسلام)، یہی ترجمہ ۱۹۱۰ء میں The Teachings of Islam کے نام سے لیڈن (Leden) ہالینڈ میں چھپا اور لندن کے نشریاتی ادارہ Luzac & Co. نے شائع کیا۔ اب تک اس شاندار تالیف کے دنیا کی مشہور ۲۷ زبانوں میں تراجم شائع ہو کر قبولیت عامہ کی سند حاصل کر چکے ہیں۔ یہ زبانیں مندرجہ ذیل ہیں:۔

انگریزی، عربی، نارویجن، البانین، بلگیرین، چینی، فرانسیسی، یونانی، اٹالین، پرتگیزی، روسی، ترکی، جرمن، ڈینش، یوروبا، ہاؤسا، سواحیلی، سپینش، انڈونیشین، بنگالی، برمی، ہندی، گورمکھی، ملیالم، جاپانی، نیپالی، پولش۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ منفرد تصنیف ہے جو ۲۷ زبانوں میں چھپ کر لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کے مطالعہ میں آئی اور سات براعظموں میں آباد اقوام عالم میں اس کی اشاعت ہوئی۔ اس کے علاوہ ۳۰ زبانوں میں تراجم مکمل ہو چکے ہیں اور مزید کئی زبانوں میں تراجم کئے جا رہے ہیں۔

ذیل میں اس شہرہ آفاق مضمون سے متعلق جلسہ اعظم مذاہب کے ناظمین، برطانوی ہند اور یورپ و امریکہ کے پریس اور مشرق و مغرب کے دانشوروں اور مفکروں کی اہم آراء اور تاثرات مختصر طور پر نمونۃً ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں:

(۱)

سیکرٹری جلسہ اعظم مذاہب

"پنڈت گوردھن داس صاحب کی تقریر کے بعد نصف گھنٹہ کا وقفہ تھا لیکن چونکہ بعد از وقفہ ایک نامی وکیل اسلام کی طرف سے تقریر کا پیش ہونا تھا اس لئے اکثر شائقین نے اپنی اپنی جگہ کو نہ چھوڑا۔ ڈیڑھ بجنے میں ابھی بہت سا وقت رہتا تھا کہ اسلامیہ کالج کا وسیع مکان جلد جلد بھرنے لگا اور چند ہی منٹوں میں تمام مکان پر ہو گیا۔ اس وقت کوئی سات اور آٹھ ہزار کے درمیان مجمع تھا۔ مختلف مذہب و ملل اور مختلف سوسائٹیوں کے معتدبہ اور ذی علم آدمی موجود تھے۔ اگرچہ کرسیاں اور میزیں اور فرش نہایت ہی وسعت کے ساتھ مہیا کیا گیا لیکن صدہا آدمیوں کو کھڑا ہونے کے سوا اور کچھ نہ بن پڑا۔ اور ان کھڑے ہوئے شائقینوں میں بڑے بڑے رؤسا۔ عمائد پنجاب، علماء، فضلاء، بیرسٹر، وکیل، پروفیسر، اکسٹرا اسسٹنٹ، ڈاکٹر، غرض کہ اعلیٰ طبقہ کے مختلف برانچوں کے ہر قسم کے آدمی موجود تھے۔ ان لوگوں کے اس طرح جمع ہو جانے اور نہایت صبر کے عمل کے ساتھ جوش سے برابر پانچ چار گھنٹہ اس وقت ایک ٹانگ پر کھڑا رہنے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ ان ذی جاہ لوگوں کو کہاں تک اس مقدس تحریک سے ہمدردی تھی۔ مصنف تقریر اصالتاً تو شریک جلسہ نہ تھے لیکن خود اونہوں نے اپنے ایک شاگرد خاص جناب مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی مضمون پڑھنے کے لئے بھیجے ہوئے تھے۔ اس مضمون کے لئے اگرچہ کمیٹی کی طرف سے صرف دو گھنٹے ہی تھے لیکن حاضرین جلسہ کو عام طور پر اس سے کچھ ایسی دلچسپی پیدا ہو گئی کہ موڈریٹر صاحبان نے نہایت جوش اور خوشی کے ساتھ اجازت دی کہ جب تک یہ مضمون نہ ختم ہو تب تک کارروائی جلسہ کو ختم نہ کیا جاوے۔ ان کا ایسا فرمانا عین اہل جلسہ اور حاضرین جلسہ کی منشا کے مطابق تھا۔ کیونکہ جب وقت مقررہ کے گزرنے پر مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب نے اپنا وقت بھی اس مضمون کے ختم ہونے کے لئے دے دیا تو حاضرین اور موڈریٹر صاحبان نے ایک نعرہ خوشی سے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ جلسہ کی کارروائی ساڑھے چار بجے ختم ہو جانی تھی۔ لیکن عام خواہش کو دیکھ کر کارروائی جلسہ ساڑھے پانچ بجے تک جاری رکھنی پڑی۔ کیونکہ یہ مضمون قریباً چار گھنٹہ میں ختم ہوا۔ اور شروع سے آخیر تک یکساں دلچسپی و مقبولیت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔

(۲)

اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ"، لاہور

"The sources of divine knowledge, particular interest entered in the lecture of Mirza Ghulam Ahmed of Qadian, a master in the apologetics of Islam, an immense gathering of sects far and assembled to hear the lecture, which as the Mirza himself was unable to attend in person, was read by one of his able scholars Maulana Abdul Karim of Sialkot. The lecture on the 27th lasted about three and a half hours, and was listened to with rapt attention, though so far it dealt only with the first question. The speaker promised to treat the remaining question if time was allowed. So the president and the executive committee reserved to extend their sitting to the 29th".

اس جلسہ میں سامعین کی دلی اور خاص دلچسپی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے لیکچر کے ساتھ تھی جو اسلام کی حمایت اور حفاظت کے کامل ماسٹر ہیں۔ اس لیکچر کے سننے کے لئے دور و نزدیک سے لوگوں کا جم غفیر جمع ہو رہا تھا اور چونکہ مرزا صاحب خود تشریف نہ لا سکتے تھے اس لئے یہ لیکچر ان کے ایک لائق شاگرد مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھ کر سنایا۔ ۲۷ دسمبر کو یہ لیکچر ساڑھے تین گھنٹے تک ہوتا رہا اور حاضرین نے پوری توجہ سے اس کو سنا۔ لیکن ابھی صرف ایک ہی سوال ختم ہوا۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے وعدہ کیا کہ اگر وقت ملا تو باقی کا بھی سنا دوں گا۔ اس لئے اگزکٹو کمیٹی اور پریذیڈنٹ نے یہ تجویز کر لی کہ ۲۹ کا دن بڑھا دیا جائے۔ چنانچہ سارے مضمون کے لئے بخوشی ایک دن اور بڑھا دیا گیا اور باقی مضمون بھی سامعین نے اسی ذوق و شوق سے سنا۔

(۳)

اخبار چودھویں صدی راولپنڈی

(یکم فروری ۱۸۹۷ء)

اخبار "چودھویں صدی" راولپنڈی نے لکھا:
"ان لیکچروں میں سب سے عمدہ اور بہترین لیکچر جو جلسہ کی روح رواں تھا مرزا غلام احمد قادیانی کا لیکچر تھا جس کو مشہور فصیح البیان مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے نہایت خوش اسلوبی سے پڑھا۔ یہ لیکچر دو دن میں تمام ہوا۔ ۲۷ دسمبر کو قریباً چار گھنٹے اور ۲۹ کو ۲ گھنٹے تک ہوتا رہا۔ کل چھ گھنٹہ میں یہ لیکچر تمام ہوا جو حجم میں سو صفحہ کلاں تک ہوگا۔

غرضیکہ مولوی عبدالکریم صاحب نے یہ لیکچر شروع کیا اور کیسا شروع کیا کہ تمام سامعین لٹو ہو گئے۔ فقرہ فقرہ پر صدائے آفرین و تحسین بلند تھی اور بسا اوقات ایک ایک فقرہ کو دوبارہ پڑھنے کے لئے حاضرین سے فرمائش کی جاتی تھی۔ عمر بھر کانوں نے ایسا خوش آئندہ لیکچر نہیں سنا......۔

ہم مرزا صاحب کے مرید نہیں ہیں نہ ان سے ہمارا کوئی تعلق ہے لیکن انصاف کا خون ہم کبھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی سلیم فطرت اور صحیح کانشنس اس کو روا رکھ سکتا ہے۔ مرزا صاحب نے کل سوالوں کے جواب (جیسا کہ مناسب تھا) قرآن شریف سے دئے اور تمام بڑے بڑے اصول و فروع اسلام کو دلائل عقلیہ اور براہین فلسفہ کے ساتھ مبرہن اور مزین کیا۔ پہلے عقلی دلائل سے الٰہیات کے ایک مسئلہ کو ثابت کرنا اور اس کے بعد کلام الٰہی کو بطور حوالہ پڑھنا ایک عجیب شان دکھاتا تھا۔

مرزا صاحب نے نہ صرف مسائل قرآن کی فلاسفی بیان کی بلکہ الفاظ قرآنی کی فلالوجی اور فلاسوفی بھی ساتھ ساتھ بیان کر دی غرض کہ مرزا صاحب کا لیکچر بہ ہیئت مجموعی ایک مکمل اور حاوی لیکچر تھا جس میں بے شمار معارف و حقائق و حکم و اسرار کے موتی چمک رہے تھے اور فلسفہ الٰہیہ کو ایسے ڈھنگ سے بیان کیا گیا تھا کہ تمام اہل مذاہب ششدر رہ گئے۔ کسی شخص کے لیکچر کے وقت اتنے آدمی جمع نہیں تھے جتنے کہ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت۔ تمام ہال اوپر نیچے سے بھرا ہوا تھا اور سامعین ہمہ تن گوش ہو رہے تھے۔ مرزا صاحب کے لیکچر اور دیگر سپیکروں کے لیکچروں میں امتیاز کے لئے اس قدر کافی ہے کہ اس وقت خلقت اس طرح آگری جیسے شہد پر مکھیاں ...... بہرحال اس کا شکر ہے کہ اس جلسہ میں اسلام کا بول بالا رہا اور تمام غیر مذاہب کے دلوں پر اسلام کا سکہ بیٹھ گیا۔

(۴)

اخبار "جنرل و گوہر آصفی"

(کلکتہ)

اس اخبار نے ۲۴ جنوری ۱۸۹۷ء کی اشاعت میں صفحہ ۲ پر "جلسہ اعظم منعقدہ لاہور" اور "فتح اسلام" کے دوہرے عنوان سے لکھا۔
"جلسے کے پروگرام کے دیکھنے اور نیز تحقیق کرنے سے ہمیں یہ پتہ ملا ہے کہ جناب مولوی سید محمد علی صاحب کانپوری، جناب مولوی عبدالحق صاحب دہلوی اور جناب مولوی احمد حسین صاحب عظیم آبادی نے اس جلسہ کی طرف کوئی جوشیلی توجہ نہیں فرمائی اور نہ ہمارے مقدس زمرہ علماء سے کسی اور لائق فرد نے اپنا مضمون پڑھنے یا پڑھوانے کا عزم بتایا۔ ہاں دو ایک عالم صاحبوں نے بڑی ہمت کر کے ماںحن فیہا میں قدم رکھا۔ مگر الٹا۔ اس لئے انہوں نے یا تو مقرر کردہ مضامین پر کوئی گفتگو نہ کی۔ یا بے سروپا کچھ ہانک دیا۔ جیسا کہ ہماری آئندہ کی رپورٹ سے واضح ہوگا۔ غرض جلسہ کی کارروائی سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایک حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان تھے۔ جنہوں نے اس میدان مقابلہ میں اسلامی پہلوانی کا پورا حق ادا فرمایا ہے اور اس انتخاب کو راست کیا ہے جو خاص آپ کی ذات کو اسلامی وکیل مقرر کرنے میں پشاور، راولپنڈی، جہلم، شاہ پور، بھیرہ، خوشاب، سیالکوٹ، جموں، وزیر آباد، لاہور، امرتسر، گورداسپور، لودھیانہ، شملہ، دہلی، انبالہ، ریاست پٹیالہ، کپورتھلہ، ڈیرہ دون، الٰہ آباد، مدراس، بمبئی، حیدر آباد دکن، بنگلور وغیرہ بلاد ہند کے مختلف اسلامی فرقوں سے وکالت ناموں کے ذریعہ مزین بدستخط ہو کر وقوع میں آیا تھا۔ حق تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اس جلسے میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلت و ندامت کا قشقہ لگتا۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچا لیا۔ بلکہ اس کو اس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی کہ موافقین تو موافقین مخالفین بھی سچی فطرتی جوش سے کہہ اٹھے کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے۔ بالا ہے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اختتام مضمون پر حق الامر معاندین کی زبان پر یوں جاری ہو چکا کہ اب اسلام کی حقیقت کھلی اور اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔

(۵)

دی اینگلو بیلجین ٹائمز

(برسلز)

"The teachings of Islam" turns out a wonderful commentary on The Qur'an (The Muslim scripture) itself. The author's method has a further moral, and this is one which, to our mind, all writers on religion will do well to consider. It is that a religious treatise should be affirmative rather than negative in character. It should insist on the beauties of one system rather than on the defects of another. "The Teachings of Islam" demonstrates the principle in a pre-eminent degree, and the result is that the author has been able, without being in the least bitter towards any non- Muslim system, to guide the reader to an appreciation of Muslims fundamentals such as would have been impossible otherwise. The book rings with sincerity and conviction
(The Anglo Belgian Times, Brussels)

"ٹیچنگ آف اسلام" مسلمانوں کی الہامی کتاب قرآن کی ایک نہایت عمدہ تفسیر ہے۔ مصنف کا اسلوب بیان ایک مزید اخلاقی معیار قائم کرتا ہے جسے ہمارے نزدیک مذہب پر لکھنے والے تمام مصنفین کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک مذہبی تصنیف کا انداز منفی نہیں بلکہ مثبت ہونا چاہئے۔ اسے کسی بھی سسٹم کی خوبیاں واضح کرنی چاہئیں نہ کہ محض دوسرے کی خامیاں۔ کتاب "ٹیچنگ آف اسلام" یہ اصول نہایت واضح طور پر قائم کرتی ہے۔ جس کی بناء پر اس کا مصنف قاری کو اسلام کے بنیادی اصولوں کی ستائش کی ترغیب کی خاطر کسی اور غیر مسلم سسٹم کے خلاف تلخ رویہ اختیار نہیں کرتا اور یہ بات کوئی اور طرز بیان اختیار کرنے سے ممکن نہ تھی۔ الغرض یہ کتاب خلوص اور حق الیقین کا مرقع ہے۔

(۶) دی ڈیلی نیوز (شکاگو)

"The devout and earnest character of the author is apparent"
(The Daily News, Chicago, 16 March 1912)

اس مصنف کا نہایت پرخلوص اور حقیقت پر مبنی کردار بالکل عیاں ہے۔

(۷) دی برسٹل ٹائمز اینڈ مرر

"Clearly it is no ordinary person who thus addresses himself to the west."
(The Bnstol Times and Mirror)

یقیناً وہ شخص جو اس رنگ میں مغرب کو مخاطب کرتا ہے کوئی معمولی آدمی نہیں۔

(۸) دی انگلش میل

"A summary of really Islamic ideals."
(The English Mail 27 Oct.1911)

"حقیقی اسلامی خیالات کا خلاصہ"

(۹) تھیوسافیکل بک نوٹس

"Admirably calculated to appeal to the student of comparative religion, who will find exactly what he wants to know as Mohammedan doctrines on souls and bodies, divine existence, moral law and much else."
(Theosophical Book Notes, March 1912)

قابل تعریف، جچا تلا انداز جو مقابلہ مذاہب کے ایسے طالب علم کو بہت متاثر کرتا ہے جسے اس میں وہ سب کچھ مل جاتا ہے جو وہ محمدی قوانین کی روشنی میں روح، جسم، روحانی زندگی، اخلاقی قوانین اور دیگر بہت سے متعلقہ امور کے بارے میں جاننا چاہتا ہے۔

(۱۰)

نامور روسی مفکر کاؤنٹ ٹالسٹائی

"The ideas are very profound and very true"

یہ خیالات نہایت گہرے اور سچے ہیں۔

شاندار مستقبل

اسلامی اصول کی فلاسفی کے تراجم کی وسیع پیمانہ پر اشاعت اور اس کے متعلق مذکورہ بالا عالمی تاثرات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس معرکہ آراء کتاب نے دنیائے افکار و خیالات میں کس طرح زبردست تہلکہ مچا دیا ہے مگر یہ تو اس عظیم اور بین الاقوامی روحانی انقلاب کا نقطہ آغاز ہے جس کی جھلک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک صدی قبل جناب الٰہی کی طرف سے دکھلائی گئی تھی۔ چنانچہ حضور نے اشتہار ۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء میں تحریر فرمایا:

"خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ ..... اس کی پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو۔ میں نے عالم کشف میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اس ہاتھ کے چھونے سے اس محل میں سے ایک نور ساطع نکلا جو اردگرد پھیل گیا اور میرے ہاتھوں پر بھی اس کی روشنی پڑی۔ تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا کہ اللہ اکبر خربت خیبر۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس محل سے میرا دل مراد ہے جو جائے نزول و حلول انوار ہے اور وہ نور قرآنی معارف ہیں اور خیبر سے مراد تمام خراب مذہب ہیں جن میں شرک اور باطل کی ملونی ہے اور انسان کو خدا کی جگہ دی گئی یا خدا کی صفات کو اپنے کامل محل سے نیچے گرا دیا ہے۔ سو مجھے جتلایا گیا کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا اور قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرے"۔

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۱۶، ۱۷)

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے
اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

جلسہ مذاہب عالم کا مختصر خاکہ اور مضامین پر تبصرہ

قریشی محمد فضل اللہ

دسمبر ۱۸۹۶ء میں بمقام اسلامیہ کالج لاہور جلسہ اعظم مذاہب منعقد ہوا یہ جلسہ قبل ازیں ماڈل ٹاؤن لاہور میں ہونا قرار پایا تھا لیکن بعض مخالفین کی مخالفت کے باعث اسلامیہ کالج میں منعقد ہوا اس میں مختلف مذاہب کے علماء نے پانچ مخصوص سوالات کے جواب دیئے مگر ان تمام تقاریر میں سے صرف سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقریر ہی تمام سوالات کا مکمل اور حقیقی جواب تھی حضور علیہ السلام کا یہ لیکچر جب، وقت حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضہ پڑھ رہے تھے وہ سماں الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا ہر آدمی پر وجد اور محویت کا عالم طاری تھا اور بے اختیار تحسین و آفرین کے نعرے بلند ہو رہے تھے اس سے بڑھ کر اس مضمون کی کیا خوبی ہوگی کہ مخالفین تک عش عش کر رہے تھے اور تمام مشہور اخباروں نے اس پر گرانقدر تبصرے کئے قبل از وقوع جلسہ ہی حضور نے اس کے غالب آنے کے سلسلہ میں اپنی پیشگوئی اشتہار کے ذریعہ شائع فرمائی یہ زبردست پیشگوئی اسلام کی صداقت پر ایک عظیم نشان تھی جو تمام ادیان پر ظاہر ہوا یہ تمام مضامین بعد میں منتظمہ کمیٹی کی طرف سے کتابی شکل میں ۲۴ × ۳۸ سائز پر شائع ہوئے جلسہ کے لئے پہلے ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر کے دن مقرر تھے ایک دن اور زاید کرنا پڑا۔ جلسہ کی صدارت اور تقریروں کو حسب شرائط اندازہ کرنے کے لئے چھ ماڈریٹر مقرر تھے جو مختلف اوقات صدر مقرر ہوئے۔

۲۶ دسمبر بروز ہفتہ پہلے اجلاس کی کارروائی حسب پروگرام ۱۰ بجے شروع ہونی تھی ساڑھے نو بجے سے قبل ہی مکان جلسہ شائقینوں سے معمور نظر آنے لگا تجویز کردہ ماڈریٹر صاحبان میں سے خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب اور حکیم نورالدین صاحب رضہ صدارت کے سٹیج پر متمکن تھے سردار دیال سنگھ صاحب کی جگہ سردار جواہر سنگھ صاحب سیکرٹری خالصہ کالج کمیٹی ماڈریٹر مقرر ہوئے ٹھیک ۱۰ بجے ماسٹر درگا پرشاد صاحب پریذیڈنٹ کمیٹی منتظمہ نے سٹیج پر آکر جلسہ کے اغراض و مقاصد بیان کئے بعدہ سردار جواہر سنگھ صاحب کرسی صدارت سے اٹھ کر منبر پر آئے اور افتتاحی تقریر سے کارروائی کا آغاز فرمایا آپکے بعد خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب اپنی کرسی سے اٹھے حسب قرار داد کمیٹی آپ آج کے دن کے لئے ماڈریٹروں میں سے پریذیڈنٹ جلسہ قرار پائے تھے آپنے فرمایا کہ حسب پروگرام یہ وقت پنڈت امراؤ سنگھ صاحب کا ہے جو جین مذہب کے وکیل ہیں وہ تشریف نہیں لائے اسلئے یہ وقت جناب میر ناصر نواب صاحب کو دیا جاتا ہے جنہوں نے کمیٹی کی تحریک پر اغراض جلسہ کو مد نظر رکھ کر نظم لکھی ہے چنانچہ موصوف نے طویل نظم جو ۱۰ صفحات پر مشتمل ہے پڑھی۔ نظم کے بعد پنڈت ایشری پرشاد صاحب جو کہ نامور مقرر اور معزز عہدیدار سناتن دھرم ہیں نے خطاب فرمایا جو ۱۲ صفحات میں طبع ہے۔

موصوف نے چند خیالات صرف اس سوال کے جواب میں پیش کئے کہ دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے اور وہ کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ اور باقی ۴ سوالات کو اسی کی جز قرار دے کر چھوڑ دیا آپ نے اپنی تقریر میں اس بات کا اظہار کیا کہ تقریر میں پیش کردہ تمام خیالات کو حتمی طور پر مستند کتب سناتن دھرم کے تصور نہ کیا جائے۔

پنڈت جی کی تقریر کے بعد نصف گھنٹہ کا وقفہ ہوا ڈیڑھ بجے دوپہر شائقین جمع ہونے لگے اور خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب کے اعلان کے بعد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے تقریر کی موصوف نے شروع میں تقریر کا خاکہ پیش کیا اور آیات قرآنیہ پڑھیں اور ان کا ترجمہ پیش کیا اور سوائے اشارہ کے ان سوالات کے جوابات کا ذکر تک نہ کیا اور دعا کے ساتھ اپنی تقریر ختم کی جو ۱۵ صفحات میں بے ترتیب اور عام تمدنی باتوں پر مشتمل ہے مولوی صاحب پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے جلسہ سے قبل شائع کئے جانے والے اشتہار کا ایک رعب طاری تھا اور وہ اس احساس کمتری میں مبتلا تھے کہ انکی تقریر لازمًا حضور ؑ کی تقریر کی نسبت مقبول نہ ہوگی اس لئے تقریر کے شروع میں ہی وہ سامعین کو کہتے ہیں کہ اگر میں اپنی تقریر میں کوئی عمدہ بات بیان کروں تو سامعین اس پر واہ واہ نہ کہیں اور نہ ہی تالیاں بجائیں گویا اس طرح سامعین کو اپنی تقریر پر داد تحسین دینے کی ایک خفیہ تحریک کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

دوران تقریر جناب پرتول چندر صاحب چٹرجی ایم اے بی ایل جج چیفکورٹ پنجاب جو چھ ماڈریٹروں میں سے ایک تھے تشریف لائے آپکے ہمراہ آپکے سمدھی بھی بطور شائقین جلسہ میں شریک ہوئے اور دونوں صدارت کے سٹیج پر ہی کرسی نشین ہوئے مولوی بٹالوی صاحب کے بعد جناب رائے برودا کنٹھ صاحب لہری پلیڈر تھیوسوفیکل سوسائٹی بلائے گئے آپکی تقریر انگریزی میں تھی۔ لیکن بابو پرتول چندر صاحب کی فرمائش پر اردو زبان اختیار کرنی پڑی آپ نے فرمایا کہ تھیوسوفیکل سوسائٹی تعلیم حاصل کرنے کا وہ مدرسہ ہے جس میں ہر فرقہ کا آدمی اپنے مذہب کی خوبیاں دریافت کرنے اور مذہب کی اصلیت کو اس کے ساتھ موافق کرنے کیلئے شامل ہے تھیاصوفی ایک یونانی لفظ ہے جسے سنسکرت میں برھم ددیا اور فارسی میں غالبًا علم حقیقت کہتے ہیں۔ الغرض موصوف کی تقریر سوالات مخصوصہ میں سے صرف ایک سوال تک محیط تھی جسے انہوں نے صرف اپنے ذاتی خیالات کے مطابق بیان کیا الغرض ان سوالات میں سے کسی ایک کا بھی تسلی بخش جواب نہ دے پائے یہ تقریر ۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس اجلاس کی یہ آخری تقریر تھی چنانچہ خان بہادر خدا بخش صاحب نے سپیکروں اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا بعد میں اگلے دن کا پروگرام سنایا۔ اور جلسہ برخاست ہوا۔

۲۷ دسمبر بروز اتوار ٹھیک صبح ۱۰ بجے اگزکٹو کمیٹی کے ممبروں نے اجلاس کی کارروائی شروع کی آج کے دن کی صدارت کے لئے بالاتفاق حکیم نور الدین صاحب طبیب شاہی موڈریٹر منتخب کئے گئے چنانچہ ماسٹر درگا پرشاد صاحب نے صدر جلسہ کو دعوت دی اور صدر اجلاس کے مختصر خطاب کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب مدرس مدرسہ تائید الاسلام امرتسر تقریر کے لئے تشریف لائے موصوف نے فرمایا کہ میں نے ان سوالات کے جواب علیحدہ نہیں بلکہ مجموعی طور پر ایک ہی مضمون کے تحت بیان کر دیئے ہیں آپنے قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث اس ضمن میں پڑھیں اور ان کا ترجمہ سناتے ہوئے کسی کسی جگہ مختصر طور پر انکی تشریح فرمائی آپکی تقریر میں بھی ان سوالات کا اشارةً ہی ذکر آیا ہے اگر سوالات کا علم نہ ہو تو ایک مجمل سی تقریر ہوگی جس سے ان مخصوص سوالات کے بارہ میں جواب کا بالکل پتہ نہیں چلتا۔

آپکی تقریر کے مطالعہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آپکو بھی حضور ؑ کے شائع کردہ اشتہار کے رعب کی وجہ سے اپنی تقریر کے کمتر ہونے کا احساس تھا اس لئے اس تقریر میں بھی ہم یہ پاتے ہیں کہ موصوف سامعین سے اپنی تقریر کو قبولیت کا فخر بخشنے کی درخواست کرتے ہیں۔

مولوی صاحب نے تمام سوالات کا اجمالاً جو جواب دیا ہے ۱۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اوامر و نواہی کی طرز پر عام باتیں بیان کی ہیں جن سے مذکورہ سوالات کے جواب کا صرف دھندلا سا عکس ظاہر ہوتا ہے۔

مولوی صاحب کے بعد جناب بابو بیچارام صاحب چٹرجی سابق پریذیڈنٹ آریہ سماج سکھر تشریف لائے۔ آپنے پہلے خدا کی حمد بیان کی پھر فرمایا کہ مذہب کے معنے میل محبت کے ہیں ساری دنیا خدا کی قدرت ہے دنیا میں پائے جانے والے اختلافات شناخت کے لئے ضروری ہیں انسانی زندگی کا مقصد خوشی کا حصول ہے مذہب کے بغیر کوئی ترقی نہیں ہو سکتی شادی کرنا زندگی کا دوسرا اصول ہے خانہ دار کو خدا پرست ہونا چاہیئے آپکی تقریر کا خلاصہ دو صفحات پر مشتمل ہے جس میں ایک سوال کا بھی مکمل جواب نہیں دیا گیا نہ ہی اپنی مذہبی کتب کے حوالہ سے بات کی گئی ہے۔

آپکی تقریر کے بعد جناب پنڈت گوردھن داس صاحب فری تھنکر نے انگریزی میں تقریر کی۔ آپ فری تھاٹ (آزاد خیال) کی طرف سے وکیل تھے۔ آپکی تقریر کا ترجمہ ۱۱ صفحات پر مشتمل طبع ہوا ہے۔ جس میں پنڈت جی نے پانچوں مقررہ سوالوں کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ تمام کے تمام امور صرف اس سیدھے سادھے ایک سوال میں آسکتے ہیں کہ انسان کی وراثت کیا ہے ..... ہم کو نہایت خوشی اور سرگرمی کے ساتھ اپنی اس وراثت کو جمع کر لینا چاہیئے تاکہ ہم اپنی ذمہ داری اور اپنی طاقت کی حد کمال کا اندازہ کر سکیں اس وراثت یا تجربہ کو آپ تین حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "اب انسانی زندگی یا تو جسمانی ہے یا عقلی یا اخلاقی" جسمانی حصہ کے متعلق آپنے بطور خاص توجہ دی اور ورزش کی اہمیت بیان کی۔ مذہبی تعلیم کا خلاصہ اپنے تجربہ اور علم کے مطابق یہ بیان کیا ہے کہ ایمان لاؤ ورنہ تم ہلاکت اور جہنم کا منہ دیکھوگے۔ آپ نے بھی کسی ایک سوال کا جامع اور صحیح جواب دینے کی بجائے غیر تعلق اور سطحی قسم کی باتوں سے مضمون کو بھر دیا ہے۔ بعدہ نصف گھنٹہ کا وقفہ ہوا لیکن چونکہ اس کے بعد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی تقریر ہونی تھی اسلئے اکثر شائقین وقفہ کے دوران اپنی جگہ پر ہی بیٹھے رہے اس کی منظر کشی رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب میں اس طرح کی گئی ہے۔

" پنڈت گوردھن داس صاحب کی تقریر کے بعد نصف گھنٹہ کا وقفہ تھا لیکن چونکہ بعد از وقفہ ایک نامی وکیل اسلام کی طرف سے تقریر کا پیش ہونا تھا اسلئے اکثر شائقین نے اپنی اپنی جگہ کو نہ چھوڑا ڈیڑھ بجے میں ابھی بہت سا وقت رہتا تھا کہ اسلامیہ کالج کا وسیع مکان جلد جلد بھرنے لگا اور چند ہی منٹوں میں تمام مکان پر ہوگیا۔ اس

وقت کوئی سات اور آٹھ ہزار کے درمیان مجمع تھا مختلف مذاہب و ملل اور مختلف سوسائٹیوں کے معتدبہ اور ذی علم آدمی موجود تھے اگرچہ کرسیاں اور میزیں اور فرش نہایت ہی وسعت کے ساتھ مہیا کیا گیا۔ لیکن صدہا آدمیوں کو کھڑا ہونے کے سوا اور کچھ نہ بن پڑا۔ اور ان کھڑے ہوئے شائقین میں بڑے بڑے رؤسا۔ عمائد پنجاب علماء فضلاء۔ بیرسٹر وکیل۔ پروفیسر۔ اکسٹرا اسسٹنٹ ڈاکٹر۔ غرضکہ اعلیٰ طبقہ کے مختلف برانچوں کے ہر قسم کے آدمی موجود تھے۔ ان لوگوں کے اس طرح جمع ہو جانے اور نہایت صبر و تحمل کے ساتھ جوش سے برابر پانچ چار گھنٹہ اس وقت ایک ٹانگ پر کھڑا رہنے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ ان ذی جاہ لوگوں کو کہاں تک اس مقدس تحریک سے ہمدردی تھی۔ مصنف تقریر اصالتاً تو شریک جلسہ نہ تھے لیکن خود انہوں نے اپنے ایک شاگرد خاص جناب مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی مضمون پڑھنے کے لئے بھیجے ہوئے تھے اس مضمون کے لئے اگرچہ کمیٹی کی طرف سے صرف دو گھنٹے ہی تھے۔ لیکن حاضرین جلسہ کو عام طور پر اس سے کچھ ایسی دلچسپی پیدا ہو گئی کہ موڈریٹر صاحبان نے نہایت جوش اور خوشی کے ساتھ اجازت دی کہ جبتک یہ مضمون نہ ختم ہو تب تک کارروائی جلسہ کو ختم نہ کیا جاوے ان کا ایسا فرمانا عین اہل جلسہ اور حاضرین جلسہ کی منشاء کے مطابق تھا۔ کیونکہ جب وقت مقررہ کے گذرنے پر مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب نے اپنا وقت بھی اس مضمون کے ختم ہونے کے لئے دے دیا تو حاضرین اور موڈریٹر صاحبان نے ایک نعرہ خوشی سے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا جلسہ کی کارروائی ساڑھے چار بجے ختم ہو جاتی تھی لیکن عام خواہش کو دیکھ کر کارروائی جلسہ ساڑھے پانچ بجے کے بعد تک جاری رکھنی پڑی کیونکہ یہ مضمون قریباً چار گھنٹہ میں ختم ہوا۔ اور شروع سے اخیر تک یکساں دلچسپی و مقبولیت اپنے ساتھ رکھتا تھا" (ص ۷۹ و ۸۰)

بعد نماز ظہر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کا لیکچر شروع ہوا۔ مضمون کے شروع میں آپنے بتایا کہ میں اسلام کی خوبیاں صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے کلام قرآن مجید سے ہی بیان کروں گا۔ بعدہ آپنے نمبروار ہر سوال کا کافی و شافی جواب دیا پہلے سوال کا جواب جو ۵۹ صفحات پر مشتمل ہے ختم ہوتے ہوتے شام کا وقت آگیا حاضرین کی دلچسپی اتنی بڑھی کہ کمیٹی سے جلسہ کے چوتھے اجلاس کے انتظام کی درخواست کی گئی تاکہ باقی سوالات کا جواب بھی سنایا جاسکے۔ کیونکہ حسب اعلان کمیٹی جلسہ کے تین اجلاس ہی ہونے تھے اور تیسرے اجلاس کے سپیکر پہلے ہی مقرر تھے مضمون ساڑھے پانچ بجے ختم ہوا چنانچہ انگزکٹو کمیٹی نے چوتھے دن کے لئے انتظام کر کے اعلان کروا دیا۔ اگلا پروگرام سنانے کے بعد جلسہ ختم ہوا

۲۸ دسمبر بروز پیر جلسہ کی کارروائی صبح ۱۰ بجے شروع ہونی تھی لیکن ساڑھے آٹھ بجے سے پہلے ہی اجلاس کے صدر تشریف لے آئے۔ آج مولوی مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی پروفیسر اورنٹیل کالج کی تقریر تھی آپکے نہ آنے کے سبب آپکا وقت بھی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو دے دیا گیا۔ مولوی صاحب نے حضور علیہ السلام کا ایک حصہ مضمون سن لیا اور حاضرین کا جذبہ و جوش مشاہدہ کر لیا تھا چنانچہ انہوں نے منتظمین جلسہ سے اپنے لئے باصرار وقت حاصل کر لیا لیکن پہلے مضمون کی طرح اس کی طرف بھی حاضرین نے توجہ و دلچسپی نہ لی۔ حتی کہ اجلاس بھی بروقت شروع نہ ہو سکا۔ جناب رائے بہادر رادھا کشن صاحب کول پلیڈر کے نہ آنے کے سبب انکے فرائض صدارت شیخ صاحب نے انجام دئے۔ اس مضمون میں بھی مولوی صاحب نے بے تعلق باتیں ہی بیان کیں جو ۱۰ صفحات پر مشتمل ہیں۔ اس کے بعد سردار جواہر سنگھ صاحب سیکرٹری خالصہ کالج لاہور کو وقت دیا گیا جو سکھ ازم کی طرف سے پہلے دکیل تھے۔ آپکی تقریر پہلے سوال کے جواب میں تھی اور بقیہ سوالوں کے جواب سے تشنہ رہی۔ آپنے اپنی طرف سے بعض زائد سوالات بنا کر ان کے جواب دئے جن کا اصل سوالات سے کوئی تعلق نہیں تھا آئندہ زندگی کے متعلق کہا کہ ہم میں طاقت نہیں کہ اس کے متعلق رائے لگا سکیں یہ تقریر ۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

وقفے کے بعد جناب لالہ کانشی رام صاحب سیکرٹری برہمو سماج لاہور و جائنٹ سیکرٹری جلسہ مذاہب نے تقریر کی۔ آپنے جلسہ کی غرض اور مذہب کی ضرورت بیان کرتے ہوئے پہلے سوال کا جواب جو کہ کافی و شافی نہ تھا دیا جبکہ بقیہ سوالات کا اشارۃً بھی ذکر نہ کیا یہ تقریر ۵ صفحات میں طبع ہے۔

بعدہ جناب اے مجیداس صاحب ایڈووکیٹ دار یونیکل سوسائٹی نے پندرہ منٹ تقریر کی جو تین صفحات پر مشتمل ہے۔ آپنے دوسرے سوال کا جواب دیا اسی طرح پہلے اور تیسرے سوال کا بھی سرسری سا جواب دیا ہے۔ آپکے بعد سردار راجندر سنگھ صاحب جو سکھ ازم کے دوسرے دکیل تھے نے تقریر کی جو صرف دو صفحات پر مشتمل ہے بعدہ مسٹر جان مارلیس صاحب جو کہ لاہور میں مشہور جرنلسٹ ہیں نے عیسائی مذہب کی طرف سے تقریر کی جو تین صفحات پر مشتمل ہے آپکی تقریر میں بھی نہ تو کسی ایک سوال کا تسلی بخش جواب تھا نہ ہی توریت و انجیل کا کوئی حوالہ۔

بعدہ صدر اجلاس نے کل کے پروگرام کا اعلان کیا جس میں سب سے پہلے حضور علیہ السلام کی تقریر تھی اس کے متعلق رپورٹ جلسہ اعظم میں یوں منظر کشی کی گئی ہے۔

"جس قدر تقریریں ضروری تھیں ان کے لئے بھی روزمرہ کے اوقات پورے نہ تھے اسلئے مناسب یہی سمجھا گیا کہ کارروائی ساڑھے نو بجے کے شروع ہو لیکن دسمبر کے ساڑھے نو بجے صبح کے وقت حاضرین کا جمع ہو جانا بہت دشوار تھا لیکن مجبوراً ایسا کرنا پڑا اور پروگرام بھی اسی لئے اس طور پر بنایا گیا کہ یہ دشواری دور ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا ابھی نو نہ بجنے پائے تھے کہ تمام طور پر معمولی رونق اور ہجوم شائقین کا شروع ہو گیا" (الخ)

۲۹ دسمبر بروز منگل آج آخری اجلاس تھا سردار جواہر سنگھ صاحب آج کے صدر تجویز ہوئے۔ آپ نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا جو حضور علیہ السلام کے مضمون کے خطیب تھے تعارف کرایا موصوف نے دوسرے سوال کے جواب سے تقریر شروع کی جو ۱۲ صفحات پر مشتمل تھا اسی طرح باقی سوالات علی الترتیب ۵½، ۶، اور پندرہ صفحات کے جوابات پر مشتمل تھے جو نہایت جامع اور تسلی بخش ایسے تھے کہ حاضرین تحسین و آفرین کی صدا بار بار بلند کرتے تقریر کے ختم ہونے سے پہلے ہی مقررہ وقت ختم ہو چکا تھا حاضرین و موڈریٹر صاحبان کے زور دینے پر وقت کو بڑھانا پڑا۔ ان جوابات کا تبصرہ تنگیٔ صفحات کے سبب ممکن نہیں اسکے متعلق مختلف اخبارات کی آراء "بدر" ھذا میں الگ مضمون کی صورت میں درج کی گئی ہیں

اس کے بعد مسٹر مارلیس صاحب بہادر جرنلسٹ نے چار صفحات پر مشتمل تقریر کی۔ جس میں آپنے ان سوالات کا صحیح و حقیقی جواب نہ دیا۔ وقفہ اور نماز ظہر کے بعد پنڈت گوپی ناتھ صاحب سیکرٹری سناتن دھرم سبھا لاہور نے تقریر کی جو ۱۰ صفحات پر مبنی ہے۔ آپنے سناتن دھرم کی خوبیاں تعارف مذہب کی ضرورت اور مصائب میں ثابت قدم رہنے پر زور دیا تقریر کے آخر پر آپنے مذہب کی صفات بیان کیں۔ الغرض مستفسرہ سوالات میں سے آپنے کسی کا بھی معقول و مدلل جواب نہ دیا بلکہ ساری تقریر سناتن دھرم کی خوبیوں پر ہی ختم ہوئی۔ اسکے بعد جناب پنڈت بھانو دت صاحب ممتحن پنجاب یونیورسٹی لاہور نے تقریر کی جو مطبوعہ رپورٹ کے ۹ صفحات پر مشتمل ہے موصوف نے ہندو شاستروں کی رو سے انسانی زندگی کے مقصد کو ہی بیان کیا اور عقبیٰ کے متعلق کہا کہ اسکو اپنے والے ہی اسکی حقیقت جان سکتے ہیں میری وہاں تک پہنچ نہیں اور دیگر سوالات کو چھوا تک نہیں۔

آپ کے بعد منشی امام الدین صاحب نے تقریر کی جو اڑھائی صفحات پر مشتمل ہے آپ نے اپنی طرف سے تورات کی وکالت کی آپ بھی مستفسرہ سوالات کا جواب دینے کی بجائے غیر متعلق باتیں بیان کرتے رہے تقریر سے قبل آپکے متعلق یہ سنایا گیا کہ میں نہ عیسائی ہوں نہ موسائی نہ محمدی اور میں ماننے والا ہوں عملی طور پر توریت کا انجیل کا قرآن کا اور میں مسلمان ان معنوں میں نہیں جن معنوں میں باقی اہل اسلام ہیں۔

آپنے بتایا کہ توریت میں روح اور جسم کے متعلق مختلف ہدایات درج ہیں موصوف نے اپنی تقریر میں کھانے، صفائی اور زراعت کے متعلق بیان کیا اور متعلقہ سوالات کا اشارہ تک بھی نہ کیا۔

اسکے بعد ماسٹر درگا پرشاد صاحب صدر آریہ سماج لاہور و ممبر مجلس کمیٹی منتظمہ جلسہ مذاہب نے آریہ سماج کی طرف سے بحیثیت وکیل سماج کے اصول پر سوالات کے جواب دیئے موصوف کی تقریر ساڑھے چھ صفحات پر ان سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے آپنے اپنے وید اور شاستروں کی رو سے ہر سوال کا جواب اختصار سے دیا اور ان کا ادراک صرف عقل ہی کو قرار دیا۔

آپکے بعد مسٹر نیچی صاحب نے خدا کی حمد کرتے ہوئے سوامی شگن چندر صاحب کا شکریہ ادا کیا آپکے بعد سوامی شگن چندر صاحب بانی دھرم مہوتسو نے اپنے مختصر سوالات اور جلسہ کی اغراض پر روشنی ڈالی اس کے بعد لالہ دھنپت رائے صاحب جو جلسہ کے سیکرٹری تھے نے حاضرین و منتظمین جلسہ کا شکریہ ادا کیا اس کے بعد جناب رائے بھوانی داس صاحب ایم اے موڈریٹر نے مختصر خطاب کیا اسکے بعد سردار جواہر سنگھ صاحب موڈریٹر و پریذیڈنٹ اجلاس ھذا نے اپنے خیالات کا مختصراً اظہار فرمایا اور گورنمنٹ کا شکریہ ادا کیا اسکے بعد موصوف نے محترم حکیم مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ حسب قرار داد کمیٹی فارمل طور پر اختتام جلسہ کریں چنانچہ موصوف نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے جلسہ کے اختتام کا اعلان فرمایا۔

تصحیح

بدر مطبوعہ ۱۹ ستمبر ۱۹۹۶ء کے صفحہ ۲ پر مکرم منصور احمد صاحب بی ٹی آف لندن کی غزل کے نوٹ میں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کا شعر غلط شائع ہو گیا ہے اصل شعر یوں ہے

یہ شجر خزاں رسیدہ ہے مجھے عزیز یارب
یہ اک اور دور تازہ کی بہار تک تو پہنچے

احباب اس کے مطابق تصحیح فرمالیں۔ ادارہ بدر اس فروگذاشت پر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ اور اپنے جملہ قارئین سے معافی کا خواستگار ہے۔ (ادارہ)

کیرلہ میں احمدیت کی داغ بیل

اِسلامی اُصول کی فلاسفی کے ذریعہ ڈالی گئی

مکرم مولوی محمد عمر صاحب مبلغ انچارج کیرلہ۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے روحانی خزائن میں سے ہر تحریر اور ہر مضمون انسان کو نیا نور اور نیا ایمان عطا کرنے والا ہے۔ اور انسانی دِل و دماغ کو اور زندگی کو روحانی و نورانی جِلا بخشنے والا ہے۔ لیکن آپ کے معرکۃ الآراء مضمون اِسلامی اُصول کی فلاسفی کو خدا تعالےٰ کی خاص تائید و نصرت حاصل تھی۔ اور ایک دُنیا کو روحانی روشنی بخشنے کی عظیم طاقت پنہاں تھی۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں :۔

”یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا تعالےٰ کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے اور خاص اُس کی تائید سے لکھا گیا ہے۔ اس میں قرآن شریف کے وہ حقائق اور معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہو جائیگا کہ درحقیقت یہ قرآن شریف خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور رب العالمین کی کتاب ہے۔ اور جو شخص اِس مضمون کو اوّل سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب سُنے گا مَیں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اُس میں پیدا ہوگا۔ اور ایک نیا نور اُس میں چمک اُٹھے گا اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اس کے ہاتھ آ جائے گی۔“

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اس فرمان کے مطابق اِسلامی اُصول کی فلاسفی کے ذریعہ اکناف عالم کی بے شمار سعید روحوں کو نیا ایمان اور نیا نور نصیب ہُوا ہے۔ چنانچہ کیرلہ میں احمدیت کا بیج اِسی عدیم النظیر کتاب کے ذریعہ بو یا گیا تھا۔

خدا تعالےٰ کے فضل وکرم سے اِس وقت کیرلہ کے ۵۴ مقامات میں نہایت مستعد اور مخلص جماعت ہائے احمدیہ قائم ہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کی خاص تقدیر تھی کہ کیرلہ کے کینانور میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے عہد سعید میں ہی احمدیت کا پیغام اِس روحانی خزینہ کے ذریعہ پہنچا تھا۔

اس کی تفصیل سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ایک صحابی حضرت شیخ محمود احمد صاحب عرفانی نے اپنی تصنیف ”تاریخ مالابار“ میں فرمائی تھی۔ اس کا اقتباس درج ذیل ہے۔

”اِس شہر (کینانور) میں چند نوجوان تھے جن کے آپس میں دوستانہ تعلقات تھے اکثر اکٹھے بیٹھتے اُٹھتے۔ اس زمانہ میں جب کہ یہ دوست اکٹھے رہتے تھے مَلِل دیپ (MALDIVES) کے راجہ نے اپنے عزیز محمد دیدی صاحب کو کسی وجہ سے ناراض ہو کر اپنی ریاست سے خارج کر دیا۔ وہ وہاں سے نکل کر کینانور میں آباد ہوا۔ طبعاً ہر ایک شخص جو کسی دوسرے شہر میں جہاں اُس کے جان پہچان کے لوگ نہ ہوں کسی ملنے والے اور محبت کرنے والے کی خواہش کرتا ہے اور اُسے ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ وہ کسی مجلس یا کسی واحد شخص کو اپنی دوستی کے لئے انتخاب کرے۔ خدا تعالےٰ نے اپنے خاص فضلوں کے ماتحت محمد دیدی کی جس شخص سے ملاقات کرائی وہ اے۔ عبد القادر تھا۔ محمد دیدی اے۔ عبد القادر صاحب سے مل کر بہت خوش اور مسرور ہوا۔ اس کی نگاہ نے عبد القادر صاحب کو اپنی مجلس کے لئے منتخب کیا۔ محمد دیدی اکثر وقت سیر و سیاحت میں گذارتا۔ وہ ۱۸۹۷ء میں کلکتہ وغیرہ کی سیر کے لئے گیا۔ اور یہ وہ زمانہ تھا جب کہ مسیح موعودؑ کے دعوے کی وجہ سے دُنیا کے سمندر میں تلاطم عظیم پیدا ہو چکا تھا۔ مخالفت کی خطرناک لہریں اُٹھ رہی تھیں اور ہزاروں انسان اس میں بہتے چلے جا رہے تھے۔

دسمبر ۱۸۹۶ء میں وہ معرکہ عظیم جو جلسۂ اعظم کے نام سے پکارا جاتا ہے خدا کے برگزیدہ نبی کے ہاتھ پر فتح ہو چکا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا وہ عظیم الشان لیکچر اسلامی اُصول کی فلاسفی چھپ کر اکناف عالم میں شائع ہو رہا تھا۔ اُس وقت محمد دیدی کلکتہ میں تھا اور چاہتا تھا کہ اپنے صادق عبد القادر کے لئے کوئی تحفہ خریدے۔ خدا کی باریک در باریک مصلحتوں نے محمد دیدی کے ہاتھ میں اِس مصلح اعظم کا لیکچر اِسلامی اصول کی فلاسفی پہنچائی۔ اور اُسے یہ تحفہ اِس قدر پسند آیا کہ اُس نے اس کو عبد القادر کے لئے خرید لیا۔ یہ تھا بیج احمدیت جو خرید کیا گیا۔

محمد دیدی اِس کتاب کو حاصل کر کے بہت خوش ہُوا اور اپنے دوست عبد القادر کے لئے خرید کر لے گیا۔ عبد القادر صاحب نے بہت توجہ سے اس کتاب کو پڑھا اور غور کیا۔ اس سے ان کے قلب میں نور ایمان پیدا ہو گیا اور معرفت کی آنکھیں کھلنے لگیں۔

اِدھر یہ کتاب مالا بار میں آئی۔ اس پر زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ مَلِل دیپ کا راجہ مر گیا اور محمد دیدی صاحب کا ایک دوسرا رشتہ دار سلطان مقرر ہوا۔ اس کے مقرر ہونے پر محمد دیدی صاحب تو اپنی ریاست میں واپس ہو گئے۔ غور کرو مَلِل دیپ سے ایک امیر کا اخراج ہوتا ہے۔ وہ نکل کر ایک دوسرے شہر میں آتا ہے جہاں کہ خدا تعالیٰ اندر ہی اندر ایک جماعت پیدا کر رہا تھا۔ محمد دیدی کلکتہ کی سیر کو جاتا ہے اِسلامی اُصول کی فلاسفی اس کے ہاتھ میں آتی ہے۔ وہ اُس کو خرید کر اُس زمین میں لے جاتا ہے جہاں کہ اُس کے بونے کے لئے پہلے سے زمین درست ہو چکی تھی جب کہ بیج اپنے منزل مقصود کو جا پہنچتا ہے تو محمد دیدی کا نکالنے والا خود مر جاتا ہے اور بیج اُس جگہ پہنچا کر محمد دیدی اپنے ملک میں واپس ہو جاتا ہے۔ کیا یہ خدا تعالیٰ کا کام نہیں؟ کیا اُن غیبی مددوں سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ مسیح موعودؑ کے لئے خدا خود سامان پیدا کر رہا تھا۔ اور وہ خود روحوں کو کھینچ رہا تھا۔ غرض ۱۸۹۷ء میں احمدیت کا بیج اِس علاقہ میں بو دیا گیا۔“

(تاریخ مالابار صہ ۴ تا ۶)

محترم حضرت شیخ محمود احمد صاحب عرفانیؓ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ایک اور جیّد صحابی حضرت مولینا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کے ساتھ ۱۹۱۹ء کے اوائل میں صوبہ کیرلہ کے تبلیغی دورے میں تشریف لے گئے تھے۔ اُس وقت کیرلہ میں صرف تین مقامات یعنی کینانور پینگاڈی اور کوڈالی میں ہی جماعتیں قائم تھیں۔ اور بہت کمزوری کی حالت میں تھیں اس کے بعد خدا تعالےٰ کے فضل وکرم سے شدید مخالفت کی بھٹی میں سے گذر کر آج کیرلہ میں احمدیت اُس مقام تک پہنچ گئی ہے کہ ۵۴ مقامات میں نہایت مضبوطی سے قائم ہے۔

اِس عظیم القدر کتاب کا مالایالم ترجمہ سب سے پہلے ۱۹۳۱ء میں شائع ہُوا تھا۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کی شان ہے کہ کیرلہ کے پہلے احمدی حضرت عبد القادر صاحب جن کا ذکر تاریخ مالابار میں مذکور ہے ان ہی کے فرزند اکبر محترم این حامد صاحب کو اِس کے ترجمہ کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۲ء میں اور تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۵ء میں شائع ہُوا۔

خدا تعالےٰ کے فضل وکرم سے اِس جلیل القدر کتاب کے ذریعہ کیرلہ کے طول و عرض میں سینکڑوں افراد کو ہدایت نصیب ہوئی اور نیا نور اور نیا ایمان حاصل ہُوا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ بے شمار سعید روحوں کو اِس کتاب کے ذریعہ نئی روحانی زندگی نصیب ہو۔ آمین ❖

دورِ اکتشاف کا یہ شاہکار ہے
مذاہبِ اقوام کا یہ تاج دار ہے
دسمبر شبِ خزاں میں آئی بہارِ نَو
ہر چہرۂ مرتاض ہُوا گلعذار ہے
بے رُوح تھے مذاہب، تو پژمردہ پیرو کار
تریاق ہے فلاسفی عنایات یار ہے
یہ منتہا عروج ہے، اعلیٰ سے بالا تر
جلسۂ مذاہب کا یہ افتخار ہے
مُکتی معادِ مرگ، اور جنّت جہیم کا
اِلہام، رُوح، ملائک، کا آئینہ دار ہے
حقائق و معارف و تفسیر کائنات
محقق حقائق کی روح کا قرار ہے
سامعین جلسہ پر، چھائی ربودگی
اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ، قَالُوْا اقرار ہے
گاگر میں بند ساگر یہ چھوٹی سی ہے کتاب
مسیحِ محمّدی کا نرالا اِعجاز ہے
قمر و خور و نجوم ہوئے سجدہ ریز ہیں
مسیحا! ترے مقام کا نہ آر پار ہے

(خورشید احمد پربھاکر درویش قادیان)

منظوری صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے سال ۹۷-۱۹۹۶ء و ۹۸-۱۹۹۷ء دو سال کے لئے مکرم و محترم مبشر احمد صاحب بٹ کی بطور صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت منظوری عنایت فرمائی ہے۔ اللہ تعالےٰ موصوف کو احسن رنگ میں خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(ناظر اعلیٰ قادیان)

جلسہ اعظم مذاہب لاہور کیلئے

بانی جلسہ سوامی شوگن چندر کے شائع کردہ "اشتہار واجب الاظہار" کا عکس

اشتہار واجب الاظہار

اسوقت یہ بندہ کل صاحبان مذاہب کی خدمتمین جو اپنے اپنے مذہب کے اعلیٰ درجہ کے واعظ اور بنی نوع کی ہمدردی کے لئے سرگرم ہین ادب اور انکسار سے گذارش کرتا ہے کہ جو جلسہ اعظم مذاہب کا بمقام لاہور ٹاؤن ہال قرار پایا ہے جسکی تاریخین ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء مقرر ہو چکی ہین اس جلسہ کی اغراض یہی ہین کہ سچے مذہب کے کمالات اور [illegible] ظاہر ہو کر اسکی محبت [illegible] اور اسکے دلائل اور براہین کو لوگ [illegible] سمجھ لیوین اور اس طرح پر ہر ایک مذہب کے بزرگ واعظ کو موقعہ ملے کہ وہ اپنے مذہب کی سچائیان دوسرون کے [illegible] سننے والونکو بھی یہ مبارک موقعہ [illegible] ان سب بزرگون کے مجمع مین ہر ایک تقریر کا [illegible] قبول کرلیں اور پھر یہ سب تقریرین ایک مجموعہ مین چھپکر پبلک کے فائدہ کے لئے اردو اور انگریزی مین شائع کر دی جائین۔

اس بات کو کون نہین جانتا کہ آجکل مذہب کے جھگڑونسے دلون مین بہت کچھ اُبال اٹھا ہوا ہے اور ہر ایک طالب حق سچے مذہب کی تلاش مین ہے اور ہر ایک دل اس بات کا خواہشمند ہے کہ جس مذہب مین درحقیقت سچائی ہے وہ مذہب معلوم ہو جائے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیونکر معلوم ہو۔ اس سوال کے جواب مین جہانتک فکر کام کرسکتا ہے یہی [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ تمام بزرگان مذہب جو وعظ اور نصیحت اپنا شیوہ رکھتے ہین ایک مقام مین جمع ہون اور اپنے اپنے مذہب [illegible] خوبیان سوالات مشتہرہ کی پابندی [illegible] بیان فرماوین - پس اس مجمع اکابر مذاہب [illegible] مذہب سچے پرمیشر کی طرف سے ہوگا ضرور وہ اپنی [illegible] دکھلائے گا - **اسی غرض سے** اس جلسہ کی تجویز ہوئی ہے اور اس مین کوئی ایسی بات نہین جو کسی مذہب کو [illegible] پر اعتراض ہو سراسر بے تعصب اصول پر مبنی ہے - لہذا یہ خاکسار ہر ایک بزرگ واعظ مذہب کی خدمت مین [illegible] انکسار عرض کرتا ہے کہ میرے اس ارادہ مین [illegible] دین اور مہربانی فرما کر اپنے سچے مذہب کے جوہر دکھلانے کیلئے تاریخ مقررہ پر تشریف لاوین - مین انبات کا یقین دلاتا ہون کہ خلاف تہذیب اور برخلاف شرائط مشتہرہ کے کوئی امر ظہور مین نہین آئیگا - اور صلحکاری اور محبت کے ساتھ یہ جلسہ ہوگا - اور ہر ایک قوم کے بزرگ واعظ خوب جانتے ہین کہ اپنے مذہب کی سچائی ظاہر کرنا انپر فرض ہے پس جس حالتمین اسی غرض کے لئے یہ جلسہ انعقاد پایا ہے کہ سچائیان ظاہر ہون تو خدا نے انکو **اس فرض کے ادا کرنیکا اب خوب موقعہ دیا ہے** [illegible] انسان کے اختیار مین نہین ہوتا - میرا دل اس بات کے قبول نہین کرسکتا کہ اگر ایک شخص سچا جوش اپنے مذہب کیلئے رکھتا ہے اور فی الواقعہ اس بات مین ہمدرد انسانونکی

دیکھتا ہو کہ انکو اپنے مذہب حق کی طرف کھینچے تو پھر وہ ایسی نیک تقریب مین کہ جبکہ صدہا مہذب اور تعلیم یافتہ لوگ عالم خاموشی مین بیٹھکر اسکے مذہب کی خوبیان سننے کے لئے طیار ہونگے **ایسے مبارک وقت** کو وہ ہاتھ سے دیدے اور ذرہ اسکو اپنے **فرض** کا خیال نہ آوے - اسوقت مین کیونکر کوئی **عذر** قبول کرون - کیا مین قبول کرسکتا ہون کہ جو شخص دوسرونکو ایک مہلک بیماری مین خیال کرتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ اسکی سلامتی میری دوا مین ہے اور بنی نوع کی ہمدردی کا دعویٰ بھی کرتا ہے وہ ایسے موقعہ مین جو غریب بیمار اسکو علاج کے لئے بلاتے ہین وہ دانستہ پہلوتہی کرے - میرا دل اس بات کے لئے تڑپ رہا ہے کہ یہ **فیصلہ ہو جائے** کہ کونسا مذہب درحقیقت سچائیون اور صداقتونسے بھرا ہوا ہے - اور میرے پاس وہ الفاظ نہین جنکے ذریعہ سے مین اپنے اس جوش کو بیان کرسکون - میرا تو مومن [illegible] بزرگ واعظون اور جلیل الشان حامیون [illegible] معرفت انکی خدمتمین سچائی کے ظاہر کرنیکے لئے ایک عاجزانہ التماس ہے - مین اسوقت **مسلمانون** کے [illegible] خدمتمین انکے خدا کی قسم دیکر با ادب التماس کرتا ہون کہ اگر وہ اپنا مذہب منجانب اللہ جانتے ہین تو اس موقعہ پر اپنے نبی کی عزت کیلئے جسکے فدا شدہ اپنے تئین خیال کرتے ہین اس جلسہ مین حاضر ہون - اسی طرح بخدمت **پادری** صاحبان نہایت ادب اور انکسار سے میری التماس ہے کہ اگر وہ اپنے مذہب کو فی الواقعہ سچا اور انسان کی نجات کا ذریعہ خیال کرتے ہین تو اس موقعہ پر ایک اعلیٰ درجہ کا بزرگ اپنے میں سے اپنے مذہب کی خوبیان سنانیکے لئے [illegible] مین تشریف لاوین جیسا کہ مسلمانونکو قسم دی گئی ایسا ہی بزرگ پادری صاحبونکو حضرت مسیح کی قسم دیتا ہون اور [illegible] محبت اور عزت اور بزرگی کا واسطہ ڈالکر خاکسار انکے سامنے عرض پرداز ہوتا ہون کہ اگر کسی اور نیت کے لئے نہین تو اس [illegible] کی عزت کے لئے [illegible] اس جلسہ مین ایک اعلیٰ بزرگ اپنے میں سے اپنے مذہب کی خوبیان بیان کرنیکے لئے تشریف لاوین [illegible] بھائیون **آریہ سماج** والونکی خدمتمین اس پرمیشر کی قسم دیکر جسنے وید مقدس کو [illegible] ضرور کوئی اعلیٰ واعظ انکا تشریف لاکر وید مقدس کی خوبیان بیان کرے [illegible] صاحبان **سناتن دھرم** اور **برہمو** صاحبون **وغیرہ** کی خدمتمین [illegible] التماس ہے۔

پبلک کو اس اشتہار کے بعد ایک یہ فائدہ بھی حاصل ہوگا کہ ان تمام قومون مین سے کس قوم کو درحقیقت اپنے خدا کی عزت اور قسم کا پاس ہے - اور اگر اسکے بعد بعض صاحبون نے پہلوتہی کیا تو بلا شبہ انکا یہ پہلوتہی کرنا گویا **اپنے مذہب کی سچائی سے انکار کرنا ہے۔**

المشتہر شوگن المعروف سوامی شوگن چندر
دھرم مہوتسوا و پدیشک [illegible] لاہور

جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں مختلف مذاہب کے لیڈران کی تقاریر

جلسہ اعظم مذاہب لاہور جو پہلے ۲۶ر ۲۷ر ۲۸ر دسمبر ۱۸۹۶ء کو اسلامیہ کالج لاہور میں منعقد ہوا تھا اور پھر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حیرت انگیز معجزانہ مضمون کی خاطر جلسہ کا ایک دن مزید بڑھانا پڑا تھا اس جلسہ میں مختلف مذاہب کے نمائندگان نے جو تقاریر کیں وہ "اگزیکٹو کمیٹی دھرم مہوتسو" کی جانب سے ۱۸۹۷ء میں کتابی شکل میں من وعن شائع کی گئی تھیں۔

ان تقاریر میں سے ہندو دھرم کی مختلف شاخیں سناتن دھرم۔ آریہ سماج۔ برھمو سماج اسی طرح سکھ ازم کے مقررین عیسائی مذہب کے مقرر اور مسلمانوں کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علاوہ تقاریر کرنے والے دو لیڈران یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی تقاریر کے عکس اصل کتاب میں سے ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔

چونکہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا بیان فرمودہ مضمون شائع ومتعارف ہے اور اردو کے علاوہ متعدد زبانوں میں اس کے تراجم بھی میسر ہیں اس لئے اس مضمون کو یہاں شائع نہیں کیا جا رہا قارئین کرام حضور علیہ السلام کی کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا مطالعہ فرمائیں اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی صداقت کا چمکتا ہوا نشان دیکھیں۔

نوٹ: چونکہ یہ کتاب سو سال پرانی ہے اور نایاب ہے اگر کسی جگہ عکس مدھم ہو یا پڑھنے میں دقت ہو تو ادارہ معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ)

انیسویں صدی کی زبردست یادگار

یعنی

رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب

(دھرم مہوتسو)

منعقدہ ۲۶-۲۷-۲۸-۲۹ دسمبر ۱۸۹۶ء

بمقام اسلامیہ کالج لاہور

باجازت خاص اگزکٹو کمیٹی دھرم مہوتسو

حسب فرمایش خواجہ غلام محی الدین صاحب تاجر پشمینہ لاہور

کل حقوق محفوظ رجسٹری شدہ حسب قانون بستم گورنمنٹ

سنہ ۱۳۱۵ ہجری مطابق سنہ ۱۸۹۷ء

مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور

بار اول ۔۔۔۔۔۔ تعداد جلد ۱۲۲۵ ۔۔۔۔۔۔ قیمت فی جلد عصہ بلا محصولڈاک

...شن

اس رپورٹ کے شائع ہونے میں بیشک معمول سے زیادہ کسیقدر تاخیر ہوئی ہے لیکن اس کا باعث بعض ان اصحاب کے کم توجہی ہے جنہوں نے جلسہ میں زبانی تقریریں بیان کرکے ان کے قلمبند کرنے میں سقم دیر کردی ان زبانی تقریروں کو محفوظ کرنے کے لیے جلسہ کی طرف سے وربیٹم نویس اور اختصار نویس رپورٹر کا انتظام کردیا گیا تہا اور اگر یہہ حفظ ماتقدم ہوتا تو اسوقت مکمل رپورٹ کا شائع کردینا محالات سے تہا ہم نہایت افسوس سے ان صاحب کا یہاں ذکر کرتے ہیں جنہوں نے باوجود رجسٹری شدہ وغیر رجسٹری شدہ خطوط کے متواتر بہیجے پربھی رسید تک کی پرواہ نکی انعقاد جلسہ کی دوسرے ماہ کل سیکڑوں کی خدمت میں لکہدیا گیا تہا کہ ... اپنی تقریریں قلمبند کرکے بہیجیں ورنہ انکی طرف سے رپورٹر کی لکہی ہوئی وربیٹم تقریریں شائع کردی جاویگی چنانچہ ... اکثر ... اور بعض نے وربیٹم تقریروں کو منگا کر صرف نظر ثانی پر اکتفا کی کیونکہ یہہ تقریریں حتے الامکان تقریر کرنیوالوں کے اپنے ہی کہے ہوئے الفاظ تھے۔ لیکن بعض بزرگ ایسے بہی ہیں جنہوں نے نہ مقررہ تاریخ تک اپنی تقریریں بہیجیں اور نہ نظر ثانی کے لئے لکہا حتی کہ رسید خط کی بہی پرواہ نکی اور خیر اتنی دیر آگئی۔ ایسی صورت میں کمیٹی نے جیسا کہ طریق ہے وربیٹم رپورٹ سے انکی تقریر اخذ کرلی۔ ایسے بزرگ اگر کہیں اپنی تقریر میں اتفاقیہ نظر ثانی کی ضرورت سمجہیں تو وہ اپنی غلطی کو اسکا جوابدہ سمجہیں۔ کمیٹی نے محض انکے خاطر اسقدر تاخیر اشاعت رپورٹ میں ڈالدی ورنہ اس رپورٹ کو اخیر فروری میں شائع ہوجانا چاہئے تہا۔ یہہ جلسہ جس شان و شوکت امن اور اطمینان سے ہوا محتاج بیان نہیں۔ شائقان جلسہ کی تعداد کا پہلے سے ہی اندازہ کرکے یہہ ضروری معلوم ہوا کہ نہایت وسعت الامکان انعقاد جلسہ کیلئے تجویز ہو اس ضرورت کو اسلامیہ کالج سے بہتر کوئی اور مکان پورا نہ کرسکتا تہا۔ جو انجمن حمایت اسلام لاہور نے نہایت خوشی سے دیا اور جسکا شکریہ کمیٹی ادا کرتی ہے۔ جلسہ یکساں رونق اور دلچسپی کے ساتھہ برابر چار دن ۲۶ دسمبر ۱۸۹۶ء سے لیکر ۲۹ دسمبر ۱۸۹۶ء تک ہوتا رہا بعض دن تو تعداد حاضرین سات آٹھہ ہزار تک تھی ابتدا میں اس جلسہ کے لیئے صرف تین دن اعلان کئے گئے تہے لیکن سپیکروں کی زیادتی تعداد نے بعد میں ایک دن اور کی ضرورت ثابت کردی۔ اس کی صدارت اور تقریروں کو حسب شرائط کمیٹی اندازہ کرنے کے لیئے چند بزرگ پہلے بطور ماڈریٹر مقرر ہو چکے تہے جنہیں سے ایک ایک کرکے ہر روز صدر نشین مقرر کیئے گئے جیسے کہ آگے چلکر معلوم ہوگا ماڈریٹروں کے نام نامی یہہ ہیں (۱) رائے بہادر بابو پرتول چندر صاحب جج چیف کورٹ پنجاب۔ (۲) خان بہادر شیخ خدابخش صاحب جج سمال کاز کورٹ لاہور۔ (۳) رائے بہادر پنڈت رادہا کشن صاحب کول پلیڈر چیف کورٹ سابق گورنر جموں۔ (۴) حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب طبیب شاہی۔ (۵) رائے بہوانیداس صاحب ایم۔ اے۔ اکسٹرا اسسٹنٹ افسر جہلم۔ (۶) جناب سردار جواہر سنگہ صاحب سکرٹری خالصہ کالج کمیٹی لاہور۔

کمیٹی کمال ادب کے ساتھہ ان بزرگوں کی تکلیف برداشت کرنے کا شکریہ ادا کرتی ہے۔ اب یہاں وہ پانچ سوالات لکہے جاتے ہیں جو کمیٹی کی طرف سے بغرض جوابات شائع ہوئے۔ ان جوابات کے لئے یہہ ضروری سمجہا گیا تہا کہ تقریر کرنیوالا اپنے بیان کو حتے الامکان اس کتاب تک محدود رکہے جس کو وہ مذہبی طور سے مقدس مان چکا ہے۔

سوال اول ✣ انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں۔

سوال دوم ✣ انسان کی زندگی کے بعد کی حالت [illegible]

سوال سوم ✣ دنیا میں انسان کی ہستی کی اصلی غرض کیا ہے اور وہ غرض کس طرح پوری ہوسکتی ہے

سوال چہارم ✣ کرم یعنے اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔

سوال پنجم ✣ علم یعنے گیان اور معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں۔

خاکسار

دہنپت رای۔ بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ پلیڈر چیف کورٹ

پنجاب سکرٹری دھرم مہوتسو۔

ہندو دھرم

جناب پنڈت اشیری پرشاد صاحب سناتن دہرم

دنیا میں انسان کی ہستی کی اصلی غرض کیا ہے

اور وہ غرض کسطرح حاصل ہوسکتی ہے

معزز صاحب صدر جلسہ و اصحاب حاضرین جلسہ

[illegible] ... کی گئی ہے کہ کسی دوسرے مذہب والے کے ... میں اس امر کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ اگر کسی دوسرے مذہب ... ایک دو موقعہ پر استعمال کیے ہیں کہ ہندو دھرم اور دوسرے مذاہب ... [illegible]

... اس موقعہ عظیم پر ... تجویز کیے گئے ہیں میں اسوقت چند خیالات صرف دربارہ اس سوال ... کہ دنیا میں انسان کی ہستی کی اصلی غرض کیا اور وہ غرض کس طرح حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ ... میں اور مضمون ہذا کے مفصل طریق پر بیان کرنے میں خود اس کا ذکر بہی ہونا لازمی ہے۔ قبل شروع کرنے کے مجھے اسی امر کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ جو کچھ میں آپ صاحبان کے روبرو کروں گا وہ ... میرے ... بابت اس ہندو جماعت کے عقیدہ کے ہوگا جسے سناتن دہرمی یا پورانک یا برہمنک وغیرہ ناموں سے پکارا جاتا ہے تاہم خاص اس موقعہ پر میں اس جماعت کے کسی حصہ کیطرف سے باضابطہ وکیل کی طرح منتخب ہوکر کہڑا نہیں ہوں اسلیئے جن خیالات کو میں ظاہر کروں گا وہ خاص میرے ذاتی لطور ایک سناتن دہرمی ہندو کے تصور کیے جائیں اور انہیں سرکاری خیال مستند مذہبی کتب سناتن ہندو دہرم سے منسوب نہ کیا جائے تو وہ بالکل غلط متصور ہونا چاہیے اس امر کا اظہار بلحاظ خیالات اصحاب سناتن دہرم کے اور نیز بلحاظ نکتہ چینی بعض مخالفان کے ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ بابت اصحاب سناتن دہرم۔ اس مہوتسو کی کارروائی کو نامعلوم اندیشہ کی نگاہ سے دیکہتے ہیں جسکو بیجا ... معقول وجہ موجود ہے اور بہت ہی مخالفان سناتن دہرم کا دستور ہے کہ نکتہ چینی کرنے کے وقت ... حفظ انصاف کا نہیں رکہتے اور اکثر اوقات سناتن دہرم کو ایسے امور کے لیے مطعون کرتے ہیں جسکے لیے انصافاً سناتن دہرم ہرگز ذمہ وار نہیں ٹہر سکتا۔

اسی موقع پر میں محرکان اس جلسہ کی توجہ اس امر کی طرف نہایت ادب سے دلانا چاہتا ہوں کہ اگر وہ اپنی کوشش کو واقعی منزل مقصود پر پہونچانا چاہتے ہیں اور جو کچہ سناتن دہرم میں دنیا کو فائدہ پہونچانے کے قابل ہے اس سے دنیا کو واقف کرانے کی آرزو رکہتے ہیں۔ تو اس امر کے لیئے خاص تردد کریں کہ واقعی اور سچے سناتن دھرمی پنڈتوں (learned men) کے شبہات (جو وہ رکہتے ہوں) معلوم کرکے انکو اپنے ارادوں سے پورا واقف کریں اور اپنی کارروائی کا شریک بنائیں۔

جن الفاظ میں سوال زیر غور کے اول حصہ کو مرتب کیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ ان الفاظ سے مختلف مرادیں لی جائیں اسلیئے جو مرادیں نے ان الفاظ سے سمجہی ہے اسکو شروع میں بیان کردینا مناسب ہے۔ میں ان الفاظ سے مقصد یہہ سمجہتا ہوں کہ انسان کو موجودہ حالت ہستی میں کیا غرض اپنے سامنے رکہنی چاہیئے یعنی کہ انسان کو زندگی بہر کس مقصد اعلے کے حاصل کرنے کے لیئے کوشش کرنی چاہیئے ضرورت ... کی اس وجہ سے محسوس ہوئی کہ عبارت موجودہ سے یہہ امر بہی ممکن ہے کہ کس غرض سے انسان پیدا کیا گیا ہے یعنے خالق نے کیوں اور کس مطلب کے لیے انسان کو بنایا اور غور کرنے پر ظاہر ہوگا کہ جو کچہ خالق کائنات کے لیئے کائنات کو پیدا کرنے کے واسطے تحریک دہ ہوا ہوگا اس کی بابت تحقیقات طاقت انسانی سے باہر ہے۔

اس امر کے یقین دلانے کے لیے کہ جو سوالات انسان کے لیے قابل غور ہوسکتے ہیں ان سب میں سے بڑہکر وہ مطلب یہ سوال ہونا چاہیئے بہت کچہ دلیل بازی کی ضرورت نہیں ہوگی۔ وہ بات جس کی وجہ سے انسان دیگر تمام موجودوں سے جو اسکے حد قواے کے اندر واقعہ ہیں اپنے آپ کو بزرگ تر ماننے کا دعوی رکہتا ہے ... کے اعلے استعمال کی قابلیت ہے۔ کہانے۔ پینے۔ سونے۔ اولاد پیدا کرنے دکہ سکہہ محسوس کرنے وغیرہ میں بیشمار دیگر حیوانات اسکے برابر اور بعض صفتوں میں کوئی کوئی ... اس سے بڑہکر ہیں۔ محض مجسم صفات میں ... ان موجودوں میں سے جنکو ... اور نباتی جان سے محروم تصور کیا جاتا ہے انسان سے ... افضل ہیں۔ ... عقل کا اعلے استعمال ہی وہ ایک صفت ... میں انسان ... تمام موجودوں سے جو ... حقیقت ... کی ... کا ہوگا اگر ... ایک سوال ... بابت وہ کچہ ... رائے نہ رکہتا ہو کہ زندگی کے ... ادسے کو اسنا دعا پیش نظر رکہنا چاہیے۔ کیونکہ بجز اسکے اس کی حالت اس مسافر کی طرح ہوگی جو ایک وسیع میدان میں چل رہا ہے مگر نہیں جانتا کہ کدہر کو اس نے جانا ہے

اگرچہ اس سوال کی بابت اطمینان بخش جواب معلوم کرنا ہر ذی عقل کے لیے واجب معلوم ہوتا ہے تاہم ہر سرزمین سے نوسو ننانوے اشخاص موجودہ حالت دنیا میں ایسے ہیں کہ یا تو انہوں نے کبہی اس سوال کو سوچا ہی نہیں یا صرف سرسری قسم کا خیال اس کی بابت کبہی کیا ہوگا۔ زیادہ تر حیرانی کے قابل یہہ بات ہے کہ ان لوگوں میں سے جو اپنے آپ کو تعلیم یافتہ خیال کرتے ہیں اور جو اور معاملات میں بعض دفعہ بال کی کہال اوتارنے کی کوشش کرتے ہیں بقدر ایک بہاری فیصدی کے ایسے ہیں کہ اس میدان دنیا میں اس سوال کے متعلق محض اندہا دہند طریق پر چل رہے ہیں۔ بہتیرے اشخاص بیوپاری نہایت ہوشیار ہیں لاکہوں کے سودے کرتے ہیں۔ کروڑوں کے منافعات حاصل کرتے ہیں۔ بڑے مدبران سلطنت ہیں۔ کروڑوں انسانوں کے معاملات کو چلاتے ہیں۔ صدہا انتظامی کارروائیاں طے کرتے ہیں۔ بڑے پایہ کے جج اور وکلا میں مسائل قانون کی موشگافی سے دنیا کو حیران کردیتے ہیں۔ مشہور طبیب ڈاکٹر موت کے موہنہ میں سے مریضوں کو کہینچ لیتے ہیں۔ بڑے بڑے فلاسفر اور مقنن اور فاضل اجل وغیرہ ہیں۔ لیکن اس سوال ضروری کی بابت کبہی انہوں نے بالکل یا کافی غور نہیں کیا کبہی انہوں نے غور عمیق سے خیال نہیں کیا کہ اس زندگی سے گذر کر ہمارا کیا حال ہوگا اور جو کچہ حالت بعد زندگی کے ہے کیا وہ حالت اس قابل ہے یا نہیں کہ ہماری صحیح کوشش سے بہ نسبت نہ کوشش کرنے کے بہتر ہو سکے میں آج اس مختصر وقت میں اس عظیم الشان سوال کے جواب کا کوئی حصہ بہ تشریح بیان نہیں کر سکونگا بلکہ اس کے متعلق صرف چند ضروری رموز کا محض حوالہ دے سکونگا۔ جن اصحاب کو شوق ہو کہ سناتن دہرم کے گرنتہوں میں کیا کچہ اس بارہ میں لکہا ہے انکو مفصل حال دریافت کرنے کے لیے خود کوشش کرنی پڑے گی۔

یہ امر تو اب دنیا کے بہت سے عالموں نے تسلیم کرلیا ہے اور جوں جوں حکیمانہ غور اس بہارے سوال پر مبذول ہوتا جاتا ہے یہہ ثابت ہوتا جاتا ہے کہ نہایت پرانے زمانے میں ہندوستان کے رشیوں

سلوم کرسکے۔ اور آتما کی اس درجہ کی ترقی کو پہونچ سکے کہ آتما جسمی اور عقلی علامات اور ضروریات اور احکامات کا مطیع نہ رہے بلکہ جسم اور عقل ہر دو پر قدرت حاصل کرے۔

(۴)۔ حالت بالا کے ساتھ ساتھ اس بات کا علم حاصل ہونے کے طریق کہ کل کائنات کی اصلیت کیا ہے۔ اور ایشور کی بابت سچا علم کیا ہے۔ جسکو تتوگیان یا تتو بودھ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

(۵)۔ اس درجہ کے پہلو بہ پہلو، اس حالت کو پہونچنے کا موقعہ ہوتا ہے جسے سدّھی یعنی کمال کہتے ہیں۔ سدّھی کی حالت کہ آٹھ مختلف قسم بیان کیے گئے ہیں جنکو آٹھ سدّھیاں بھی کہتے ہیں۔ انکے نام حسب ذیل ہیں۔

انما (-अणिमा) ذرہ کے برابر ہو جانے کی طاقت۔
لگھما (-लघिमा) چھوٹا ہو جانے کی طاقت
مہما (-महिमा) بڑا ہو جانے کی طاقت
پراپتی (-प्रापति) ہر جگہ پہونچنے کی طاقت حتیٰ کہ دوسرے سیاروں تک بھی پہنچ سکے
پرکامیہ (-प्रकाम्य) خواہش پوری کرنا
بھوما (-भूमा) زمین کے اندر گھس جانے اور حسب خواہش نکل آنیکی قدرت
وشتو (-वशित्व) دوسری وجودوں کو اپنے اختیار اور بس میں کر لینا اور خود کسی دوسرے کے اختیار یا قابو میں نہ ہونا
ایشی تتو (-ईशीतृत्व) اشیاء مختلفہ کو پیدا اور معدوم کرنا وغیرہ
اور علاوہ ان سدّھیوں کے چند دیگر طاقتیں بھی ہیں جو یوگ کے ذریعہ سے قابل حصول بیان کی گئی ہیں۔

(۶)۔ سب سے اہم اور سب سے آخری مدعا کا (جسے کیولیہ (कैवल्य) یا پرمانند وغیرہ ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے) حاصل کرنا ہے جس کے حاصل ہونے پر انسان جنم و مرن یا کسی قسم کے تغیر و تبدل یا رنج و الم یا نقص و کمی وغیرہ حوادث کا مطیع نہ رہے۔

پنڈت جی کی تقریر کے ختم ہونے پر نصف گھنٹہ آرام کے لیے چھوڑا گیا جس میں مسلمان احباب تو نماز ظہر ادا کرنے کے لیے گئے۔ اور دیگر احباب تکان کو دور کرنے کے لیے ریفرشمنٹ کمروں میں چلے گئے۔ جو مختلف مذاہب کے لیے اسلامیہ کالج کے مختلف کمروں میں۔ بلحاظ ملت و قومیت تجویز کیے گئے تھے۔

آریہ سماج

عالیجناب ماسٹر درگا پرشاد صاحب پریسیڈنٹ آریہ سماج لاہور و میر مجلس کمیٹی منتظمہ جلسہ مذاہب

دھرم مہوتسو کا جلسہ جو لاہور میں ۲۶ دسمبر ۱۸۹۶ء سے ۲۹ دسمبر تک ہوا اس میں مضامین مفصلہ ذیل پر مختلف اصحاب نے اپنے عقاید کے رو سے بحث کی ہے۔ اول۔ انسان کی بدنی اخلاقی روحانی صفات (دوئم) انسان کے مرنے کے بعد کی حالت (سوئم) دنیا پر انسان کی زندگی کے مقاصد اور انکی تحصیل کے ذریعے (چہارم) اس زندگی میں اور مرنیکے بعد کی زندگی پر اعمال کی تاثیر۔ پنجم۔ علم کے مخرج۔

قبل از بحث اس بات کا یاد رکھنا ناظرین کو ضروری ہے کہ جلسہ کے قلیل وقت میں ایسے مضامین پر بحث کرنے پر یہ بات ہرگز دلپر نہ لانا چاہیے کہ جو کچھ اس موقعہ پر کہا جاوے صرف اتنا ہی وید شاستر میں درج ہے۔ کیونکہ ہر ایک بیان بولنے والے کی واقفیت پر منحصر ہوتا ہے اور میں وید شاستر جاننے کا دعویٰ نہیں کرتا ہوں۔ کیونکہ مجھ میں اسقدر علم نہیں جسقدر ہونا چاہیے پھر بھی جہاں تک ممکن ہو سکے میں از روئے وید شاستر مضامین مذکورہ بالا پر اپنے خیالات ظاہر کرتا ہوں۔

مضمون اول۔ یعنے انسان کی بدنی اخلاقی اور روحانی صفات اسکی نسبت ہمارے شاستر میں یوں لکھا ہے کہ آدمی مرکب پانچ کوش (طبقات) کا ہے اول ان مئی کوش (طبق ساختہ غذا) جس میں جلد ہڈی۔ منی۔ لہو۔ رگ۔ پٹھے اور ناڑی انگوسٹان بھی کہتے ہیں دوم پران مئی کوش (ہوائی طبق) جس میں پران (سانس) اندر سے باہر جانیوالی ہوا اپان باہر سے اندر آنیوالی ہوا۔ سمان تمام بدن میں گھومنے والی ہوا۔ اودان گلے میں کھینچنے والی ہوا۔ ویان جس سے بدن میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ ناگ۔ یعنے ڈکار لینے کی طاقت۔ کورم آنکھ بند کرنے کی طاقت۔ کِرکل بھوک لگانے کی طاقت۔ دیودت۔ جمائی لینے کی طاقت۔ دھننجے۔ جو ہوا مرنے کے بعد تک بدن میں رہے سوئم منومئی کوش (طبق حواس) جس میں منکار۔ بانی۔ پیر۔ ہاتھ۔ اندری۔ پیدائش کے عضو چہارم وگیان مئی کوش (روحانی طاقتوں کا طبق) بدھی (عقل) چت (یادداشت) سوا تر (سننے کی طاقت) توچ (چھونے کی طاقت) نیتر (دیکھنے کی طاقت) جوا (زبان) ناسکا (سونگھنے کی طاقت) ان طاقتوں سے روح میں علم آتا ہے۔ مثلاً آنکھوں کے ذریعہ روشنی اور رنگ کی واقفیت ہوتی ہے۔

پنجم آنند مئی کوش (طبق سرور) جس میں محبت صبر۔ اور آنند (آنند اس خوشی کو کہتے ہیں جو علم سے پیدا ہوتی ہے) اور کاون روپ پرکرتی یعنے طبیعت کا خاصہ۔

چھٹا برہن مئی کوش (پرمیشور جو کہ مندرجہ بالا کا طبق) اسکا بیان شاستر میں یوں لکھا ہے برہن مئی پرسے کوشے ورجم برہم مشکل تیجھ برہم جوتی شام جوتی تدیر آتم وردو ردن۔ منڈل ادپنشد۔ یعنے آتما کے جاننے والے حکیم کہتے ہیں کہ جو برہم پرمیشور بغیر جسم اور بغیر تبدیل کے ہے اور جو روشن کا روشن اور پاک ذات ہے۔ وہ اس روشنی کے اعلےٰ طبق میں ظہور میں آتا ہے۔ یہ تمام صفات بلحاظ مضمون بالا کے تین حصوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں۔ یعنے خوراک کا طبق اور ہوائی طبق جسکے اجزا اوپر بیان ہوئے ہیں وہ جسمانی آدمی کا حصہ ہے۔ اخلاقی حصہ میں سوں جو اصل کے دو طبق ہیں نمبر تیسرا اور چوتھا یعنے جو کچھ صفات جو تیسرے طبق میں بیان کیے گئے ہیں انکو بموجب ہدایت وید مقدس قابو میں کر کے دوسرے طبق کے صفات روحانی کے موافق استعمال کرتا ہے وہ آدمی ہمارے شاستر میں خلیق یعنے آچار والا کہلاتا ہے۔ یہ شمار میں چودہ صفت ہیں لکھے واسطے قبا ستر [illegible]

میں پہلی) طہارت کہ ان حواس سے یم اور نیم کا سیون کرنا چاہیے۔ یم شاستر میں یوں بیان کیے گئے ہیں۔ اہنسا (قتل) سے پرہیز۔ ستیہ یعنے حق پر عمل کرنا۔ استیہ۔ یعنے چوری سے پرہیز۔ برہم چریہ یعنے پاک دامن۔ اپری گرہ (توکل) نیم یہ ہیں۔ پاکیزگی۔ سنتوش یعنے تحصیل علم۔ پرمیشور کا بھروسہ۔ عبادت یا گجوپ اور جتنی طبق سے صفات روحانی ظاہر ہوتے ہیں جسکی جیسی جزو لگا اوپر بیان آیا ہے۔ چونکہ انسان کی طبیعت کا خاصہ جس کا ذکر پانچویں کوش میں بیان ہوا ہے۔ اسکی تین قسمیں ہیں۔ یعنے ستوگن۔ تموگن رجوگن۔ اسلیے جو آدمی اعلےٰ درجہ کی صفتیں حاصل کرنا چاہتا ہے اسکو تمام کوشوں کی صفائی جسکا اوپر ذکر ہوا ہے۔ کرنا چاہیے۔ مثلاً خوراک کے طبق کی صفائی کے لیے تمام مکروہ اشیاء مثلاً گوشت و شراب جس میں گندگی اور حیوانی خاصہ ملا رہتا ہے کرنی چاہیے اور جسکے کھانے سے انسان بجائے فرشتہ خصلت فرشتہ صفت بننے کے حیوانیت کی طرف زیادہ جاتا ہے۔ انسان کو لازم ہے کہ اگر تموگن اس میں زیادہ ہے یعنے سستی گناہ کی طرف رغبت و جہالت کی طرف زیادہ رغبت ہو تو رجوگن کے حاصل کرنے کی کوشش کرے یعنے نیک کام میں مصروفیت کے لیے کوشاں ہو۔ لیکن چونکہ انسان کا اعلےٰ فرض پرمیشور کے جاننے کا ہے۔ اسلیے ستوگن کی کوشش کرنا ضروری ہے جس سے انسان دیوتا صفت بن جاتا ہے۔ کیونکہ جب تک انسان فرشتہ صفت نہیں ہوتا تب تک پرمیشور کا دیدار حاصل نہیں کر سکتا جس میں اسکو ہر ایک چیز کا علم ہو جاتا ہے اس طرح سے مختصر طور پر تین صفات کا ذکر کر دیا ہے۔ یاد رہے کہ وہ تفصیل کہ جس سے انسان ان طبقوں کی ترقی کر سکتا ہے اور اسی دنیا میں اپنی طاقتوں کو بڑھا کر اعلےٰ درجہ کی طاقت حاصل کرتا ہے جس سے پرمیشور کا وصال حاصل ہوتا ہے وہ اسوقت بیان نہیں ہو سکتی۔ جس صاحب کو پرمیشور کی تلاش کا سچا شوق ہو وہ وید مقدس اور اپنشد پڑھیں۔

سوال نمبر ۲ کا بیان۔ حالت انسان بعد مرگ

ہماری شاستر میں موت کو ادرشن کہتے ہیں۔ یعنے پوشیدہ ہو جانا۔ اور گیتا میں مہاراج کرشن جی نے جو ہندوں کے درمیان آخر الزمان پیغمبر ہیں یوں فرمایا کہ یہ حکماء کا مسلم تجربہ ہے کہ نیستی سے ہستی نہیں ہوتی اسلیے جس طرح کہ روح نیستی سے ہستی میں نہیں آسکتی اس طرح وہ فنا بھی نہیں ہوتی جبکہ روح ازلی ابدی ہے اور وہ پرمیشور کی نشان ہے۔ مہاراج گیتا کے۔ دوسری ادھیائے بہت عمدہ طور پر واضح کرتے ہیں کہ جس طرح انسان پرانے کپڑوں کو پھینک کر نئے کپڑے اختیار کرتا ہے۔ اسیطرح سے روح پرانے بدن کو جو اسکی پرستش تھی پھینک کر نیا لباس اختیار کرتا ہے مہاراج فرماتے ہیں کہ روح کو نہ تو ہتیار کاٹ سکتے ہیں اور نہ آگ جلا سکتی ہے۔ نہ اسکو پانی گلا سکتا ہے اور نہ ہوا خشک کر سکتی ہے۔ بلکہ ہمیشہ رہنیوالی اور سب جگہ جانے کی طاقت رکھنیوالی عقلمند طاقت ہے پس مرنے کے بعد روح کی نئی حالت شروع ہوتی ہے۔ اور وہ حالت ترقی پذیر ہوتی ہے۔ اسلیے اگر نیک اعمال کیے ہیں تو نیکی کی طرف ترقی ہوتی جائیگی۔ اور انسان دیوتا صفات حاصل کریگا۔ اور اگر اسکے برخلاف کام کیے ہیں تو اس میں نیچے جانیکا خاصہ پیدا ہو جاتا ہے اسوجہ سے وہ پرم ایشور سے دور دور ہٹتا جاتا ہے یعنے اسکو پرمیشور کے جاننے میں مشکل پر مشکل آتی جاتی ہے۔ منو مہاراج کے بارہویں ادھیائے کے چالیسویں اشلوک میں لکھا ہے کہ ستوگن والے دیوتا یعنے فرشتوں کی حالت کو حاصل کرتے ہیں اور رجوگن والے انسان کی حالت کو پہنچتے ہیں۔ اور تموگن والے حیوانیت کے درجہ کو جاتے ہیں۔ جب انسان کو وید شاستر پڑھنے سے معلوم ہو کہ میں پرمیشور کے وصال حاصل کرنیکی قابلیت نہیں رکھتا جو کہ کسی کی سفارش سے حاصل نہیں ہوتا تب اسکو خود پرمیشور سے دعا مانگنی چاہیے کہ یجر وید کے چوتھے ادھیا اور پندرہویں منتر میں لکھی ہے جس سے روح کو گناہ کی ٹھوکر کھانے کے بعد پھر موقعہ ترقی کر نیکا دیا جاتا ہے۔ اور اسکے لیے من۔ عمر۔ پران کی طاقت وغیرہ ذرائع ترقی دیجاتے ہیں۔ ہمارے شاستر میں ایسا کہیں نہیں لکھا کہ صرف ایک بار ہی زندگی عطا ہوتی ہے۔ اور پھر ہمیشہ کے لیے سرگ یا نرک ہوتا ہے۔ بلکہ اعلےٰ درجہ کا انصاف اور محبت پرمیشور کی ذات باری تمام مخلوقات کو ہمیشہ عطا ہوتا رہتا ہے۔ اور اسکے دربار میں عرض اس سے کی جاتی ہے اور وہی عرض کا جواب دیتا ہے۔ کسی دیوتا یا رشی اور نبی کو اس میں دخل نہیں بلکہ ہمارے شاستر میں لکھا ہے کہ پرمیشور گھٹ گھٹ میں بھرا ہوا ہے۔ اور وہ کبھی روح کو جدا نہیں کرتا۔ دیکھو منڈک اپنشد گرنتھ۔ اسلیے روح بے ڈر اور بڑی خوشی کے ساتھ ترقی کرتی رہتی ہے اور کائنات کی سیر کرتی رہتی ہے۔ جبکہ وہ درجہ تکمیل تک پہونچ جاتی ہے تو اسکو یہ طاقت ہو جاتی ہے کہ جو کچھ چاہے ویسے ہی وسائل اپنے لیے مہیا کر لیتی ہے۔ مثلاً سننا چاہے تو سننے کی طاقت حاصل کر لیتی ہے وغیرہ۔ یہ کمالیت کی حالت جس میں اسکو پورا گیان ہو جاتا ہے۔ ہمارے شاستر میں لکھا ہے کہ وہ چھتیس ہزار پیدائش تک رہتی ہے یعنے ۰۰۰۰۰۰ ۳۱۱۰۴ سال شمسی بعد اسکے پھر روح کو پیدائش میں کہیں نہ کہیں کام کرنا ہوتا ہے۔ اسیطرح بیشمار دفعہ روح کو کمالیت حاصل ہوتی ہے اور بیشمار وقت تک ایشور کے کاروبار کے شامل ہونے سے ایشوری گیان میں ہو جاتی ہے۔ کٹھ اپنشد میں لکھا ہے کہ جب آدمی کو خوشی کی حالت یعنے سرگ نصیب ہوتا ہے جو کہ مکتی سے نیچے درجہ ہے۔ اس میں بھی انسان کو کوئی خوف نہیں رہتا اور نہ اسکو موت ستاتی ہے۔ اور نہ تکلیف بھوک و پیاس کی ہوتی ہے۔ بلکہ بڑا بھاری آنند رہتا ہے جس سے وہ مکتی کی بخوبی تیاری کر سکتا ہے۔ اسیطرح سے میں نے کچھ شاستر کے موافق روح کی حالت بعد مرگ بیان کی ہے۔

تیسرے سوال کا جواب

ہماری شاستر میں زندگی کے چار مقاصد لکھے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ دھرم۔ ارتھ۔ کام اور موکش دھرم جاننے کے لیے وید پڑھتے ہیں۔ ارتھ یعنے دنیاوی بہبودی کے لیے کرتی ہے قانون دیکھنے چاہیے۔ کام کے حاصل کرنے کے لیے یعنے خاندان کی ترقی کے لیے علم طبابت جس کو آیور وید کہتے ہیں یعنے علم زندگی حاصل کرنا چاہیے اور موکش کے حاصل کرنے کے لیے ویدانت شاستر کو پڑھتے ہیں۔ یہ کتابیں جو ان سے تعلق رکھتی ہیں اور جنکی تعداد بہت ہے وہ پڑھنے لکھنے والوں کو معلوم ہیں۔ کہ یہ کس درجہ کی کتابیں ہیں۔ ہزارہا سال ہوگئے لوگ بیجا نکتہ چینی کرتے ہیں۔ لیکن اگر ان کو دنیا میں تسلی پانیکی خواہش ہو تو انہی کتابوں سے حاصل ہوتی ہے جہاں پر تمام کا تھوڑا تھوڑا سا بھی ذکر کرنا نہایت مشکل ہے صرف آخری منت رہو کہ مکتی ہے اسکی نسبت چند شاستر کے خیال ظاہر کرنا از بس ضروری ہونگے۔ ہمارے شاستر میں پرمیشور کے گیان کو تمام دنیاوی چیزوں سے اور آسمانی بہشتوں سے افضل تر بتایا ہے۔ چنانچہ کٹھ اپنشد میں ایک قصہ کے ذریعہ بیان کیا ہے کہ جب ملک الموت [illegible] نے مہاراج نچکیتا جی کو جنہوں نے کہ اس سے برہم گیان کی نسبت سوال کیا تھا بہت سی دنیاوی اور بہت [illegible]

مکار ملابس و خود و اختیار زر اور خواہش کے موافق زندگی دینے کا وعدہ کیا تب مہاراج نچکیتا نے جواب دیا کہ یہ سب ہیچ ہیں۔ میں تو آپ سے صرف برہم گیان ہی لینا چاہتا ہوں۔ جس میں گمشدہ پڑھنے والا انسان امر یدی پاتا ہے۔ مجھ کو ان آسمانی خوشی کی چیزوں سے اور بڑی زندگی سے کچھ خوشی و خواہش نہیں۔ پرمیشور کے علم کی نسبت منڈک اپنشد میں یوں لکھا ہے کہ نہ ایشور آنکھ سے دیکھا جاتا ہے۔ نہ اسکو بانی سے بول سکتے ہیں اور نہ کسی حواس خمسہ سے اسکو حاصل کر سکتے ہیں اور نہ تپ کرنے سے یعنے تیرتھ برت کرنے سے اور نہ نیک کرموں کے ذریعہ سے اسکا گیان حاصل ہوتا ہے بلکہ پرمیشور کا گیان عقل کی صفائی اور روح کی صفائی سے بذریعہ دھیان لگانیکے پورے پورن برہم جوتی سروپ کا دیدار حاصل ہوتا ہے۔ گیان ہونیکے بعد منڈک اپنشد میں لکھا ہے کہ دل کی گانٹھ کھل جاتی ہے۔ تمام شکوک رفع ہو جاتے ہیں۔ تمام گناہ دور ہو جاتے ہیں جبکہ پار اوار پرمیشور کا درشن ہوتا ہے اور وہ لوگ جو کہ گیان سے سیر ہو جاتے ہیں اور تمام خواہشوں سے بری ہو جاتے ہیں اور شانت ہو جاتے ہیں وہ پرم ایشور میں جو کہ ہر ایک جگہ موجود ہے غائب ہو جاتے ہیں جس طرح کہ مہاراج شنکر آچاریہ کہتے ہیں کہ درخت سے اڑ کر پرند آسماں میں غائب ہو جاتے ہیں

چوتھا سوال اور اسکا جواب

چوتھے سوال کی نسبت مہاراج تلسی داس جی راماین میں فرماتے ہیں کہ کرم پردھان وشو کر راکھا جو جس کیا سو تس پھل چاکھا) کرم تین طرح کے ہیں۔ سچیت یعنے پہلی زندگیوں میں کیئے ہوئے کرم پرارابدھ جو ہم کر رہے ہیں ان میں سے ہر ایک تین قسم پر منقسم ہے یعنے ادھیاتمک یعنے وہ کام جو کہ خیال سے تعلق رکھتے ہیں آدھی بھوتک جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں آدھی دیوک جو بیرونی تعلقات کے سبب سے ہم کرتے ہیں۔ اسلیے ہمارے شاستر میں کرموں کی نسبت بڑا بیان آیا ہے اور جسکی تفصیل پڑھنے سے ہی کرم کا مسئلہ سمجھ سکتے ہیں۔ چند باتوں کے کہنے سے یہ حکیمانہ مسئلہ عام فہم میں نہیں آسکتا۔ لیکن اتنا تو سب کو معلوم ہے کہ جو آدمی کوشش نہیں کرتا وہ کوشش کرنیوالوں سے پیچھے رہ جاتا ہے۔ ہمارا اوید ک شاستر بتلاتا ہے کہ بدن کے وہ حصے جو کام میں نہیں آتے جسکے لیے کہ وہ بنے تھے ضائع چلے جاتے ہیں۔ دیکھو ورزش کرنے سے بدن مضبوط ہوتا ہے اور خیال کرنے سے من کی ترقی ہوتی ہے۔ اسلیے تمام کرم جنکی قسمیں اوپر بیان ہو چکی ہیں سب اپنا اپنا اثر یہاں پہونچاتے ہیں اور بعد مرگ کے جیسا کہ بیان ہوا ہے انکا اثر جاری رہتا ہے یعنے اگر کرم نیک ہیں تو انسان پرمیشور کی جانب جاتا ہے اگر بد ہیں تو نیچے کی طرف جاتا ہے۔ یعنے یا تو علم میں ترقی ہوتی ہے یا حیوانیت کی طرف رغبت و ترقی خالی ہے۔

منو مہاراج کہتے ہیں کہ من کے کرم من سے بھوگنے پڑتے ہیں بانی کے کرم بانی سے اور بدن کے کرم بدن سے بھوگنے پڑتے ہیں۔ خواہ وہ نیک ہوں خواہ بد۔ آدمی اکیلا پیدا ہوا ہے۔ اور اکیلا ہی یہاں سے روانہ ہوتا ہے۔ تمام چیزیں پیچھے رہ جاتی ہیں۔ دھرم یعنے صفات اسکے ساتھ جاتے ہیں۔ ماں باپ رشی۔ منی۔ رشٹ دیو کوئی اسکا ساتھ نہیں دیتا۔

پانچواں سوال اور اسکا جواب

وید میں لکھا ہے کہ پرمیشور کے تیج سے علم اور مادہ پیدا ہوا۔ جوگ شاستر کے بموجب پرمیشور کل علم کا بیج ہے اور پیشین سے پیشین آدمیوں کا بھی گرو ہے اپنشدوں میں لکھا ہے کہ عقل اس سے ہی پیدا ہوتی ہے پیدائش کے شروع میں وہ برہما کو پیدا کرتا ہے اور ویدوں کو بھیجتا ہے۔ یجر وید میں لکھا ہے اسی پرمیشور سے رشیوں نے رگ وید اور اسی سے یجر وید شام اور اتھرو حاصل کیئے ہیں ماندک اپنشد میں لکھا ہے اسکی (ایشور) زبان وید یعنے علم ہے۔

پس ہمارے شاستر کے رو سے علم کا مخرج اور علم کا دنیا پر ظاہر ہونا وید مقدس سے ہے میکس مولر صاحب لکھتے ہیں کہ رگ وید انسان کے کتب خانہ میں سب سے پرانی کتاب ہے۔ اسیطرح علم کے مخرج کا بیان ہوا۔ اب علم کا انسانی مخرج اسیطرح پر شاستر میں بیان کیا گیا ہے یہ مخرج آٹھ قسم کے ہیں جنکو اسٹ پرمان کہتے ہیں اول۔ پرتکش پرمان۔ یعنے جو علم ہمکو حواس خمسہ سے حاصل ہوتا ہے۔ یعنے اسکے پانچ قسمیں ہیں۔ جیسا کہ دیکھنے سے رنگوں کی ماہیت معلوم ہوتی ہے۔

دوم۔ انومان۔ یعنے وہ علم جو کہ دلیل سے ہوتا ہے۔ جیسے دھوئیں کو دیکھکر آگ کا خیال ہو جاتا ہے اسکی تین قسمیں ہیں۔ سوئم۔ اُپمان۔ یعنے علم تمثیل۔ چہارم۔ شبد پرمان۔ یعنے حکیموں کا اپدیش۔ پنجم۔ ارتھاپتی۔ چونکہ بادل کے ہونے سے بارش ہوتی ہے اسواسطے جبکہ بادل نہیں تو بارش نہیں ہو سکتی ششم۔ سمبھو۔ یعنے امکان جیسے ماں باپ کے بغیر لڑکا نہیں ہوتا۔ اسکو سلسلہ قوانین قدرت بھی کہہ سکتے ہیں ہفتم ابھاو جسطرح کسینے کہا دہانسے پانی لے آؤ۔ لیکن وہ وہاں سے پانی نہ پاکر جہاں سے پانی ملا سے آیا یہ کل مخرج جنکی اگر اندرونی قسمیں چھوڑ دی جاویں تو کل نو ہوتی ہیں یعنے ایک تو ایشوری اور باقی آٹھ انسانی اسطرح سے مختصر طور سے مذکورہ بالا پانچ سوالوں کا بیان کیا گیا ہے۔ جو کہ سب کسی نہ کسیطرح دھرم سے تعلق رکھتے ہیں۔

وہ اصلی دھرم وید کا سب سے پرانا ہے۔ جس کا کرتا سوای پرمیشور کے اور کوئی نہیں ہے۔ اسکے پاس پہونچنے کا ذریعہ دھیان و گیان ہے۔ وہی مکتی ہے۔ اور وید شاستر میں کسی اوتار۔ پیغمبر۔ یا پرمیشور کے پتر وغیرہ کا ذکر نہیں۔ اور نہ اس دھرم میں نفسانی سرگ کا ذکر ہے۔ یہ پورن برہم آدمی عورت لڑکا نہیں ہے۔ انسان کا ہادی صرف عقل ہے۔ سو یہ وید اور شاستر جس میں اسکا ذکر ہے سب آدمی جو حاصل کرنیکی طاقت رکھتے ہوں حاصل کر سکتے ہیں جیسا کہ یجر وید میں لکھا ہے ایتھے مام ورچم کلیانی ما بدانی جنے بھیا) یعنے میں اس منگل سماچار کو تمام لوگوں کے لیے دیتا ہوں فقط

اس تقریر کے بعد ماسٹر جی صاحب نے جو احاطہ جلسہ میں بمقام ڈلہسی بحیثیت ڈیلیگیٹ شریک جلسہ ہونے کے لیے آئے ہوئے تھے کچھ تقریر کرنے کی اجازت چاہی کیونکہ آپنے آج ہی واپس چلا جانا تھا اور ریل کا وقت قریب تھا۔

(اگلے صفحہ پر نمائندہ سکھ ازم کا مضمون ملاحظہ فرمائیں)

(۲) برہم گیانی کے دوست دشمن برابر ہیں (۳) اس میں تکبر نہیں ہوتا (۴) سب سے اونچی منزل پر پہونچکر اوسکا من سب سے نیچا رہتا ہے (۵) جسکو پرمیشر آپ گیانی کرے وہی گیانی ہوتے ہیں (۶) اوس سے بُرا نہیں ہوتا ہے (۷) اوسکی نظر نفرت کی نظر نہیں ہوتی (۸) سب بندوں ہی سکو نجات ہوتی ہے (۹) اوسکی دلیل میں شک نہیں (۱۰) اوسکی خوراک معرفت ہے (۱۱) اسکا دھیان پرمیشر سے ہے۔ فقط

چونکہ مقررہ ٹائم ٹیبل کے مطابق عمل درآمد نہ ہو سکا جیسے کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اور سردار صاحب موصوف کا وقت مقررہ ایک ایسے وقت پر ختم ہوتا تھا جبکہ صرف نصف گھنٹہ وقفہ میں رہتا تھا علاوہ ازیں سردار صاحب کی تقریر بہت ہی عام پسند واقع ہوئی اسلیے سردار صاحب کو نہایت خوشی سے اگزیکٹو کمیٹی نے اجازت دی کہ اگر وہ چاہیں تو وقفہ تک اپنی سلسلہ تقریر کو جاری رکھیں چنانچہ آپنے ایسا ہی کیا۔ سردار صاحب ممدوح کی تقریر ایسی برجستہ اور سکھ مذہب کے اصول کے مطابق ایسی بامطلب خیز اور محیط تھی کہ اب سکھ کمیونٹی میں سے اور وکلا نے جنکے نام نامی پروگرام میں ... تقریر کو کافی سمجھا اور کسی اور تقریر کی ضرورت نہ سمجھی صرف سردار راجندر سنگھ صاحب نے اپنے مقررہ وقت پر بطور تکملہ کچھ کہنے کی خواہش ظاہر کی جنکی تقریر اپنی جگہ پر درج کی جاوے گی۔

برہمو سماج

عالی جناب لالہ کانشی رام صاحب سکرٹری برہمو سماج لاہور و جائنٹ سکرٹری جلسہ مذاہب

جلسہ اعظم مذاہب جسکے مشہور و معروف بانی کو ہم آج اپنے اس قدیمی شہر میں خیر مقدم کہتے ہیں۔ مذہبی تاریخ میں ایک بہاری یادگار کا واقعہ ہے۔ لیکن یہ واقعہ خواہ کتنا ہی باعظمت کیوں نہ ہو یہ بابو کشیب چندر سین صاحب کے خیالات کا ایک خفیف سا عکس ہے جو انہیں کل اقوام کو مذہبی طور سے اکٹھے کرنے کے متعلق پیدا ہوا۔ اونکے خیال کا کامل طور سے پورا ہوجانا ایک وسیع زمانہ چاہتا ہے لیکن اسکا آغاز اب ضرور ہوگیا اور اس تحریک نے لبرل (آزاد) خیالات کے حق میں ایک تازیانہ کا کام دیا ہے۔ یہ امر دیکھکر دل کو بہت ہی تسکین ہوتی ہے کہ ہمارے ملکی بھائی جو سخت قدامت پرست ہیں وہ بھی اس خیال کی قدردانی میں پیچھے نہیں رہے وہ بھی اپنے عزیزانہ اندازہ اوس اعلیٰ خیال کی ... جو نہایت بیوں نے امریکہ میں قائم کردی ہے دہرم مہوتسو جسکو پیدا ہوئے ابھی ایک سال ہی گذرا ہے گویا ایک ہلکی سکیل پر امریکہ کی پارلیمنٹ آف ریلیجنز کی نقل ہے۔ اسکے مدعا بھی بہت حد تک اُسی زبردست تحریک سے ملتے جلتے ہیں یعنے یہ کہ مذہبی معاملات میں تحمل اور بردباری کی روح پیدا ہو اور کہ مختلف فرقے کے لوگوں میں سچی مذہبی روح پیدا کی جاوے اور ایک مشترک موقعہ مہیا کیا جاوے جہاں مختلف مذاہب کے وکلا تمام تنازعات اور باہمی جھگڑوں کو چھوڑ کر۔ اپنی پوری طاقت اور قابلیت کے ساتھ اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں اور اس طرح تمام مہذب اور تعلیم یافتہ اصحاب کو ہر ایک مذہب کے متعلق عمدہ اور قابل اعتبار واقفیت حاصل ہو جاوے جس سے وہ اپنے لیے خود محاسبہ کرکے ہر ایک مذہب کی حقیقت اور اُسکی خوبیوں سے واقف ہو جاویں

مذہب اصل میں ... کی مطابق زندگی بسر کرنا ہے جو ہمنے اپنی زندگی میں تسلیم کر لیا ہے۔ یہ تسلیم محض خیالی طور سے ہی نہیں ... اظہار ہماری شریف ترطبیعت کے افعال سے ہی ہوتا ہے۔ مذہب نہ تو چند معتقدات اور خیالات کے مجموعہ کا ہی نام ہے اور نہ اس سے مراد وہ چند عمدہ طور پر گھڑے ہوئے فقرات ہیں جنکے ذریعہ ہم اظہار معتقدات کرتے ہیں۔ بلکہ اسکا منبع انسان کی روح کی گہری تہ میں ہے۔ مذہب زندگی کا وہ اصول ہے کہ جس سے ہمارے تمام معتقدات اور خیالات پیدا ہوکر ہماری روح میں عمدہ اور اعلیٰ جوہر حاصل کرکے حرکت پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ ایک ایسی رغبت ہے کہ جس کے نشوونما ترقی کا ... ہے۔ لہذا اسکے تمام ... بہت وسیع اور محیط ہوا کرتے ہیں تمام انسانی حرکات و سکنات پر اسکا تسلط ہے یہ ایک ایسا جہاز ہے جو ہمیں دنیاوی مصائب اور تکالیف کی طغیانی میں با امن ابدی سلامتی اور خوشی کے کنارہ پر لیجاتا ہے مذہب ایک ایسا طلسم ہے کہ جسکے آگے تمام دروازے کھل جاتے ہیں ... زندگی کے تمام ... آتے ہوئے اختلافات اور تضاد دور ہوجاتے ہیں مذہب کے ہاتھ میں ایک ایسا ساز ہے کہ جسکے تمام سروں کے بجانے سے سنسان خاموش جنگلوں میں بھی ایک ہم آہنگ نغمہ پیدا کر دیتا ہے مذہب تمام علوم سے پہلے تھا بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ تمام علوم و فنون کی یہ جڑ ہے جس وقت بنی نوع کی نہایت ہی ابتدائی اور طاقت ور بچے آزادی سے اُس زمین پر پھرتے تھے جو ابھی انسانی ہل یا کسے اور انسانی حرکت کے نیچے نہیں آئی تھی اُنکے دل بالضرور صحیفہ قدرت کے لاانتہا خوبصورتی اور جلال سے مرعوب ہوتے ہونگے پس یہی تعلیم اور بکرمت کا خیال جو اسطرح وہ ظاہر کرتے ہونگے کل مذاہب کا سرچشمہ ہیں۔ اگرچہ وہ ایمان جو عطیہ الٰہی کے طور پر غیب الغیب چیزوں کے دیکھنے کے بیوہم میں ہے۔ یا ہماری امید جو ہمیشہ فتحیابی کے بازوؤں پر پرواز کرتی ہے۔ یا نیکی اور سخاوت کا خیال جو گویا زندگی کا کمال یا اسکی تکمیل ہے اگرچہ یہی تین باتیں مذہب کے اعلےٰ اجزا ہیں۔ لیکن پاک اور مقدس زندگی کی جڑ وہی عظمت ہے جو ہمارے دل میں ایک غیب **طاقت** کے بابت ہے نسل انسان کے ابتدائی مدارج میں جبکہ یکال تروتازگی اپنے ساتھ رکھتی تھی ایسے انسان پیدا ہوئے تھے جو صحیفہ قدرت کے تمام عجوبوں اور اور اسرار وں کو زیادہ گہری اور باریک نگاہ سے دیکھکر ... طور پر محسوس کرتے تھے کہ ان تمام منظرات قدرت کے پیچھے ایک مکمل طاقت بھی ہے۔ حضرت موسیٰ اور داؤد فلسطین میں اوس یہوواہ کے جلال کی گیت گاتے تھے جو قادر مطلق اور سب پر حکمران ہے ہم اس ہمارے جنم بھوم میں بھی ویدک منتروں کے پڑھنے والے ایسی کثرت کے ساتھ اپنے عظیم الشان الہامی اشعار سناتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب انسان کے لیے ایک طبعی امر ہے اور عظیم الشان اور بیرون از بشریح و بیان دنیا میں رہکر انسان کا طبعی خاصہ ہے کہ وہ اس اعلیٰ تر طاقت کا پرستار ہو جاوے ... دنیا کو بنایا ہے۔ اسی خیال اور اصول پر ہماری اس سوسائٹی کا ڈھانچہ ہے کہ جس کی ... انسان ... کر اس ... کے مطابق آباد ہوا ہے۔ اصول شادی و کتخدائی جس نے بہت کچھ انسان ... پیدا کر دی ہے۔ اور جو نہایت درست اور ٹھیک طور پر تقدیس کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے ... دل کی ... ہے۔ مذہب سوسائٹی میں ہمیشہ سے ایک زبردست طاقت ہے۔ یہ ایک ایسا ... ہے کہ جس سے تمام انسان متاثر ہو کر اپنی زندگی کے ... ایک پائدار اصول حاصل کر لیتے ہیں۔ اُسنے ہمیشہ زمین پر امن اور انسانوں کو ساتھ نیک ارادہ اور برتاؤ کے قیام دی ہے۔ اور اسکے سیاسی ... بہت ... مذہب نہ قومی خیالات کے اندر سرایت کرکے انسان کی ... اور ... اپنے سانچے میں ڈھال لیا ہے اسی ... انسانی تاریخ پر دیرپا اثر پیدا ہوا ہے۔ اس امر کی تشریح کے لیے اس سے زیادہ روشن

* یہ تقریر انگریزی سے ترجمہ کی گئی ہے۔

مثال ... نہیں ہو سکتی ... عربوں جیسی خانہ بدوش قوم جو انسانی ترقی میں سب سے پیچھے رہ چکی تھی اوس میں ہزا حضرت محمد صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ... ایمان اور جوش پیدا کیا ... کہ صرف ایک نصف صدی میں اسلام کا جھنڈا مغرب میں ہسپانیہ سے لیکر مشرق میں دریائے سندھ تک آنے لگا۔ ایسے ہی قابل بیان مثال ہمارے اپنے ملک میں بھی موجود ہے۔ گورو نانک صاحب کا وہ زاہدانہ مذہب تھا جس میں بڑی بردباری تھی اور جس میں تمام عزہ مسائل کا انتخاب تھا اوسی مذہب میں آخری مغل بادشاہان کے مظالم سے ایک زبردست جوش و خروش کی آگ بہڑک اوٹھی وہی بڑی سلطنت جو اندر ہی اندر ضعیف ہو چکی تھی لیکن بظاہر بڑی شان و شوکت والی نظر آتی تھی اسکی قسمت میں یہی لکھا ہوا تھا کہ وہ اُسی پرجوش مذہبی جماعت کے ہاتھ سے تباہ ہو جو صدیوں تک غیر ... پنجاب میں جو اسلامی تیز تر بہتی ہوئی رو کے آگے سب سے پہلے مغلوب ہوا ایک ایسی قوم پیدا ہو گئی جس ... اور جب وطن والوں کی سی سرگرمی تھی۔ یہ صرف چند ایک ہی ایسی مثالیں ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی سوسائٹی کو ٹھیک طور پر چلانے اور انسان میں تکمیل پیدا کرنے کے لیے مذہب کس قدر ضروری ہے زندگی کے مصائب اور ابتلاؤں سے رہائی اور نجات پانے کے لیے ہم مذہب ہی کی طرف رخ کرتے ہیں۔ اگر ہمارے پاس مذہب کی تسکین بخش اور رحمت خیز والا اصول نہ ہوتے تو زندگی کا رستہ ہمارے لیے کیا یاس افزا ہوتا مذہب ہمیں اُس اعلےٰ اور بہتر زندگی کی امید دلاتا ہے اور اُس سے زیادہ بلند اور وسیع تر حقیقت کا یقین دلاتا ہے بلکہ اُس ذات کے کامل نظارہ کی امید دلاتا ہے جو سب روحوں پر بادشاہ ہے۔ ہم اکثر ... دنیا میں کچھ وقت کے لیے بدی کی ترقی اور نیکی کی ذلت پاتے ہیں جس طرح ... ہمیں موت اور اسکا توام گناہ نظر آتا ہے اگر ہم میں مذہبی زندگی پر چلنے سے امید اور ایمان نہ پیدا ہو جاوے تو یہ غمیں اور گناہوں کی زندگی ہرگز بسر ہونے کے قابل نہیں۔

دنیا میں ایسے انسان بہت ہی تھوڑے ہیں جو فکر کے ساتھ کبھی آیندہ زندگی کے متعلق سوچتے ہیں۔ بہت سے لوگوں ... موجودہ زندگی ہی سب کچھ ہے جذبات نفس نے انہیں ایسا اندھا کر دیا ہے اور ... دنیوی زندگی ... دنیوی والی تفکرات ... سخت گبراہٹ میں ہیں یا اس ... مدار لذات نے انہیں ایسا سرشار کر رکھا ہے کہ یہ لوگ ... سی تھوڑی توجہ بھی اس مسئلہ بقا کی طرف نہیں دے سکتے بلکہ اکثر سے بھی کم ان میں اس مسئلہ کے حل کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے لیکن ایک پست سی ... زندگی ... لمبے زندگی میں ایسے گذر جاتے ہیں جس میں نفس لوامہ جو خدا کی بار بار ظاہر داری میں دبایا گیا ہے جاگ اوٹھتا ہے اور اپنی گم شدہ طاقتوں کو حاصل کر لیتا ہے اُسوقت گناہ کا بوجھ بہت ہی بھاری نظر آتا ہے اور کوئی خوفناک نازک واقعہ اونہیں خاک کے برابر کر دیتا ہے اور اُس قہار کا نہ رحم ہونے والا ہاتھ زیادہ نزدیک ہوتا نظر آتا ہے ایسے وقت میں ایک سرکش شقی اور گنہگار کو بھی آیندہ زندگی کا سوال بہت ہی اہم اور نازک نظر آنے لگتا ہے جسوقت موت کا رعب ناک فرشتہ سامنے آکھڑا ہوتا ہے جبکہ نہ ٹلنے والا قسمت کا فیصلہ ہوچکا ہوا نظر آتا ہے جبکہ تمام عزیز و اقارب الوداع کہنے کو ہوتے ہیں جبکہ عزیز سے عزیز چیزوں کی بھی قدر و منزلت انکی ... نہیں رہتی اسوقت کوئی شخص بھی یہ خیال کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جب میں خاک میں خاک ہو جاؤں گا اسوقت میرا کیا حال ہوگا۔ کیا اس قبر کے بعد کوئی اور عالم بھی ہے کیا میری روح کو ابھی بقا ہے یا اس جسمانی ڈھانچہ کے انحلال ہوجانے کے بعد اس کے بھی معدوم ہو جاتا ہے۔ اب چونکہ کوئی نہیں جانتا کہ موت کا وقت کونسا ہے اور نہ اسکے آنے کی کسیکو خبر ہے لہذا کسقدر ضروری ہے کہ اس اہم سوال کو بہت جلد غور کر لیا جاوے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سب چیزوں کو فنا ہے تو اس میں سے روح کو کیسے بقا حاصل ہوگی یہ بالکل درست ہے کہ ان گنت دنیاؤں کو ایک دن فنا ہونے والی ہے۔ اگرچہ ہمیں اُس دن کی میعاد یا اسکا طول آج معلوم نہ ہو۔ تو کیا وجہ ہے کہ انسان اس تمام تباہی سے بچ رہے یہ دلائل ہیں جو ناستک خیال کے لوگ پیش کرتے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ اولاً حقیقی تباہی اور فنا مادہ پر بھی نہیں آسکتی۔ سائنس کے نزدیک نیستی کوئی چیز نہیں۔ موت کیا ہے ایک شکل کی تبدیل۔ ہیئت کا انقلاب۔ ایک حالت سے دوسری حالت میں انتقال۔ ایڈیسن صاحب کی آخری ... نے ہمکو اس قابل کر دیا ہے کہ ہم ہلکے سے ہلکے آواز کو بھی محفوظ رکھکر جب چاہیں اپنے ... بہت ہلکی بات جو کان میں کہی گئی ہو ضائع نہیں ہوتی بلکہ اگر ہم چاہیں تو اپنے تمام ... حالت میں ... پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر مادہ ناقابل فنا ہے اگر ایک چھوٹے سے چھوٹا ذرہ قائم رہ سکتا ہے ... ہے جو کہ تمام مخلوقات میں سے زیادہ عجیب و غریب ہے اور اس میں اعلےٰ سے اعلیٰ تر کی طاقتیں ... رکھی گئی ہیں ... انسان اس بات کو جان لے کہ تیرا روح ایک حیرتناک طریق سے اثر پذیر بنایا گیا ہے تیرے تمام قول اور فعل بلکہ تیرے خفیہ سے خفیہ خیالات بھی ... تیری روح پر ایسے منقش ہو جاتے ہیں کہ پھر معدوم نہ ہونگے ... وہ گھنٹہ آنے والا ہے جب یہ تمام نقش تیرے بنانے والے کے سامنے منکشف کیے جاویں گے اور ایک ایک کرکے تجھے دکھلائے جاویں گے جس سے تجھے بہت ہی ندامت اور پشیمانی ہوگی۔ اسلیے اس دھوکہ میں نہ رہنا کہ نہ کوئی آیندہ زندگی ہے نہ بہشت نہ دوزخ اور نہ کوئی روز انصاف ہے مسئلہ بقا پر خواہ ہم کسی پہلو سے غور کریں خواہ ہم اس انسانی عقل کے ذریعہ پرکھیں خواہ الہامی تعلیمات کے طور پر خواہ اسی علوم روحانیات کی روشنی سے جانا جاوے خواہ مادیات کے ذریعہ اس بات کو ماننے کے لیے زبردست ثبوت موجود ہیں کہ انسان کی زمینی زندگی کا خاتمہ اس سے زیادہ اعلیٰ اور شریف تر زندگی کا آغاز ہے جسکا نام ہم نے موت رکھا ہے وہ روح کو ہلاک نہیں کرتی جیسے کہ بعض ہم میں سے نادانی سے خیال کر رہے ہوں بلکہ یہ تو ایک دروازہ ہے اُس آسمانی فضا کا اور رستہ ہے اُس باجلال سلطنت کا جہاں جسم سے الگ ہوئی ہوئی روح موت کا نام نہیں جانتی جہاں وہ اپنی استعدادوں کے مطابق بڑھتی اور نشوونما پاتی ہیں۔ فقط

اس لائق تقریر کے بعد لالہ راجپت راے(؟) ... صاحب جو لاہور میں ایک مشہور فیلسوف اور ریلیجن آف ہارمنی (مذہب نظام کلیت) کے بھاری ایڈوکیٹ ہیں ... کے لیے حسب تجویز خود اسٹیج پر اظہار خیالات کے لیے تشریف لائے

عیسائیت

والاخطاب جناب مسٹر جے مارلیس صاحب بہادر جج چیف کورٹ لاہور

صاحبان اسوقت بڑے دن کو سب لوگ اپنی اپنی ڈالیاں حاکموں کے پاس لے جاتے ہیں۔ ہمارا بڑا حاکم احکم الحاکمین ہے ... بھی چاہیے کہ اپنی ڈالی خدا تعالےٰ کے پاس بھی لے جاویں۔ جبکہ ہندوستان اپنی نااتفاقی کے باعث ... نام ہے تو یہ ایک بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہم سب ایسے موقع پر دینی تحقیق کے لیے یہاں حاضر ہیں خدا ہمپر ضرور راضی ہوگا کیونکہ ہم سب خدا کے شناخت کے لیے آئے ہیں۔ خدا تعالیٰ ضرور ہماری مدد کرے گا۔ ہم جب ڈالی لاتے ہیں تو اپنے لیے یا اپنی عزت کے لیے نہیں بلکہ حاکم کی خوشنودی کے لیے اسیطرح ہمارے یہاں کی ڈالیاں بھی اپنے احکم الحاکمین کی خوشنودی کے لیے ہونی چاہییں اسوقت ہمارے زمانہ میں یہاں ایک قسم کی عام ضیافت ہو رہی ہے جس میں ہم سب شامل ہیں۔ میں بھی عیسائیت کا کھانا آپکے سامنے پیش کرتا ہوں۔ جو کہ ایک روحانی غذا ہے۔

جبکہ ہم سب باتوں پر ہر پہلو سے نگاہ ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ تمام دنیا کے مذاہب اسوقت ہندوستان میں موجود ہیں۔ اور دنیا میں اور کوئی علاقہ نہیں جہاں تمام مذاہب کے لوگ جمع ہوں۔ یہ امر ملک ہمت سی خوبی کی بات ہے۔ کیونکہ مذہب سب ایک خیال کے ہوتے ہیں لیکن جزوں میں اختلاف ہوتا ہے۔ اختلاف مذاہب سے ایک اور بھی فائدہ ہے۔ کہ ہر ایک مذہب کی تلاش اور تحقیق میں لگا ہے چنانچہ جسطرح یہاں تمام علما آئے ہیں۔ ایسا دنیا میں کسی اور جگہہ نہیں۔ جب ہر ایک اپنی دور بین سے ایک چیز کو ... کوشش کرتا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم سب اس بات کو نہ پہچان جاویں گے جو سب سے عمدہ ہے۔

اس وقت کلکتہ میں نیشنل کانگریس دنیوی فائدہ کے لیے ہو رہی ہے وہاں پر وہ لوگ جمع ہیں جو دنیا کو دین پر ترجیح دیتے ہیں اون تمام خرچ اخراجات کے مقابل جو کانگریس کے لیے ہوا اور اس سے مقابل جو فائدہ ہوگا۔ وہ ایسا نہیں جیسا کہ اسجگہہ ہے دین آسمان کی بیٹی ہے۔ اور یہ تمام نیکیوں کی ماں ہے۔ اور تمام خوشیوں کی جڑ ہے۔ اسکے لیے سب کا دل جوش مارتا ہے انسان فطرتاً ہر ایک امر میں خوبصورتی کو پسند کرتا ہے اور سب سے خوبصورت چیز دین ہے اس جلسہ میں جوابات کے لیے جو سوال تجویز ہوئے ہیں۔ وہ پانچوں سوالات کسی نہ کسی طرح مذہب کے متعلق ہیں اور اگر مذہب کو مجموعی طور پر بیان کیا جاوے تو گویا ان پانچوں سوالات کا جواب آجاتا ہے۔ یہ ایک بڑی ضیافت دین کی ہے اسلیے مجموعی طور پر میں ان سب کا جواب اسجگہ دونگا۔ انسان کیا ہے۔ انسان تو اپنے کو پہچان پھر خدا کو پہچان۔ انسان اپنی ہستی پر وہ طاقت رکھتا ہے کہ کوئی اور شے نہیں رکھتی۔ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ ہاتھی کی گردن ایک بے جو اسے ہلا سکتا ہے۔

ہماری مذہب کے مطابق انسان خاک ہے اور خاک سے بنا ہے یہ وہ شے ہے جو انسان پاؤں کے نیچے کچلتا ہے۔ اور یہ نہایت ہی ذلیل اور نکمی شے بھی ہے۔ خاک اپنی میں کوئی طاقت اور لیاقت نہیں رکھتی ... یہی جو انسان اشرف المخلوقات بنا سب سے اول ہمیں اپنی اصلیت کو دیکھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیے کہ اوسنے ایسی جسم اور جان کے دینے میں ہم پر وہ رحم کیا کہ جس کا ہم ہرگز شکر نہیں کر سکتے اب اگر میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ کل اشیا میری لیے بنائی گئی ہیں انسان کے اندر اللہ تعالےٰ نے تمام چیزیں جمع کر دی ہیں۔ دنیا میں امیر و غریب ہیں۔ اور نہایت افراط تفریط بلحاظ دولت کے پائے جاتے ہیں۔

اگر کسیکو کہا جاوے کہ ہندوستان تمکو دیا جاتا ہے تو وہ کہے گا کہ یہ کیا شے ہے اس کے مقابل میں میں اپنی جان نہیں دے سکتا۔ اگر کسیکو تمام دنیا دی جاوے۔ تب بھی وہ اپنی جان دینا پسند نہیں کرتا۔ اگر اسکو کہا جاوے کہ خدا ہے تو وہ کہے گا کہ اگر میری زندگی نہیں تو خدا نہیں پس ہر ایک شخص میں "میری جان" ایک بیش قیمت چیز ہے۔

پس ہم کیونکر خدا کا شکر نہ ادا کریں کیونکہ ہر ایک یہ سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کے تمام اشیا ہمارے لیے ہیں۔ پس اگر ہم میں ذرا بھی شکر ہے تو کیا ہم خدا کا شکر نہ کریں گے پس اگر ہم میں کروڑوں زبانیں بھی ہوں تو کیا ہم خدا کا شکر ادا کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں کر سکتے۔

اگر ہم غور سے دیکھیں تو ہماری ساری زندگی دعا ہوگی اور خدا کی محبت میں ہم ایسے مگن ہوجاویں گے کہ ہر وقت شکر گذاری ہوگی۔

لیکن اسکے علاوہ ہمارے لیے ایک اور خوشی کا مقام بھی ہے جو آسمان پر ہے سو جیسا کہ ہم کرینگے ویسا ہی ہم پاویں گے ؎ گندم از گندم بروید جو ز جو۔

جبکہ ہم یہ سب مانتے ہیں اور ہم جان بوجھکر لالچ میں پڑ جاتے ہیں تو ایک گناہ بھی اگر ہم کریں تو ہم خداوند کے بڑے ہی گنہگار ٹھیریں گے۔ اگر اپنے باپ کو کوئی گالی دیوے تو کیسی شرم کی بات ہوگی۔ انسان گویا جب گناہ کرتا ہے تو اپنے آپ کو خدا کے درجہ میں رکھتا ہے۔

انسان ... ایکم (...) کیا ہے جس ... خوشی۔ ہر ایک کہتا ہے کہ "میری خوشی" ہونی چاہیے۔ اسی ... سب گناہ ہے اپنی خوشی کو ہم اپنا خدا بنا لیتے ہیں۔ ہماری خوشی خدا کی خوشی ہونی چاہیے۔ "میں ہوں" کرنے میں سب برائی ہے "میں نہیں ہوں" (...) کرنے میں بندہ کو عزت ہوتی ہے جب انسان اپنے آپ کو چھوڑ دیتا ہے تب فائدہ اوٹھا سکتا ہے۔ باقی تمام اشیا خدا کے لیے کام کرتی ہیں۔ لیکن انسان اپنے بھائی کے لیے بھی کام نہیں کر سکتا۔

اکسیر وہ ہے کہ ذرا سی چیز سارے تانبہ کو سونا کر دیتی ہے یہی حال ہے اگر ہم خدا کی طرف خیال کریں۔ ہم غلطی سے اپنی نظر کو صرف اپنے تک رکھتے ہیں۔ ہمارے گناہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہم گویا خدا کو اوتار کر اوسکے تخت پر بیٹھنا چاہتے ہیں۔ پس عیسائیوں کا خیال یہ ہے کہ ہماری سزا لاانتہا ہوگی میں اتنا بیان اور کرتا ہوں کہ کل خرابیوں کی جڑ محبت ہے۔ جبکہ وہ محبت خودغرضی کی ہو۔ لیکن یہ محبت ہی جو ہماری بیماریوں کی جڑ ہے۔ جب انسان کی محبت نیچر کی طرف ہو تو وہ گناہ کرتا ہے لیکن جب یہ محبت خدا کی طرف لگی ہووے تو وہ ہر ایک گناہ سے بچا لیتی ہے جب ہم بسبب گناہ کے سب کے سب سزا کے قابل ہیں۔ دنیا میں سب یہی کہتے ہیں کہ ہم سب ناخوش ہیں لیکن خدا نے ہمکو ان تکلیفوں کے لیے نہیں بنایا۔ کیا ہم لعنتی ہونے کے لیے بنائے گئے ہیں ہرگز۔ ایسے گنہگار ہوکر ہم امید نہیں کر سکتے۔ کہ خدا ہم سے پیار کرتا ہو خدا نے اپنی محبت سے جسم لیا اور یسوع میں ظاہر ہوا۔ ہم مان نہیں سکتے کہ خدا آسمان پر مزے اوڑاوے اور ہم یہاں تکلیف اوٹھائیں۔ یسوع کو ہم خدا کی محبت کا مجسم ... مانتے ہیں اور تثلیث اس طرح کہ جہاں خدا کی دانائی مکمل ہے اور دانائی سے ہم پیدا کیے گئے ہیں اسلیے اسکے تمام کام پاک ہیں۔ سو جب تمام کام پاک ہونے چاہییں تو ضرور ہے کہ

اس میں محبت ہو۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ خدا میں تین شے ہیں۔ دانائی پاکیزگی محبت۔ اس تثلیث کی ہم پرستش کرتے ہیں۔ یہ تینوں اکٹھے ہیں۔ اور الگ الگ نہیں ہو سکتے۔ فقط

تقریر جناب مولانا مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۔

حضرات! شروع مطلب سے پہلے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں سب سے پہلے یہ عرض ہے اگر قبول ہو میری بڑی سرفرازی ہے اور وہ یہ ہے کہ تالی نہ بجائی جاوے چیرز نہ دی جائیں۔ مرحبانہ کہا جاوے تحسین نہ کی جاوے کیونکہ میں نہیں چاہتا ہوں کہ تعریف ہو یا تحسین۔ حاضرین میں الفنس مقرر ہے۔ جزاک اللہ و مرحبا نہ کہیں تاکہ ایسا نہ ہو وہ منتشر ہو جاوے۔ دوئم میں فہرست مضامین پیش کرتا ہوں تاکہ آپ گھبرا نہ جاویں۔ اول میں آیات پڑھوں گا۔ پھر تمہید کروں گا۔ پھر آیات کا ترجمہ کروں گا کہ یہ سوالات جلسہ کے ہیں اور یہ انکے جوابات چونکہ قرآن جلسہ کی ترتیب پر نازل نہیں ہوا۔ اسلیے اسکا کوئی حصہ کسی آیت سے اور کوئی کسی آیت سے نکلتا ہے جسکو میں ترجمہ سے بتلاتا جاؤنگا۔ پھر میں عقلی دلائل بیان کرونگا کہ قرآن نے جو دلائل بیان کیے ہیں وہ انکے موافق ہیں اور انکا سار احاصل یہ ہے کہ مذہب کوئی چیز ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا۔ غرض میں مذہب پر بڑا زور دونگا۔ پھر از دو حصہ میں ہوگا ایک عام یعنے یہودی ہو نصاری یا ہندوؤں کا غرض کوئی مذہب ہو دوم خاص اور میں یہ بھی بتلاؤں گا کہ کوئی قوم آسمانی مذہب سے خالی نہیں گذری پھر ایک حصہ عام مذہب کے متعلق ہوگا اسکے بعد میں بیان کروں گا اسکے عقلی دلائل کہ کوئی نہ کوئی مذہب ضرور ہونا چاہیے پھر میں ایسے مذہب کا بیان کروں گا جسکا میں وکیل بنکر کھڑا ہوا ہوں۔ وہ کیا؟ اسلام کے ایسے دلائل بیان کروں گا جنکو سنکر کوئی رنج حاضرین کو نہیں ہوگا۔ حاضرین میرے عربی پڑھنے سے گھبرا نہ جاویں کیونکہ میں اسکے بعد جلدی ترجمہ کرونگا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ نِ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (۲) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تُبْعَثُوْنَ (۳) لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ (۴) وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا (۵) وَلَقَدْ مَکَّنّٰکُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْھَا مَعَایِشَ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ (۶) اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّبَاطِنَۃً (۷) وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکُمْ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ (۸) اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْفُلْکَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْاَنْھٰرَ وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ وَاٰتٰکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْہُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ (۹) وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (۱۰) اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (۱۱) وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِکُمْ اِنْ تَکُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّہٗ کَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا (۱۲) وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ مَآ اُرِیْدُ مِنْھُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ فَتَعٰلَی اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ۔ کَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہٗ وَعْدًا عَلَیْنَا اِنَّا کُنَّا فٰعِلِیْنَ مَا خَلْقُکُمْ وَلَا بَعْثُکُمْ اِلَّا کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظٰمَ وَھِیَ رَمِیْمٌ۔ قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَھَآ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَھُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ۔ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰٓی اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۔ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ۔ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ۔ لَھُمْ عَذَابٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اَشَقُّ۔ وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۔ اِنَّمَا یُؤَخِّرُھُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْہِ الْاَبْصَارُ۔ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَالْمُجْرِمِیْنَ مَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ۔ مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا۔ وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ مَا کَانَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ وَاِذَا جَآءَتْھُمْ اٰیَۃٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰہِ وَعَذَابٌ شَدِیْدٌ بِمَا کَانُوْا یَمْکُرُوْنَ۔ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ قَالَتْ لَھُمْ رُسُلُھُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَمَا کَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِیَکُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ اَھُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّکَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَّعِیْشَتَھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَھُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا وَرَحْمَتُ رَبِّکَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ۔ اُنْظُرْ کَیْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَلَلْاٰخِرَۃُ اَکْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَکْبَرُ تَفْضِیْلًا۔ قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۔ وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ۔ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ۔ وَمَا کَانَ رَبُّکَ مُھْلِکَ الْقُرٰی حَتّٰی یَبْعَثَ فِیْٓ اُمِّھَا رَسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِنَا وَمَا کُنَّا مُھْلِکِی الْقُرٰٓی اِلَّا وَاَھْلُھَا ظٰلِمُوْنَ۔ اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْ بَعْدِہٖ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِیْسٰی وَاَیُّوْبَ وَیُوْنُسَ وَھٰرُوْنَ وَسُلَیْمٰنَ وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰھُمْ عَلَیْکَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْھُمْ عَلَیْکَ وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا۔ شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ کَبُرَ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ مَا تَدْعُوْھُمْ اِلَیْہِ اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ۔ لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَۃً وَّمِنْھَاجًا وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّلٰکِنْ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰکِنْ جَعَلْنٰہُ نُوْرًا نَّھْدِیْ بِہٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا تَلَوْتُہٗ عَلَیْکُمْ وَلَآ اَدْرٰکُمْ بِہٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ وَمَا کُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِہٖ مِنْ کِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّہٗ بِیَمِیْنِکَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ۔ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّہٗ لَیَحْزُنُکَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّھُمْ لَا یُکَذِّبُوْنَکَ وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَ۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اِفْکُ نِ افْتَرٰہُ وَاَعَانَہٗ عَلَیْہِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ۔ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا۔ وَقَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اکْتَتَبَھَا فَھِیَ تُمْلٰی عَلَیْہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا قُلْ اَنْزَلَہُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّہٗ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا یُعَلِّمُہٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْہِ اَعْجَمِیٌّ وَّھٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ۔ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰہُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِہٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ وَادْعُوْا شُھَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا

اے حضرات جو کچھ میں نے پڑھا ہے یہ آیات قرآن مجید کی ہیں وہ قرآن مجید جسکو اہل اسلام مقدس سمجھتے ہیں میں انکا ترجمہ اور مضمون بیان کرنے سے پہلے یہ مناسب خیال کرتا ہوں کہ ناظرین کو اس امر کی اطلاع دوں کہ جن سوالات کا جواب یہ جلسہ چاہتا ہے ان سب کا رجوع ایک ہی چیز کی طرف ہے اور وہ مذہب ہے اسکو خواہ اور طرف بھی لیجاویں مگر وہ مذہب ہی میں آجاتا ہے جسکے لیے دلچسپی پیدا کرنا جلسہ کا اصل الاصول ہے ان آیات میں متفرق طور پر ہر ایک سوال کا جواب موجود ہے جسکی میں شرح کرتا ہوں مگر مجموعہ جس کا نام مذہب ہے اور جسکے جواب میں بہت جلد مذہب آسمانی کی طرف رغبت دلائی گئی ہے خواہ وہ عرب کے ہوں یورپ کے یا فارس کے خدا کی طرف سے یہ مذاہب ہیں تم سوال کروگے کہ ہندوستان میں مذہب آسمانی کیا ہے۔ جواب دینے سے پہلے میں بتلا دوں گا کہ مذہب کیا چیز ہے۔؟

اس لیے جو آیات میں نے پڑھی ہیں ان سے ہر ایک مذہب والے کو فائدہ پہونچے گا۔ اور کوئی صاحب مذہب آسمانی کے فائدہ سے محروم نہ رہیں گے۔

> ما برائے وصل کردن آمدیم نے برائے فصل کردن آمدیم

یہ بات بھی میں کہنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں کوئی فرد بشر نہیں جو مذہب نہ رکھتا ہو فری تھنکر یا آزاد خیال بھی مذہب رکھتے ہیں گو دوسرے لا مذہب ہی کہیں مگر لا مذہبی بھی ایک مذہب ہے میں اسکی تائید کے لیے نہیں کھڑا ہوا۔ بلکہ اسکے لیے جو آسمانی ہے مگر اوس پر حملہ بھی نہ ہوگا ان آیات میں آسمانی مذہب کا ذکر ہے میں ابھی اسکی تشریح کروں گا اب ترجمہ بیان کرتا ہوں۔

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ نِ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ برکت والی وہ ذات پاک ہے جسکے ہاتھ میں تمام بادشاہت ہے ساری دنیا کی جو آخرت کو نہیں پہچانتے انکے لیے دنیا کا نام لیتا ہوں جو کچھ دنیا میں خلق اور پیدائش ہوا ہے اوسکی طرف سے اوس نے ایک زندگی مقرر کی اور ایک موت کی حالت دو حالتیں ہیں جانداروں پر بلکہ نباتات پر بھی تاکہ اللہ بتلا دے اور سب پر کھل جاوے کہ تم میں نیکو کار کون ہے۔ اور میں یہ بھی بتلا دیا ہے کہ انسان پر حالتیں لایا گیا ہیں معاشی اور جسمانی۔ انکی طرف اشارہ ہے تشریح پھر کرونگا یہ سوال بھی آگیا کہ انسان کی ہستی سے کیا غرض ہے یعنی اچھے عمل کرو۔ اور ساتھ ہی اشارہ ہو اعقبے کا جو آخرت میں ظاہر ہوگا۔

پھر فرمایا انسان کو ایک چھنی ہوئی صاف کی ہوئی مٹی سے پیدا کیا پہلا آدم پہلا انسان تھا۔ پھر سلسلہ شروع ہوا نطفہ تھوڑے سے قطرہ کو کہتے ہیں قطرہ منی کا پھر اوسکو نطفہ بنا کر مضبوط ٹہیراؤ کی جگہ میں رکھا پھر چھیچڑا بن جاتا ہے خون کا جما ہوا پھر ٹکڑا گوشت کا پھر ہڈیاں بن جاتی ہیں یہ حالتیں ڈاکٹروں کو اسوقت محسوس ہوئی ہیں جبکہ بہت دنوں کے نطفے رکھ کر دیکھے گئے ہیں پھر ہر ایک حالت اوس پر آتی ہے۔ جوان ہوتا ہے۔ بڈہا ہوتا ہے پھر موت آتی ہے پھر اوٹھایا جاوے گا بعض حالتیں سب میں ہیں بعض ایسی ہیں جو صرف حیوانات میں پائی جاتی ہیں بعض ایسی ہیں جو خاص انسان میں اسکی تشریح پھر بیان کروں گا۔ قرآن کیوں نازل ہوا اخلاق کی اصلاح مطلوب ہے۔ نیچر کی طرف زیادہ رغبت منظور نہیں زیادہ تشریح قرآن نے نہیں کی اور نہ کرنی چاہیے وہ اوس عظمت والا ہے کہ تمکو حد الحد پر پیدا کیا پھر مار جاؤ گے پھر اوٹھائے جاؤ گے جب پیدا ہی کی نفاسے ہوا ہو پیدائش ایسی ہی نہیں جو ہمارے بھائیوں کی ہے مثلاً ایک لوٹا ہے وہ لوٹا بھی پیدا کرے گا اور تھوڑا ابھی لائیگا آدم کو بنایا کس چیز سے اسکی تشریح دوسرے حصہ میں کرونگا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کیونکر تعلیم دی۔ خدانے بتلایا ہے کہ ہماری پیدائش ایسی نہیں ہے جیسے کہ تمہاری اَمْ خُلِقُوْا وَلَمْ یَکُنْ شَیْئًا۔

کبھی نہ سوچنا کہ لوہار کی طرح ہمکو بنایا ہے۔ اگر یہ سمجھو کہ کوئی شے پہلے تھی وہ تھوڑی سی لے لی تو خدا کو خدا نہیں سمجھا قل ھو اللہ احد۔ کہدے اللہ ایک ہے اور صمد ہے اور صمد کے معنے جب وحدانیت کی تعریف اور اثبات کی طرف آویگا تو بتلاؤں گا کہ وہ مادی یا ہتھیاروں کا محتاج نہیں ہے تمہاری پیدائش اور تمہارا لکھڑا کرنا ایکجان کی مانند ہے اسکو کچھ ضرورت نہیں ہتیار روں کی خدا کی پیدائش تمہاری پیدائش جیسی نہیں (ھو الذی یحیی ویمیت) پھر فرمایا میری پیدائش ایسی نہ سمجھنا جیسے ہتیاروں سے یا مصالحہ سے زندہ کر دیا ہے کہا کن فیکون۔ ارادہ کیا اور ہو گیا اور جو خدا اپنے ارادے اور آپ سے کچھ نہ کریگا وہ خدا نہیں۔ پھر اللہ فرماتا ہے ان لوگوں کو جو تعجب کریں کہ کیونکر اوٹھاتا ہے پیدائش تو دیکھ لی عجب اسکا رہ ہو نا مانا اب دوسرا عالم ہے اوٹھانا لکھڑا کرنا اسکے واسطے فرمایا اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰٓی اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی تم تعجب کروگے کہ کیونکر اوٹھائیگا تعجب نہ کرو روز مارتا ہے اور روز اوٹھاتا ہے۔ فرمایا اللہ قبض کرتا ہے یعنے ایک قسم کی موت بھیجتا ہے وقت سونے کے اور ایک تو مارتا ہے انکو جو مرے ہیں اور ایک قسم کی موت بھیجتا ہے وقت سونے کے ان میں سے بہت ایسے ہوتے ہیں کہ سوئے اوٹھتے نہیں دوسری کو چھوڑ دیتا ہے ایک وقت تک تحقیق والے عالموں نے دو قول ہیں کہ روح سونے کے وقت جدا ہو جاتی ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ شعور کی روح جدا ہو جاتی ہے بروح دو ہیں وہ پروردگار ہے جس نے پہلے پیدا کیا دوبارہ بھی کرے گا اور یہ آسان ہے اوس پر جب ہڈیاں مرّ اور خاک ہو جائیں گی کیونکر اوٹھائی جائیں گی کہدے کہ جس نے پہلے پیدا کیا اوس پر دوبارہ اٹھانا کیا مشکل ہے ان آیات میں جواب ہے عقبے کا کہ اہل اسلام کہتے ہیں کہ جسم کے ساتھ اوٹھائے جائیں گے یا اور جسم میں انکی تشریح دوسرے حصہ میں بیان کروں گا۔ کہ جسم کے ساتھ اٹھایا جاوے گا حشر روح کی نسبت بہت انسب ہے فرمایا ہمنے انسان کو پیدا کیا اچھے انداز پر اگر اوروں سے مقابلہ کرو اونٹ سے گھوڑے سے جسمانی حالت ایسی ہے روحانی صفات میں مقابلہ کرو تو اوس میں نہیں ہے افسوس یہ ہے کہ وہ اپنے آپکو گرا دیتا ہے وہ جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ تمام بنی آدم کو ہمنے بزرگی دی اور مخلوقات میں ایسے اسباب پیدا کر دیے جو انکی خدمت میں لگی ہیں مثلاً گھوڑے ہاتھی نباتات بھی کہ انکی کشتیاں بناتے ہیں جہاز بناتے ہیں بزرگی دی ہے خاصکر انسانوں کو ایک دوسرے پر بزرگی دی ہے کوئی اچھا ہے کوئی برا کوئی دولتمند ہے کوئی فقیر ہے کوئی ظالم ہے کوئی عادل ہے کوئی خوبصورت ہے کوئی بدصورت یہ اسواسطے کہ کون شکر گذار ہے۔ اور کون ناشکر گذار۔ یہ جو سوال ہے ایک بڑا دولتمند ہے ایک غریب ہے ایک نالم ہے ایک عالم اسکی نظیر حیوانات اور نباتات میں بھی ہے اسکی تشریح حیوانات نباتات کے بیان میں کروں گا جو نوع۔ قسم اور جنس میں جنہیں انگریزی والی کیا کہتے ہیں۔ دیکھو شہد کی مکھی ایک قوم ہے انمیں ایک کو بڑا ہے خدا نے اوسے بزرگی دی ہے وہ کیا کیا سلطنت کرتی ہے اور دوسری مکھیاں اسکی عزت کرتی ہیں یہ قانون بتلاتا ہے کہ تمہارے قویٰ مختلف ہیں جسمانی بھی روحانی بھی کوئی یہ سوال نہ کریگا۔ میری دوسری تقریر میں کہ کیوں یہ نبی ہے کیوں یہ افضل ہے اسکا جواب ہے جسکو چاہتا ہے چن لیتا ہے امتیاز بخشتا ہے خدا کا یہ فعل ہرگز سوال نہیں ہو سکتا اگر یہ سوال کرو گے میں اسکا جواب دینے کو طیار ہوں تم اسپر کوئی سوال نہیں کر سکتے تم سے اللہ پوچھے گا۔

پھر فرمایا ہمنے تمہیں دنیا میں قدرت اور مقدرت دی اور ایسے اسباب بنا دیے جن سے تم اپنی زندگی بسر کرو جنکو گذارا کہتے ہیں نہیں سوچتے کہ کیوں ایسے اسباب دیے اگر سوچیں تو فکر میں لگ جائیں کہ اللہ کن باتوں میں خوش ہے۔

تم نے کیا سمجھ لیا ہے تمکو یونہی بیکار پیدا کیا ہے تم سے کچھ کام نہیں لینا یا ارادہ کیا ہے؟ مگر الو ہے کا بیکار پڑا ہو تم کہو گے کاری سے ٹوٹ گیا۔ ایک گھڑی ہے اسکا چکر ہے سوئی دیکھکر کہو گے۔ کہ دیکھنے کے واسطے ہے۔ چکر چلانے کے لیے وہاں تو کہدو گے۔ اور انسان جو روحانی اور جسمانی قوتوں کا مجموعہ ہے۔ اس سے کچھ کام نہ لیا جاوے اور کوئی نتیجہ نہ ہو اور تم سے اسکا بدلہ نہ لیا جاوے۔ اس خیال سے اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے کہ ہم سے کوئی کام نہیں لینا۔ تم سے تمہاری قوتوں سے کام لینا ہے۔ کیا کام؟ اے لوگو سنو اللہ فرماتا ہے کہ میں نے تمام بنی نوع انسان کو اور ایک اور مخلوقات کو جسکو جن کہتے ہیں عبادت کے لیے پیدا کیا ہے جن کی تشریح میں اسی مجلس میں بیان کرونگا۔ اور پیچھے بتلاؤنگا کہ اون کا وجود ممکن ہے۔ میں اختلافی مسائل کے لیے نہیں کھڑا ہوا بلکہ اتفاقی مسائل کے لیے تاکہ مجھے ثواب ہو۔ پھر کہا میں ہوں رازق رزق دینے والا اس سے کیا مقصود ہے کہ ہاتھ جوڑ کر مسجد یا ٹھاکر دوارہ میں بیٹھ جاؤ۔ میں نے تمکو پیدا کیا ہے عبادت کے لیے یہ ان کا ذریعہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اسی میں لگ جاؤ ہم مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ نماز پڑھو تو کہتے ہیں کہاں سے کھائیں کہاں سے اللہ اکبر کماؤ لیکن اول فرض کو پورا کرو۔ کہ بعد عبادات کے طلب حلال بھی فرض ہے۔ یہ بھی ایک ڈیوٹی ہے۔ ہماری ذمہ اگرچہ

روزی کسب پر نہیں ہے

بانداں آنچناں روزی رساند　　　　کہ دانا اندر آں حیراں بماند

میں کیا مثالیں پیش کروں۔ جتنے بیچنے والے لکھ پتی ہو گئے۔ عبادت کو مقدم رکھو اور کسب کو پیچھے۔ تم کیوں پیدا کیے گئے ہو اللہ کو ایک امانت سپرد کرنی ہے۔ تم نوکر ہو وفادار نوکر بنو۔ دیکھو اور غور کرو اپنی فطرت میں۔ میں انگریزی لفظ بولتا ہوں اپنے نیچر میں اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے اپنی امانت کو یعنی اخلاق کا علم عبادت کا حکم نیک بد کام کرنے کا حکم پیش کیا۔ زمینوں اور آسمانوں پر عرض کیا اونہوں نے کہا کہ ہماری قوای ہی ایسے نہیں۔ ایک یہ معنے بھی ہیں اللہ بہتر جانتا ہے کہ حالی گفتگو تھی۔ انکی حالت نے کہا کہ اے اللہ ہم میں مادہ ہی نہیں۔ فطرت انسان بولی کہ ہم اوٹھائیں گے کیونکہ ہمارے اندر ظلم کی بھی طاقت ہے۔ اور جہل کی بھی طاقت ہے۔

کون چیز منع ہے کون اخلاق کو بگاڑنے والی ہے۔ کیا جہل کی طاقت ہے۔ کیا عدل کی طاقت ہے ظلم کی طاقت ہے۔ جیسے سوئی جو سینے کے واسطے ہو جگر چلانے کے لیئے ہے۔ کل کام میں ترتیب کا خیال رکھو۔ کہ کون مقدم ڈیوٹی ہے کون دوسرے درجہ کی ڈیوٹی

اس امانت کو اوٹھانے والے ممتاز ہو گئے اور تم میں سے پورے درجہ کو ادا کرنیوالے بھی ہیں ایسے بھی ہیں جو قاصر ہیں وہ چور ہو گئے۔ اور ایسی جماعت بھی ہے جو پورے طور پر ادا کرنے والی ہے۔ اور وہ رسول ہیں خواہ یورپ کے ہوں یا افریقہ کے یا امریکہ کے ہوں انکی تشریح میں آگے چلکر بیان کروں گا۔ وہی یہ امانت اٹھانیوالے تھے۔ اور جو نادان تھے وہ گھبرا گئے۔ اور کہنے لگے ارے میاں یہ تو ہمارے جیسا ہی کھاتا ہے اور پیتا ہے اور بولتا ہے اگر تم اسکا کہنا مانو گے تو گھاٹے میں رہو نگے۔ اپنے جیسے انسان کی تابعداری کرتے ہو؟

اللہ جل شانہ نے انکو امتیاز بھی بخشا ہے۔ پھر بھی ان میں فروتنی ہے وہ آتی اسی لیے ہیں جب لوگوں نے کہا کہ تم بشر ہو اونہوں نے کہا کہ ہاں ہم کھاتے بھی ہیں مگر اللہ جس پر چاہے خاص فضل کرے ہمکو ایک خاص خطاب ہوا ہے۔ ہم پر ایک انعام ہوا ہے۔ ہمکو دل ایسے دیے ہیں۔ اخلاق ایسے دیے ہیں۔ اور ان میں ایک اور بھی خاصیت تھی جسکو میں پیچھے بیان کرونگا یعنی معجزہ مگر پھر بھی انہوں نے کبھی دعویٰ کرنے کے لیے نہیں کہا۔ تم جو کہتے ہو نشان دکھاؤ ظاہر تو کہتے ہیں ہمارا ذاتی اختیار کچھ نہیں ہے۔ جسوقت اللہ چاہتا ہے۔ بیشک نشان بھی دیے گئے ہیں۔ مگر ہمارے اختیار میں نہیں کہ جب چاہیں تھیلے میں سے دکھا دیں۔ فرمایا اے رسول تم بھی امانت داروں میں ہو جو اول درجہ کے امانت داروں میں ہیں۔ ان لوگوں کو جو آپکے وقت مخالف تھے فرمایا انکو کہدے کہ تیری طرف ہم نے ایسی وحی بھیجی ہے جیسے نوح کی طرف نوح پہلے نبی تھے۔ آدم بھی نبی تھا۔ شیث بھی نبی تھے۔ مگر ان کو مخالفوں کی وجہ سے کہا۔ جیسا نوح۔ ابراہیم۔ اسمعیل۔ اسحاق۔ سلیمان۔ داؤد۔ اور انکی اولاد کو یعنے عرب کے لوگوں کو انہیں کا نام بتایا جنکو وہ جانتے تھے۔ اگر انکو ہندوستان کے کسی نبی کا نام بتلایا جاتا۔ کیونکر پہچانتے اسکی بابت کہدیا۔ بہت رسول ہیں جنکے انکا ذکر تجھ سے کیا اور بہت ہیں جنکا ذکر نہیں کیا۔

فرمایا کہ رسول تو ایسا ہے جیسے وہ رسول تھے۔ اور دین تو ایسا لیکر آیا ہے جو ابراہیم۔ موسے۔ انبیاء علیہم السلام کو دیا تھا۔ پھوٹ نہ ڈالو خدا کو یہ ناگوار ہے۔ اللہ جسکو چاہے چن لے۔ جسکو چاہے دکھائے۔ جسکو چاہے چن لے دوسری آیت فرمائی اسی مضمون کی۔ بعض بعض امور ایسے ہیں کہ جن میں خاص خاص طریق بھی ہیں۔ اور خاص خاص رہیں ہیں ایک وقت ضرورت تھی ایک حکم کی دوسرے وقت دوسرے کی پیغمبر صاحب فرماتے ہیں ساری نبی ایسے ہیں جیسے سوتیلے بھائی سبکا باپ ایک ہے اسکی تشریح اپنے دوسرے بیان میں کرونگا انکو کہدے میں انوکھا رسول نہیں۔ کیا معنے کہ کیا رسول پہلے نہیں ہوئے: پہلے بھی ہو گئے اور ایک یہ کہ دین بھی پہلا ہے۔ اگر اختلاف ہے تو فروعات میں۔ اصول ایک ہی ہے ہم کسی قوم پر عذاب نہیں کرتے جب تک ان میں رسول نہ بھیجیں اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک قوم میں ڈرانے والے آئے تو یہ بھی ایک ڈرانے والا ہے۔ تو ایک اللہ کی طرف سے ڈرسنا نیوالا ہے جو نہ مانے گا اسے عذاب ہوگا اور جس نے مانا اسکو بشارت ہے۔ میں ایک مثال بھی دیدوں میں یقیناً نہیں کہہ سکتا۔ میں نے ایک کتاب دیکھی ہے مظہر جان جاناں کے معمولات کی۔ اس میں ایک خواب لکھا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ رام اور کرشن بھی نبی تھے خواب بھی ایک علم ہے علم الٰہی میں سے خواب کے کئی قسم ہوتے ہیں ایک خواب ہوتا ہے خیال کا جو کام دن کو کریں وہی نظر آتے ہیں۔ کہیں سودے رہی ہیں۔ کہیں سیر کر رہے ہیں۔ ایک خواب ہوتا ہے اخلاط کی اثر صفرا وغیرہ کا اثر صفرادی آدمی آگ ہی دیکھتا ہے اسکو غلطی خوابیں کہتے ہیں۔ اخلاقی خواب جو انسان میں خلقی طاقتیں ہوتی ہیں یہ غصہ۔ رحم آپنے دشمنوں کو پیار کرنا یا انپر رحم کرنا یہ طاقت ان میں ہوتی ہے جو امانت کو اول درجہ کے اوٹھانے والے ہوتے ہیں۔ اللہ اکبر۔ وہ انکو ماریں اور وہ مارنے والوں کے حق میں دعا کریں۔ وہ ادمی جنکے ایسے اخلاق ہیں غصہ والے کو تو شیر نظر آتے ہیں شیر کیا ہے حضرت آپ ہی ہیں جو درندگی کی صفت تھی وہ بھی ہے + الٰہی تو وہ کیا ہے اللہ تعالےٰ بندے کے دنیا کا تعلق ہے اوس میں نہ اخلاق کو دخل ہے۔ نہ اخلاط کو۔ کوئی فرد بشر نہ ہوگا جس نے سچی خواب نہ دیکھی ہو کوئی ہو دہریہ ہو۔ لامذہب ہو سب کو سب بالضرور کوئی سچی خواب آجاتی ہے۔ خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے ایسے چھیالیس حصہ اور ہوں تو نبوت ہو۔

سنو اے مسلمانان میں تمکو کہتا ہوں کہ جو خواب نبی کا ہو وہ تو وحی ہے۔ کیونکہ شیطان ان پر قادر نہیں۔ نبیوں کے بعد جو اور لوگ انکی امانت دار نہیں انکی خواب سند نہیں ہے۔ مثلاً اگر کبھی ایسے خواب کسیکو آجاوے کہ نماز معاف ہو گئی ہے۔ اسکو نہ مانو تمکو جب خواب آوے قرآن کریم کی طرف دوڑو۔ اگر موافق ہے تو الحمد للہ مبشرات ہیں شیطانی وسوسہ نہیں۔ شیطان بھی تو ایک چیز ہے صاحبان خواب جو دیکھا رام اور کرشن انہیں سے کسیکو دیکھا کہ وہ آگ میں ہے معلوم ہوا کہ وہ معرفت الٰہی کی آگ تھی۔ چونکہ قرآن میں نہیں بتلایا گیا۔ اسلیے یقین نہیں ہے۔ جو رسول نہیں بتلایا گیا وہ ہمارا ایمان نہیں۔ اور یہ جو تم کہو کہ ویدوں اور شاستروں میں فرق ہے۔ ممکن ہے کہ کسی اور کے ہوں۔ میں اپنے ہی گھر میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں ایسی باتیں ہیں جو قرآن نے نہیں بتلائیں۔ ہمارا قرآن بتلاتا ہے کہ ہر قوم میں نذیر گذرا۔

اگرچہ میرا دعویٰ بڑا وسیع ہے میں نبیوں کی تائید میں کھڑا ہوں لیکن میں عملاً ایک نبی کا پیرو ہوں اُن کی تائید کروں گا۔ جو پیچھے ہونگے سب کی تائید ہوگی۔ نبوت کا ذکر کرتے ہوئے قرآن نے یوں فرمایا ہے کہ کہدے ان سے اے میرے بھائیو میری حالت کو دیکھو۔ تم میں میں نے عمر کاٹی چالیس سال جب ہوئے اسوقت دعویٰ کیا کہ میں نبی ہوں مجھے اللہ نے پیغام بھیجا ہے یہ کام کرو یہ کام نہ کرو۔ عمر تم میں کاٹی کبھی قرآن پڑھا؟ اور کوئی امتیاز چاہا؟ جب عمر کاٹی اور امتیاز نہ چاہا تو کیا اب جھوٹ بولتا ہوں۔ اے رسول ہم جانتے ہیں کہ تجھے بڑا غم ہوتا ہے اس بات سے کہ جب کہتے ہیں جھوٹا ہے فریبی ہے اے رسول ہم جانتے ہیں یہ تجھے جھوٹا نہیں کہتے یہ مجھے کہتے ہیں ایک شخص بڑا سیانا اور سخت جاہل تھا اسلیے اسے ابوجہل جہالت کا باپ کہا گیا۔ یہ ٹائیٹل اسے قیامت تک ملگیا۔ اسنے کہا اے محمد ہم تجھے جھوٹا نہیں کہتے بلکہ تو جو لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے یہ جھوٹ کہتا ہے دلیل دیکھو کہ وہ ایک ساری دنیا کو کیونکر سنبھال لیگا۔ اے رسول تجھے جھوٹا نہیں کہتے مجھے کہتے ہیں۔ تو غم کیوں کرتا ہے فرمایا وہ کہتے ہیں جو منکر ہیں رسول کے یہ جھوٹ بولتا ہے کہ یہ کتاب لیکر آیا ہے کہا کہ یہ بناتا ہے اور دوسری قومیں اسکی مدد کرتی ہیں کہ یہودی جو آپکے زمانے میں تھے۔ وہ کہانیں ثمود کی بتلاتے ہیں اور یہ بناتا ہے۔ پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ کہانیں سنتی ہیں۔ رات دن یاد کرکے سنا دیتا ہے۔ + کوئی جواب دی البتہ ٹھیک میری تفصیل سن لے جو دوسرے حصہ کے متعلق ہے۔ یہ عام حصہ ہے سب نبوتوں کے نیچے۔ غور تو کرو جو قرآن لایا ہے اس میں کیا صرف قصے ہی ہیں۔ اے مسلمانان۔ اور اے ہماری غیر قوم کے برادران قرآن میں پانچ علوم ہیں (۱) علم توحید (۲) ایک حصہ احکام کا یہ کرنا اور یہ نہ کرنا اخلاق کا معاملات کے متعلق برادری کے متعلق حکومت کے متعلق میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اب بیان کروں تو بہت ہی مشکل ہو۔ میرا رسالہ اشاعت سنہ ہے اگر شوق رکھتے ہو خود دیکھ لو (۳) وعدہ اور وعید۔ اسی میری تقریر میں آئیگا کہ رسول کا چیلنج کیا لازم ہے (۴) امثال۔ مثالیں۔ کہاوتیں (۵) قصص۔ پیشینگوئیاں۔

قرآن نے اپنے ثبوت میں ... نے سامنے پیش کیا کہ جو پہر جاتا ہے اسکے دو معنے ہیں۔ ایک تو دوسرے معنے میں ایک شخص رات کو روزہ ہو۔ مثال دیتا ہوں کہ روزہ میں حکم تھا کہ رات کو صحبت نہ کرو۔ ایک شخص رات کو [illegible] اور اُس کے ساز کو بتایا اونہیں تو ... مان گیا جیسے کسی سے تبدیلی ... ہر ایک معنے ہیں جو نشے بیچ طلب ہیں جو دیر میں سمجھ میں آئینگے اور وہ یہ کہ قرآن تا ہر ایک حکم پر رکھتا ہے۔ میں نالائق ہوں پھر بھی میں سمجھتا ہوں سوال کرتے ہیں کہ وضو کرنے میں منہ ہاتھ دھونے میں جو انگلی جاوے تو وضو کرتے ہیں پیشاب پاخانہ سے غسل نہیں۔ منی نکلنے سے غسل کرتے ہیں میں حاضر ہوں مجھ سے پوچھو۔ میں بتلاؤنگا۔ میرے گھر آؤ اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس جلسہ کے لیے نہ میری آرزو تھی اور نہ مجھے خبر تھی مجھے اپنے گھر والوں میں بلاوا۔ اور میں جانے کو تیار ہوں ... برہمنوں کے مندروں میں بھی۔ میری عمر اسیطرح گذری ہے۔ مجھے نوکری کی ضرورت نہیں۔ قرآن کے احکام میں اسرار ہیں باوجود لائق ہونے کے بتاؤنگا ایسے بعض احکام ہیں جیسے ... بہنچاتا ہے۔ جنکو عقل نہیں پہونچ سکتی مثلاً خدا کی ذات خدا کی ارادات مرضیات۔

اس قرآن کو اس خدا نے بھیجا ہے ... اسرار کو جانتا ہے جسکو کوئی انسانی عقل نہیں پہونچ سکتی۔ یہودیوں نے نہیں سکھایا۔ یہ بڑا افترا ... جھوٹ ہے۔ اے رسول ہم یہ جانتے ہیں۔

آپ ایک نصرانی لوہار کے پاس جاتے تھے جب ... تھی اگر کہیں کہ قرآن انہوں نے سکھایا تو وہ قرآن ہے کہ جو عربی ہے جسکی فصاحت ظاہر ظاہر ہے اور وہ تو عجمی ہے۔ وہ تو جانتا ہی نہیں۔ پھر تم کہو کہ خود بنایا یا مضمون سیکھ کر عربی کر لیا۔ فرمایا تو تو کبھی لکھا نہیں جانتا تھا الحمد للہ کہ مخالفوں کی شہادت بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمی ہونے پر ہے جو آپ سراسر پر فاش نہیں کی۔ نہ تو آپنے کبھی لکھا نہ پڑھا۔ نہ شعر پڑھا۔ نہ لکچر دیا۔ ایک دفعہ کمیٹی بیٹھی کہ رسول کے گرد سے لوگوں کو کیونکر ہٹائیں کوئی کہتا ہے کہ جادوگر ہے کوئی کہتا ہے پاگل ہے کوئی کہتا ہے شاعر ہے کہنے لگے ساری عمر میں جھوٹ نہیں کی جادوگر کیونکر ہوا دیوانہ کیونکر ہوا کہ اوس نے کسیکو کچھ نہیں کیا۔ آپ کا نام امین تھا۔ فیصلے نبوت سے پہلے لائے جاتے تھے اور لوگ کہا کہتے تھے جو گالی نہ دے اور اُن نہ کہے وہ دیوانہ ہو؟ شاعر کہدو۔ شاعر کیونکر کہیں قرآن دیکھ لو آخر کار کمیٹی نے کہا کہ کوئی بات نہیں بنتی ایک بات بنے گی۔ تاثیر جادو کی ہے۔ ہاتھ میں ہاتھ رکھا گھر بار چھوٹ گیا۔ خدا کی طرف سے اس قسم کی نظم اور عبارت نہیں بنائی الفاظ کی جاتی ہے اپنے پاس سے نہیں لاتا یہ تو شاعر بھی نہیں خطیب بھی نہیں۔

فرمایا کہتے ہیں کہ بناوٹ ہے۔ کہدو کہ سورتیں بنا کر دکھا دو۔ سورت ٹکڑہ کو کہتے ہیں جیسے انا اعطینٰک ... الخ دس سورتیں لاؤ دس نہیں۔ ایک ہی لاؤ۔ اے بھائیو تم ہو ہندو۔ مسلمان جو ہیں وہ بھی کم مذاق رکھتے ہیں۔ سمجھ میں کیونکر آوے تمام انسان جمع ہو جاویں بلکہ ایک اور مخلوقات یعنی جن۔ تم نہیں جانتے پھر بھی سب بات پر اتفاق کریں کہ ملکر بنا دیں۔ کیسے ہی جوش میں آجاویں نہ بنا سکیں۔ ساری ملجاؤ نہ بنا سکو گے۔

ایک موٹی بات کہتا ہوں۔ ایک گھڑی ہے۔ تم نہیں جانتے کہ اچھی ہے یا بُری۔ سو روپیہ اسکی قیمت کہدی جاوے۔ تم جاؤگے واچ میکر کے پاس۔ جوہری کے پاس اس گھڑی کے لیے عرب اور عجم یعنی گونگ وہ دوسروں کو سمجھتے تھے کہ بول ہی نہیں سکتے۔ جب قرآن نے عام اشتہار دیدیا تو چاہیے تھا کہ سب کے سب ملکر بنا دیتے اگرچہ چھاپے خانے نہ تھے مگر پھر بھی مشہور ہو جاتے اسوقت آریہ عیسائی مخالف ہیں کوئی بھی نہیں جو یہ دکھلا دے کہ فلاں وقت قرآن بنایا گیا۔

وہ رسول جسکی دوسرے حصہ میں بحث ہوگی۔ جسکا اس حصہ سے تعلق ہے وہ ہمارا نہیں آیا ہے جسکو عقل نہیں پہونچتی۔ اللہ اکبر۔

کوئی سوال کرے ایسے آدمی جو اچھی باتیں سکھائیں وہ نبی ہوتے ہیں نہیں نبی نہیں ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں جو عام عقلمندوں کو نہیں آتیں مثلاً ان اسرار میں سے ایک خدا کی ہستی ہے۔ جہاں ہماری حواس نہیں پہونچتے خدا کو کسی نے نہیں دیکھا۔ اس کان نے کبھی اوسکی آواز نہیں سنی ایسے کاموں کے لیے اللہ تعالےٰ نے نبی پیدا کیے ہیں وہ اور علیحدہ اللہ کو دیکھتے اور اسکے ساتھ بولتے اور اسکی باتیں سنتے ہیں۔ اگر کوئی عقلمند سمجھاتا تو تشبیہ سے سمجھاتا عالم کس طرح سمجھتے۔ اگر تشبیہ کے پیرایہ میں سمجھایا جاوے تو بہت بڑی خرابی ہوتی۔ پھر ہمارے جیسا ہوا جیسا میں نے پہلے کہا کہ اگر اُسے ہمارے جیسا خالق کہا جاوے کہ مادہ اور ہتھیار کی ضرورت ہے۔ اوس ہادی اور رسول نے تو سمجھایا ہے اسی تشبیہ کے ساتھ جو انسان میں ہوتی ہیں۔ الرحمٰن علی العرش استویٰ وہ آنکھ والا ہے اور کان والا ہے اسکے دونوں ہاتھ کھلے ہیں لیکن کہا اسکی مانند کوئی چیز نہیں۔ جو لفظ کہیں گے وہ تمہاری ضرورت کے موافق سمجھائیں گے۔ ہر چیز کے لیے ایک ہوتی ہے حقیقت۔ اصلیت مبدء ایک ہوتا ہے نتیجہ مثلاً ہاتھ۔ ہاتھ کی اصلیت تو ہے ہڈی گوشت وغیرہ۔ نتیجہ ہاتھ سے دینا پکڑنا وغیرہ۔ یہ فرمایا کہ اسکی نسبت یہ لفظ ہم نے بولے ہیں لیکن انکی حقیقت مراد نہیں تمہارے ساتھ مشابہت حقائق اور اصلیت میں نہیں ہے جو تمہارے دل میں تصور گذرے کہ خدا کا ہاتھ ایسا ہے اسکی حقیقت اوس سے بڑھکر ہے۔ خدا کا ہاتھ ایسا ہے جس نے آدم کو بنایا اسکی بنائی ہوئی دنیا ہے۔ غرض فعلوں میں مشابہت رکھتا ہے حقائق میں نہیں دیکھو خدا کی ہستی کو کیونکر سمجھایا۔ لیس کمثلہ شیء یعنے اسکی مثل کوئی چیز نہیں۔ فعل میں ملتی ہے لیکن حقیقت میں نہیں ملتا۔ یہ اسکی ذات کا سمجھانا ہے۔ یہ اسکی ہستی کا سمجھانا ہے یہ ماننا ہی چاہیں نہیں کہ خدا ہے بلکہ اسکی توحید کے ساتھ ماننا چاہیے اسکا کوئی شریک نہیں۔ مکہ کے لوگ جو حضرت کے مخاطب اور مخالف تھے وہ ان اوہام میں مبتلا تھے انکو سمجھایا ہے کہ خدا ایک ہے۔ سورج بھی ایک ہے۔ ایک کا مصداق ہونا کوئی بڑی بات نہیں۔ کیونکہ ایک ہے اسکا سا وجود دوسرا نہیں۔ اس توحید کے بعد اسکی صفات کو مانتا ہے کہ وہ اپنی صفات میں بھی وحدہ لاشریک ہے

تیسرا وہ اپنی تعظیم کے استحقاق میں فرد ہے اسکو بولتے ہیں توحید ذات۔ توحید صفات۔ توحید استحقاق عبادات۔

کہا کہ خدا کو ایک مانے ہو گو باذات اسکی الگ ہے۔ سورج ایک ہے۔ تارا بھی ایک ہے۔ سورج جب چھپ جاتا ہے تاری روشنی دینے میں کمی بیشی کا فرق ہوا ہے اسکو رب مانو کہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ تک رہیگا۔ کبھی اسکی ابتدا نہیں ہے وہ سب کچھ کرتا ہے۔ مگر ہماری طرح نہیں۔ یہ توحید ذات و صفات تیسرا ایک تعظیم بادشاہ کی ایک نائب کی اسی طرح درجہ بدرجہ اسکی تعظیم ایسی ہو جو کسی کی نہ ہو۔ یہ تین توحید سکھلائی ہیں اسکے بعد اخلاق۔ اس قسم کے اخلاق سکھائے ہیں نمونہ بنکر جب تک خود آدمی آپ نہ کرے لوگ پیروی نہیں کرتے جن آدمیوں نے انکے خون بہا دیے ان کے لیے دعائیں کیں۔ اے اللہ انکو معاف کردے یہ مجھے جانتے نہیں۔

خدا تعالیٰ قرآن میں حکم کرتا ہے عدل اور احسان کا عدل کے معنے ہیں برابر برابر کرنا۔ ترازو کی دونوں پلڑے برابر کرنا کسیکا کچھ نہ رکھنا۔ اسکے ساتھ احسان بھی کرو۔ دینا ہے ایک دیدو سوا دیدو یہ نہ کرو کہ دینا سود ہے یہ جائز نہیں اسکے بعد قرابت داروں پر احسان کرو۔ ایک تو ساری قرابت داریں دوسرے خاص قرابت داروں کے علاوہ ہمسایوں تک بھی احسان کرنے کا حکم دیا۔ کہا کہ جنے توحید اللہ کی تمیز کرو۔ کوئی ایسا استحقاق تمیز نہیں رکھتا۔ پھر ماں باپ پھر ہمسایہ۔ ایک مسلمان ہے اسکا ہمسایہ غیر مذہب ہے اوسکے ساتھ بھی احسان کرو۔ ایک حدیث میں ذکر ہے عبد اللہ بن عمر فاروق کا۔ انکے گھر میں بکری ذبح ہوئی تو پوچھا کہ فلاں نے یہودی کے گھر گوشت بھیجا ہے؟ وہ انکا ہمسایہ تھا۔

ہمارے پیغمبر نے ... فرمایا کہ تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ کنبہ کے معنے ... جیسا بیٹی ... پرورش کریں۔ اللہ کو وہ بہت پیارا ہے جو اللہ کی مخلوق سے ... مسلمانوں پر جنہوں نے ... جہاد ہے مگر وہ ... فرمایا وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین اور ... جو تم سے لڑیں۔ اور زیادتی مت کرو جو تم سے نہ لڑیں ان سے مت لڑو۔ ایسا ہی حکم ہے کہ جو ... صومعوں میں رہتے ہوں ان کو نہ مارو جب پادری اور پنڈت چھوڑ دیے گئے پھر ... نمازی مسلمان جبراً بنانا مقصود نہ تھا۔ کیا تو جبر کرنے والا ہے۔ یہ آپ کو فرمایا۔ لا اکراہ فی الدین دین پر سختی نہیں منوانا۔ گمراہی بھی ظاہر ہو گئی ہدایت بھی ظاہر ہو گئی۔ کیا واقعہ تھا نبی اسرائیل میں ... جس عورت کا بچہ مر جاتا وہ منت مانتی تھی کہ وہ اگر جیتا رہے تو اسے یہودی سا بنائیں گے ... یہودی کہتے تھے کہ ہمارے ساتھ جائیگا اور والدین نہیں جانے دیتے تھے لیکن یہاں جبر نہیں ... جبر اور قتل کے لیے نہیں رحم کے لیے ہے۔ رسول اللہ فرماتے ہیں زمین والوں پر رحم کرو ... رحم کرے گا۔ ... خدمت کرونگا ... دو نگا بشرطیکہ مذہب کے خلاف نہ ہو۔ یہ نقل ہے مسلمان فائدہ اوٹھائیں گے۔ جب آپ طائف میں گئے۔ لوگوں نے ... دیوار میں دھکیل دیا۔ ہوش آیا تو فرشتہ نظر آیا۔ اوسنے کہا اللہ نے سلام بھیجا ہے کہ اگر حکم دو تو میں پہاڑوں کو ہٹا کر مکہ پر رکھدوں۔ اگر دوسرے وقت ملا تو یہ بتا دوں گا کہ یہ ہونہار امر ہے اور ممکن ہے۔ فرشتہ بھی ہوتا ہے۔ پہاڑ بھی اوٹھ سکتا ہے اور یہ بھی ثابت کروں گا کہ یہ نیچر کے خلاف نہیں۔ دلکا امتحان کرو کہ دل کیسا ہے فرشتہ کہتا ہے کچل دوں آپ کہتے ہیں نہیں نہیں۔ یہ اخلاق اور رحم ہے

دیکھو روز حشر کیسے سمجھایا روز حشر ہے روز جزا ہے روز موت ہے۔ بدلہ چار قسم کا ہے دو تو ایسے ہیں کہ سب مان جائیں گے اور ایک ایسا ہے جسکو مذاہب والے مانتے ہیں اور چوتھا ماننا پڑے گا۔ انسان کی فطرت انکے قوای اور نیچر بتلاتی ہے کہ انسان زہر کھالے تو مر جاتا ہے پرندگھاس کھائے مر جائیگا اس کو جانتے ہیں اور سب مانتے ہیں کہ جب نیچر کے خلاف کریگا مر یگا۔ بہت کھائیگا درد ہوگا۔ یہ پہلا بدلہ ہے انسان میں دو قوتیں ہیں ایک جسمانی اور ایک قوت روحانی ہے جسکو نکیت بھی کہتے ہیں روحانی قوت کے اثر کا نام اخلاق ہے۔ پہلا نیچر طبعی ہے دوسرا اخلاقی ہے ہر ایک شخص مان لیگا کہ سچ ہے جب کوئی کام ہم خلاف اخلاق کرتے ہیں تو طبیعت میں انفعال پیدا ہوتا ہے اگر ایک معصوم بچہ کو مار دے تو خواہ مخواہ افسوس ہوگا یہ دوسرا بدلہ ہے یہاں الحمد للہ ایسے آدمی نہیں ہیں جو کہتے ہیں کہ نیکی بدی کوئی چیز نہیں۔ یہ حیوانات میں بھی ہے۔ کتا اور گھوڑے بھی سونگھکر بُری چیز چھوڑ دیتے ہیں جب حیوانی چیز میں اتنا موجود ہے تو کیا روحانی میں اتنا بھی نہیں۔ اگر یہ تعلیم کا ہی باعث ہو تو مت ہی تعلیم دو۔ ... کا حکم بھی نہ مجسٹریٹ کے پیش ہوا نہ گواہ گذرے مگر دل مانتا ہے ایک اور عالم ہے جو اس عالم سے جدا ہے تیسرے بدلہ کی مثال بھی اسی عالم میں ہے مثلاً ایک شخص بُرا کرتا ہے دنیا والے اُسے بُرا کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جب کوئی آدمی اچھا کام کرتا ہے تو اللہ کہدیتا ہے کہ یہ ہمارا دوست ہے تم دوست رکھو اسیطرح جب تین بدلے مان لیتے ہو تو پھر چوتھا بھی مان لو دعا کرو فقط

دیہ لوگ صاحب روحانی ہیں پورے ہیں۔

میں اسوقت جملہ مذاہب کا وکیل نہیں ہوں وکیل اسلام کا ہوں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے دکھادونگا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم خطا سے خالی ہے۔ میں نے ایک رسالہ عصمت الانبیا لکھا ہے جس میں لکھا ہے کہ کسی نبی نے خطا نہیں کی۔ میں نے ہزار روپیہ کا اشتہار دیا ہے کہ جو خطا حضرت محمد صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثابت کرے ایسی خطا کہ جس پر آپ قائم رہے ہوں۔ میں ہزار روپیہ دونگا۔ ہاں لغزش اس میں داخل نہیں ایسی خطا جس پر قائم ہوں ثابت کرنا۔

ایک تو یہ جواب ہے حاصل اسکا یہ ہے کہ جہاں کہیں قواعد اخلاق میں صحت ہے وہ الہامی یا نبی غلطی انسانی اس یا انسانی غلطی کے دور کرنے کے لیے نبی آئے دوسرا جواب یہ ہے کہ بعض امور تک انسانی عقل نہیں پہونچتی۔ بعض جگہ بالواسطہ شاگردی سے عقل نے سیکھا ہے۔ لیکن بعض امور میں عقل نہیں پہونچتی۔ اوسے ضرور شاگردی کرنی پڑی ہے اور اس میں کل عقل انسانی اوس کام کو نہیں پہونچتے ہیں۔ وہ کیا۔ میں بتا چکا ہوں انسان کی روحانی صفت جسکا تعلق خدا سے ہے اس تعلق سے اسکو خدا کی ہستی کا خیال پیدا ہوتا ہے کہ خدا ہونا چاہیے دوسرا خیال اوس کی صفات کے متعلق اور تیسرا اسکے ارادہ اور مرضیات کے متعلق ہے۔

ان تین سوالوں میں سے پہلے سوال کا جواب عقل انسانی نہیں دے سکتی وہ صرف یہی بتا سکتی ہے کہ خدا ہونا چاہیے خدا ہی عقل کا کام نہیں کہ بتائے وہ مشاہدہ چاہتی ہے جیسے دہوئیں کا مشاہدہ کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آگ ہے۔ یہ وجدان آسمانی الہام سے ثابت ہوا۔ یہ انسانی عقل کا کام نہیں کہ وہ خود بتائے۔ یہ خدا کا کام ہے دوسرا سوال صفات کے متعلق اس میں بھی عقل قاصر ہے ہمارے اپنے صفات حادث ہیں۔ ہم خدا کو اپنے جیسا نہیں سمجھتے ہم کمزور اور ضعیف ہیں قویٰ کے محتاج ہیں میں نے پہلی دفعہ بیان کیا تھا کہ خدا اظہار صفات والا نہیں لیکن ایسا کچھ ہے۔ ہمارا میں مناسبت نہیں فعل میں ہے جیسے اسکا ہاتھ اور ہمارا ہاتھ۔ اور فعل خواہ مناسبت رکھیں لیکن حقیقت نہیں۔ صفات الٰہی کو بھی سمجھانا خدا ہی کا کام ہے اب رہا اسکا ارادہ یہاں بھی انسانی عقل قاصر ہے ہمارا تجربہ ہمکو کچھ نہیں کر سکتا ارادہ اپنا ہی خدا خود ہی بتلائے میں نے اسپر اپنے رسالہ میں بحث کی ہے رسالہ دکھا جاوے۔

اس جواب پر اعتراض ہوگا۔ میری غرض یہ تھی کہ ہستی صفات اور ارادہ الٰہی یہ تعلیم آسمانی ہے عقل سے نہیں اعتراض اسپر یہ ہے کہ جو نبی بتلائے وہ ٹھیک ہے۔ یہ کیونکر ہم مانیں

اسکا جواب یہ ہے کہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ہر امر کا یقین جلد کرے ذاتی مشاہدہ پر نہیں بہت چیزوں کے علوم ہم سکھانے سے حاصل کرتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ سکھلانے والے کا اہل ہونا ہم یقین کر لیں مثلاً ڈاکٹر کی مثال ہے ڈاکٹر کا سلسلہ ہا۔ ہمکا تجربہ۔ جو ڈاکٹر کہتا ہے مریض قبول کر لیتا ہے اوسکی دوائی کھاتا ہے اس سے پہوڑا وغیرہ چیر دیتا ہے اسکے علاوہ اور نظائر۔ صراف اور وکیل کی بھی ہیں۔ ایک اور شخص ہے جو مدت العمر سے راستباز اور سچا رہا ہے اگر وہ کہدے کہ فلاں جنگل میں شیر ہے اوسکو یقین کرنے والے مان لیتے ہیں دلیل کے طالب نہیں ہوتے ہم اسیطرح حال ہے روحانی حکیموں کا۔ جیسے ہم صراف حکیم یا راستباز کے قول کو یقین کر لیتے ہیں اسیطرح گذشتہ تجارب کے لحاظ سے روحانی طبیبوں کے اقوال کو بھی تسلیم کر لیتے ہیں روحانی حکیموں کو بھی دو سبیل سے جان سکتے ہیں جیسے ڈاکٹر کی بابت کہا جاتا ہے کہ ہم نے تجربہ سے دیکھا ہے ویسا ہی پہلے یہ دیکھنا ہے کہ آیا اس شخص نے کبھی جھوٹ بولا یا ہمیشہ سچا رہا اوسکی گذشتہ لائف دیکھنی چاہیے اور سننی چاہیے نہ دوستوں سے بلکہ دشمنوں سے جس سے معلوم ہو کہ یہ آدمی سچا ہے دوسرا انکی تعلیمات کو دیکھنا اور اس سے ثابت کرنا کہ یہ آدمی کیسا ہے تعلیمات بھی دو قسم کی ہیں اول یہ کہ اوس جیسے ہم نے کبھی نہ دیکھی اور ایسی عمدہ تعلیم کا کوئی نمونہ اور کہیں نہ پایا ہمکو عقل نے پہچان لیا۔ دوسرے وہ عقل نے نہیں پہچانا۔ یہی شبہ دینے والی بات ہے اسکے بھی دو حصہ ہیں حصہ اول وہ تعلیم ہے جسکو عقل نہیں پہونچی نہ وہاں تک پہونچ سکتی ہے دوسرا حصہ وہ جسکو عقل نے پہلے نہیں لیکن بعد میں پہچانا مثلاً پیشگوئی یا واقعات آئندہ کی خبر سوا اللہ تعالیٰ کی صفات اسکا ارادہ مرضیات قسم اول سے ہے اور پیشگوئی قسم دوم سے ہے اول کو عقل نہیں پہونچ سکتی دوسرے کو مان لیگی جب دوسرے کو مانا تو اول کو استدلالاً ماننا ہوگا مثال اوسکی یوں ہے اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ یعنے اگر تم اس کتاب پر شک ہو تو اسکی مثل لاؤ اور پھر فرمایا قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔

یعنے تمام جنات اور آدمی بھی اوسکی مثل نہ بنا سکیں گے اب یہ ایک پیشگوئی ہے تیرہ سو برس سے پوری ہو رہی ہے اسکے سچے ہونے پر ہم مان لیتے ہیں کہ رسول کی دوسری باتیں بھی سچی ہیں۔ ایسا ہی وہ پیشگوئی جو غلبۂ روم کے متعلق ہے رسول مکہ میں بت پرستی سے روکتے تھے اور فارس اور روم کی لڑائی میں فارس والے جیت گئے تھے لیکن اودہر پیشگوئی تھی کہ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ کہ اگرچہ رومی مغلوب ہوگئے لیکن ایک بضع سنین میں وہ غالب آجاویں گے بضع تین سے دس تک ہوتا ہے صدیق اکبر نے پیشگوئی پر شرط تین سال کی باندہ دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاں کہ شرط کو نو تک کر دی نو برس میں فارس والے مغلوب ہوگئے۔ عیسائی اعتراض کرتے ہیں کہ تجربہ سے تھا اگر تجربہ سے تحدید یعنے سال مقرر نہیں ہو سکتے۔ اسکی نظیریں اور بھی بہت ہیں مگر وقت تنگ ہے نتیجہ یہ ہے کہ بعض تعلیمات تک عقل نہیں پہونچتی اگرچہ اوسکی آزمائش بعد میں ہو۔ اور بعض تک بالکل نہیں پہونچ سکتی مثلاً اللہ تعالیٰ کو دیکھنا۔ اسی سے تو مذہب کی ضرورت ثابت ہوتی ہے عقل کی بات کو مان لینا کوئی بہادری نہیں ہر ایک مان لیتا ہے بہادری اس بات کے ماننے میں ہے کہ عقل سے بن نہ آوے۔

اللہ تعالیٰ کے احکام دو طرح کے ہیں واقعی اور شتہ عقلمند تو سب اللہ کے احکام تسلیم کر لیتے ہیں بے وقوف کہتے ہیں کہ بعض میں شبہ ہے لیکن جبکہ نبی کی بہت سی باتیں سچی نکلیں تو جن فرشتہ وغیرہ کا ماننا بھی ایسا ہی چاہیے جیسے کہ بہت لوگوں نے تسلیم کیا کہ جن وغیرہ کا ماننا ممکن ہے کیونکہ عقل کی باتوں کو صرف ماننا اچھا نہیں۔ کیونکہ ایسے آدمی صرف چند باتوں کو مانتے ہیں اور سب باتوں کو نہیں مانتے ایسا ماننا ٹھیک نہیں اس سے انسان کا ایمان بہت کمزور ہو جاتا ہے۔

جناب مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب مدرس مدرستہ تائید الاسلام امرتسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی النبی واصحابہ

صاحبان میر مجلس و دیگر حاضرین السلام علیکم و نستعینہ! اس میں شک نہیں کہ جن جن صاحبوں نے اس مقام کھڑے ہو کر اپنے اپنے بیانات سے پبلک کو فائدہ پہونچایا ہے انکا دلی منشاء صرف یہ ہے کہ جن باتوں کو وہ صحیح سمجھتے ہیں انہیں لوگوں تک پہونچائیں نہ صرف پہونچائیں بلکہ حتے المقدور اُن سے منوائیں اور اگر بغور دیکھا جائے تو ہر ایک وعظ اور لیکچرار یا دوسرے لفظوں میں ریفارمر اور مصلح بلکہ ہر ایک دنیا کے باشندہ کا یہی خیال مناسب بلکہ فرض ہے کہ جن باتوں کو وہ صحیح جانتا ہو اُن کو دوسروں تک پہونچائے بلکہ انکے منوانے کے ذرائع بھی سوچے اور انکو عمل میں لاوے۔ چونکہ میں بھی اسلام کو سچا مذہب بلکہ خدائی مذہب جانتا ہوں از حیثیت اسلامی ہی یہاں کھڑا ہوا ہوں اسلیے اگر میں اس فرض منصبی کے پورا کرنے کو اپنے کسیقدر خیالات سناؤں اور انکے پھیلانے کو زبان سے دعا کروں کہ سے

ہند کو سیطرح اسلام سے بھر دے سارا کہ نہ آوے کوئی آواز جز اللہ اللہ

تو اس دعا کرنے میں میں کسیقدر معذور بلکہ بحیثیت فرض منصبی مجبور سمجھا جانیکی امید رکھتا ہوں۔ ہاں یہ بات بلا شبہ ہے کہ ایسے بڑے مجمع میں جسمیں ہر مذہب کے علماء و فضلاء کے علاوہ دنیا کے فلاسفر اور معزز سے معزز رؤساء موجود ہوں مجھ جیسے کا کچھ بیان کرنا غالباً نادانی کا اظہار ہے۔ لیکن اس لحاظ سے کہ خدا کی دی ہوئی زبان سے کام نہ لینا گویا ایک قسم کی ناشکری ہے اسلیے مافی الضمیر کا ظاہر کر دینا شاید اس نادانی کی تلافی کر سکے۔

میں نے ان سوالات کے جوابات متصل تقریر میں دیے ہیں اگر یہ اتصال مناسب اور مرغوب نہ ہو تو میری ذاتی رائے سے قطع نظر اصل مضمون کو انتخاب قبولیت بخشیں۔

نظام عالم میں غور کرنے سے یہ نتیجہ بآسانی نکل سکتا ہے کہ دنیا کی تمام اشیاء میں ایک سلسلہ ضرور ہے وہ علاوہ اور سلسلوں کے بڑا مضبوط سلسلہ استعمال ہے یعنے یہ کہ دنیا میں بعض اشیاء بعض استعمال میں لانیوالی ہیں اور ایسا ہی اس میں شبہ نہیں کہ کل نظام عالم میں عامل اور سب دوسری چیزوں کو کام میں لانیوالا فقط انسان ہی ہے۔ کسیکو جسم کے متعلق استعمال کرتا ہے کسیکو روحانی طرز سے کام میں لاتا ہے سچ ہے خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (قرآن) غرض تمام عالم میں غور سے دیکھا جائے تو انسان ہی ایک چیز ضروری اور قابل قدر معلوم ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے انسان کو جسمانی زینتوں سے مزین ہونا منع نہیں کیا بلکہ صاف لفظوں میں فرمایا کہ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ (قرآن) تو اسے محمد دنیا سے علیحدہ ہو کر اپنے اجسام کو تکلیف میں ڈالنے والوں اور نعمت خداوندی سے محروم رہنے والوں سے کہدے کہ خدا کی اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہوئی نعمتوں سے کس نے روکا ہے۔ ایک حدیث نبوی میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ ایک شخص جناب نبیب خدا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اسکے سر کے بال بہت بکھرے ہوئے تھے آپ نے اسے بڑے زور سے صفائی جسم کی ہدایت فرمائی اور آئندہ کو ایسی حالت میں اپنے سامنے آنے سے منع فرما دیا قرآن شریف نے ایسے لوگوں پر جو مخلوق سے علیحدگی کر کے ایک طرح جسمانی تکالیف میں مبتلا ہوتے ہیں خفگی فرمائی ہے ایک حدیث نبوی میں صریح ارشاد ہے وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ (قرآن) لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ (حدیث) کہ رہبانیت اور علیحدگی اسلام کا کام نہیں اسلیے کہ قانون فطرت کے خلاف ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے تمہید میں کہہ آئے ہیں کہ فطرت نے تمام چیزیں انسان کے استعمال کو پیدا کی ہیں ہاں اسمیں شک نہیں کہ اسلام نے اس امر کو بھی ملحوظ رکھا ہے کہ جسمانی آسائش میں کہیں اخلاقی اور روحانی ترقی مسدود نہ ہو جائے عام طور پر جسمانی زیب و زینت چاہنے والوں سے کسی دوسرے پر جبر زیادتی ظلم و ستم بھی کچھ دور نہ تھے اسلیے اس فساد اور بد اخلاقی کی جڑ کاٹنے کو صاف لفظوں میں فرمایا کہ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (قرآن) خدا اگر کسیکو فضیلت اور بزرگی عنایت کرے تو اسکی آرزو مت کیا کرو۔ اور جن کو ہم نے زیب و زینت دے رکھی ہے انکی آنکھیں دراز مت کرو۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر تسلی دینے والا اور بد اخلاقی کی جڑ کاٹنے والا وہ فرمان عالی شان ہے جس میں ارشاد ہے کہ ہم ہی بانٹتے ہیں دنیا میں انکی روزی اور گذارہ۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (قرآن) اس مضمون کی تائید اور ایک حدیث نبوی میں بھی بصراحت آئی ہے جس میں فرمایا کہ تم دنیاوی حالت کے اعتبار سے اپنے سے بدتر حالت والے کو دیکھا کرو اس سے تم بد اخلاق نہ ہوگے اور خدا تعالیٰ کی نعمت کی بیقدری نہ کروگے اسلیے کہ دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں جس سے بدتر کوئی دوسرا نہ ہو۔ قرآن شریف نے ان لوگوں پر بھی خفگی کی ہے اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (قرآن) جو کسی کی نعمت خداداد سے جلتے ہیں۔ ایک جگہ قرآن میں مختصر مگر معانی سے بھرے ہوئے الفاظ میں اخلاق انسانی کا بیان کیا ہے وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا کہ سب لوگوں سے بھلی بات کہا کرو دوسرے مقام میں ارشاد ہے قُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (قرآن) کہ تو اے محمد میرے بندوں سے کہدے کہ بھلی بات کہنے کے خوگیر ہوں۔

ایک حدیث میں صاف ارشاد ہے خَيْرُكُمْ مَّنْ يُّرْجٰى خَيْرُهٗ (حدیث) کہ بہتر تم میں سے وہی ہوگا جس سے لوگوں کو نفع کی امید ہو۔

ایک حدیث نبوی میں صاف ارشاد ہے اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ اَقْرَبُهُمْ اِلَى اللّٰهِ اَنْفَعُهُمْ لِعِيَالِهٖ (حدیث) کہ دنیا کی ساری مخلوق گویا خدا کا گھرانا ہے مقرب الٰہی وہی ہوگا جو اسکے گھرانے کو زیادہ نفع پہونچائے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر جاندار کے نفع پہونچانے میں فِيْ كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ (حدیث) اسلام نے بد اخلاقیوں کی جڑ کاٹنے کو ثواب عذاب اخروی کے بیان کرنے پر ہی بس نہیں کی بلکہ حسب حال انکے لیے قوانین مقرر فرمائے اور ایک جاری کیے زانیوں شرابیوں اور چوروں کے لیے حدود مقرر کیں۔ قرآن میں صاف ارشاد ہے اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (قرآن) کہ زانی مرد اور عورت کو سو سو درہ لگاؤ۔ اور چور (مرد ہو یا عورت) کے ہاتھ کاٹ ڈالو اسی طرح شرابی وغیرہ کے لیے بھی عملی نمونے موجود ہیں۔ ایک جگہ جامع کلمات پسندیدہ میں قرآن شریف نے صاف ارشاد کیا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ کہ معافی کو اپنا شیوہ بنا اور لوگوں کو بھلے کام بتلا اور جاہلوں اور نااہلوں سے منہ پھیر۔ اسی آیت کی شرح جناب رسالت مآب سید الانبیا فخر عالم افتخار بنی آدم فداہ روحی کی زبان الہام ترجمان سے یوں ہو چکی ہے اَنْ تَصِلَ اِلٰى مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِيْ مَنْ حَرَمَكَ وَتَعْفُوْ عَمَّنْ ظَلَمَكَ (حدیث) جو تجھ سے توڑے تو اس سے جوڑ اور جو تجھے نہ دے اوسکو دے اور جو تجھ پر ظلم کرے اسے معاف کر ہاں اسلام نے اخلاق پھیلانے میں قانون قدرت اور نظام عالم۔ اور انسانی تقاضائی طبیعت تینوں کو ملحوظ رکھا ہے ان تینوں کا بیان اس آیت قرآنی میں ہے جس میں ارشاد ہے جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (قرآن) کہ برائی کا بدلہ اوسی جتنا لینا جائز ہے اور اگر معاف ہی کردو تو بہتر ہے۔ اسلیے کہ ہمیشہ کے لیے معافی کا فرض کر دینا طبیعت انسانی سے بالاتر و بد نظام کے مخل ہے۔ اور اس آیت قرآنی نے بھی قانون فطرت کو ملحوظ رکھا ہے جس میں ارشاد ہے كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا (قرآن) کہ دنیا کی سب حلال چیزیں کھاؤ اور خدا کا شکر بجا لاؤ اس امر کو ہم پہلے تمہید میں بیان کر آئے ہیں کہ نظام عالم میں سلسلہ استعمال بڑا ضروری سلسلہ ہے اور اس سلسلہ میں مستعمل کرنے والا فقط انسان ہی ہے اس مضمون کی شاخ دور تک جانیوالی ہے اہل الرائے اس میں غور کریں اور نتیجہ پاویں۔

مختصر یہ ہے کہ اخلاق انسانی کی بھی مثل اور چیزوں کے ایک حد ہے جسے اسلام نے خوب ہی ملحوظ رکھا ہے چنانچہ اس وجہ سے کہ بعض کوتہ اندیشوں کو یہ خیال ہی نہ ہو جائے کہ مخلوق کی کسیحالت میں دل شکنی اچھی نہیں جس سے وہ لوگوں کے ہر ایک بری بھلے کام میں شریک ہو جائیں جس کی وجہ سے انکی اخلاقی حالت گو ایک درجہ بڑھ جائے مگر حقیقتاً نہیں بڑھی بلکہ روحانی طاقت میں سخت ضعف آنیکا خطرہ ہے اسے صاف لفظوں میں فرمایا وَاِنْ جٰهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (قرآن) کہ اگر تیرے ماں باپ بھی تجھ سے چاہیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے تو انکی بھی نہ مان۔

کیونکہ اس قسم کے اخلاق روحانی طاقت کو مضر ہیں۔ ایک حدیث نبوی میں صاف ارشاد ہے کہ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ کہ خدا کی معصیت اور نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت اور فرمانبرداری ہرگز جائز نہیں غرض روحانی ترقی کا دار و مدار صرف اسپر ہے کہ روح خدا کی مرضی پر چلے۔ قرآن شریف نے ایک جگہ اشارہ کیا ہے کہ انسان کی روحانی حالت جب درست ہوتی ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (قرآن) کہ ذکر الٰہی سے اسکو چین اور راحت ہو ایک مقام میں فرمایا کہ خدا کے نیک بندے وہ ہیں اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ جب خدا کا ذکر کیا جائے تو انکے دل کانپ جائیں اور خدا کے آگے گڑگڑائیں۔ ایک حدیث نبوی میں یہ مذکور ہے کہ روحانی کمالیت والے وہ لوگ ہیں کہ انکو دیکھنے سے خدا یاد آوے روح کی بڑی ترقی اور اعلیٰ درجہ کی کمالیت اسی میں ہے کہ وہ معرفت الٰہی اور اسکی صفات کاملہ میں غور کرے اور انکے اقتضا پر قرآن شریف نے اصل اصول کو بھولجانے والوں پر سخت خفگی فرمائی ہے اور لوگوں کو تنبیہ کی ہے کہ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (قرآن) کہ تم بھی ان لوگوں کیطرح نہ ہو جنہوں نے خدا کو بھلا دیا جسکی سزا انکو یہ ملی کہ خدا نے انکو اپنی فکر سے غافل کر دیا یعنے روحانی ترقی انکی مسدود کر دی اور یہی لوگ فاسق اور بدکار ہیں اس میں کیا شک ہے کہ جب انسان کی روح مادہ سے مجرد ہے تو خدا کی طرف اسکا میلان ہونا اور جھکنا ایک طرح سے اقتضا طبعی ہے اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ہر چیز کا کمال اسکے اقتضا طبعی کے تمام ہونے پر ہے پس روح کی کمال ترقی اس میں ہے کہ وہ خدا کی مرضی کی ہر وقت مشتاق ہو۔ اسلیے کہ اسی مشق پر اسکی ہمیشہ کی زندگی موقوف ہے جسکو عرف شرع میں قیامت کہو یا عقبیٰ اسلام نے جس قدر مفصل ذکر عقبیٰ کا کیا ہے اور کسی چیز کا شاید ہی کیا ہو۔ کیونکہ ابتداء اسلام کی سخت مخالف قریش عرب تھے جو بالکل عقبیٰ سے منکر اور سخت ضدی تھے۔

انکے سمجھانے کو قرآن شریف نے متعدد مقامات میں متعدد طریق سے بیان کیا ہے۔ وہ لوگ اسلام کے اس کہنے سے کہ تم مر کر پھر زندہ ہوگے اور اپنے نیک و بد کی جزا سزا دیکھوگے رنجیدہ ہو کر کہتے تھے ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ (قرآن) کہ کیا ہم مر کر پھر زندہ ہونگے بلکہ اور لوگوں کو تعجب سے کہتے تھے هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ (قرآن) کہ آؤ ہم تمہیں ایسا شخص بتلاویں جو کہتا ہے کہ مر کر پھر زندہ ہوسکے ہو جزا سزا کی ضرورت کو ذہن نشین کرنے کو قرآن شریف نے مختلف طریق اختیار کیے ہیں۔ کہیں عظمت خداوندی بتلائی گئی ہے کہیں انسان کی بے ثباتی اور احتیاج دکھلائی گئی ہے کہیں یہ کہ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ (قرآن) کہ کیا ہم نیکوں کو مثل بدوں کے کر دینگے ایک جگہ فرمایا ہے اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى (قرآن) انسان سمجھتا ہے کہ میں شتر بے مہار ہی رہونگا اس امر کی بھی قرآن شریف نے خوب ہی تفصیل کی ہے کہ عقبیٰ میں جزا سزا کیا ہوگی نیک لوگوں کے لیے دائمی عیش ہمیشہ کی راحت جسے جنت کہو یا بہشت ایسی نعمت کہ لَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل پر اسکا خیال گذرا وہ راحت کیا ہوگی سراسر راحت جس میں کسیطرح کا رنج اور کدورت نہ ہو۔ اسلیے کہ قانون فطرت ہمیں بتلا رہا ہے کہ ہر ایک چیز ایک حد تک اپنا کام دیکر ہمیشہ کے لیے اس سے سبکدوش ہو جایا کرتی ہے خواہ اس سبکدوشی کو اپنے محاورہ میں پنشن کہو یا کچھ اور۔ اسیطرح کسی سخت جرم کی پاداش میں ہمیشہ کی بے عزتی بھی دستور عام ہے ایسا ہی قانون اسلام نے نیکوں اور بدوں سے معاملہ کیا ہے اور صاف لفظوں میں کہدیا ہے تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ (قرآن) کہ جنت کی تربیت ان لوگوں کے لیے ہے جو احکام خداوندی کو جو سچے رسول کی معرفت انکو پہونچے ہیں عزت کرتے ہیں اور اسکو بری بتلائے ہوؤں سے بچتے ہیں اور جو لوگ ان حکموں سے منکر اور انکے خلاف پر ہیں انکا انجام عذاب ناری پس آخرت میں تو نیک و بد کا یہی اثر ہے جو مذکور ہوا دنیا میں بھی نیک و بد اعمال اپنا اثر دکھلا دیتے ہیں اسلام

میں بعد اقرار توحید رب العالمین۔ اور اقرار رسالت فخر عالم (فداہ روحی) یعنے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ' پڑھنے کے بعد سب سے مقدم نماز ہے جو ہر غریب امیر۔ تندرست بیمار۔ حاکم رعایا۔ نبی اور امتی سب پر فرض ہے جس میں کسی طرح سے تفاوت نہیں کیا گیا۔ اس نماز کی بابت صاف ارشاد ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (قرآن) کہ یہ نماز بے حیائیوں اور بدکاریوں سے روکدیتی ہے یہی وجہ ہے کہ جس کی نماز میں بوجہ کسی نقصان کے یہ خوبی نہ ہو محققین اسلام کے نزدیک اسکی نماز درجہ قبولیت کو نہیں پہونچتی اس مضمون کی احادیث بھی بکثرت ہیں کہ انسان کی نیکی کا اثر بھی دنیا میں نمایاں ہوجاتا ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ فَلَیْسَ مِنَّا (حدیث) کہ جو شخص قرآن کو پڑھکر مخلوق سے بے پرواہ نہ ہو اور اسکے دل میں مخلوق کی طرف سے نظر ہے ... تو گویا اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ قرآن کے پڑھنے اور سیکھنے کا (جو اسلام میں سب سے نیک ...) ... کہ وہ صرف خدا پر بھروسہ رکھے۔ ایک حدیث میں یہ بھی ارشاد ہے مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَہٗ فِیْ رِزْقِہٖ وَیُنْسَأَ لَہٗ فِیْ اَثَرِہٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ (حدیث) کہ جس شخص کو اپنے رزق میں فراخی اور بعد مرنے کے مدت دراز تک نیکی سے یاد رہنا پسند ہو وہ اپنے رشتہ داروں سے سلوک کرے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ (قرآن) کہ جو لوگ خدا کو مان کر اسکے احکام کی پابندی کرتے اور گناہوں سے بچتے ہیں ان کے لیئے دنیا اور آخرت میں خوشخبری ہے یہی لوگ خدا کے دوست ہیں نہ انکو خوف ہے نہ غم۔ آیت قرآنی میں اعمال بد کے برے اثر کی طرف بھی اشارہ ہے ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ (قرآن) کہ تمام جہان میں انسانوں کی بداعمالی سے خرابی پھیل جاتی ہے۔ ایک جگہہ فرمایا لَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ (قرآن) اگر خدا ظالموں کو دفع نہ کرے تو تمام زمین بگڑ جائے واقعی اگر غور کیا جائے تو گناہ کرنے والا گویا اپنی ہستی کی غرض سے ناواقف ہے یا باوجود واقفیت کے اسکے خلاف کرتا ہے۔ قرآن شریف میں اس مضمون کو کہ انسان کی ہستی سے غرض کیا ہے صاف لفظوں میں بیان کیا ہے مَا خَلَقْتُ الْاِنْسَ وَالْجِنَّ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ میں (خدا) نے جنوں اور انسانوں کو اسلیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری توحید کو پہچانیں اور میری عبادت کریں۔ نظام عالم بھی اسیکا راہنما ہے جیسا کہ ہم پہلے تمہید میں کہہ آئے ہیں کہ تمام اشیاء دنیوی انسان کے لیے مستعمل ہیں تو انسان کا بھی کسیکام میں مستعمل ہونا ضروری ہے سچ ہے اور بالکل سچ ہے۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ایں ہمہ بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

اس قول میں سعدی مرحوم نے تمام دنیا کی فلاسفی کوٹ کر بھردی ہے۔ قرآن شریف میں خدا نے ایک جگہہ انسان کی ترقی تنزل کا ذکر عجیب ہی پیرایہ میں کیا ہے جہاں بتلایا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ (قرآن) کہ ہمنے انسان کو عجیب صورت اور پیدائش میں پیدا کیا (تمام جہان پر اسکو فوقیت دی) پھر (اسکی بدکاریوں کی وجہ سے) اسکو سب سے نیچے گرا دیا۔ لیکن ان لوگوں کو نہیں گرایا جو خدا کی خدائی اور اسکی ربوبیت حکومت کو مانیں اور نیک کام کریں انکے لیے دائمی اجر ہے۔

اس امر کو شاید بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ ہم خدا کے بندے اور اسکے ماتحت ہیں مگر افسوس کہ عملی پہلو میں اکثر معاملہ دگرگوں ہوجاتا ہے سو اسکا علاج اور اس بے ثباتی کا تدارک قرآن شریف نے نہایت ہی مختصر مگر شستہ اور معانی سے بھرے ہوئے الفاظ میں بیان فرمایا ہے جہاں ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ کہ جن لوگوں نے خدا کو اپنا مالک سمجھا پھر اسی پر مضبوط رہے (ہر گاہ و بیگاہ جی کو یہ سمجھاتے رہے کہ ہماری ناچیز ہستی کسی زبردست ہستی کے تابع ہے) ان پر خدا کی طرف سے فرشتے آتے ہیں اور انکو تسلی دیتے ہیں کہ تم کسی طرحکا خوف اور غم نہ کرو بلکہ جنت کی خوشی سنکر خوش ہو جسکا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا ایک مقام میں فرمایا وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی (قرآن) کہ جو کوئی خدا کے محکمہ میں کھڑا ہونے سے ڈر جاوے اور اپنے نفس کو بری باتوں سے روکے اسکے لیے جنت ہے۔ ایک حدیث نبوی میں ارشاد ہے کہ اِحْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْکَ اِحْفَظِ اللّٰہَ تَجِدْہُ تُجَاھَکَ تو خدا کے حقوق محفوظ رکھ خدا تجھے محفوظ رکھیگا خدا کی رضی کا سب کاموں میں لحاظ رکھ خدا کو تو اپنے سامنے پاویگا ایک حدیث نبوی میں ارشاد ہے کہ اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُمَا کُنْتَ جہاں کہیں تو ہو وے خدا سے ڈر بارہ اس غرض کے پورا کرنے کو اس سے بڑھ کر کوئی عمدہ اصول نہیں کہ انسان اپنی ہستی کو کسی زبردست سرب شکتیمان کے تابع جانے اسی امر کی طرف قرآن شریف رہنما ہے جہاں فرمایا اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَہٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَکُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَکُمْ وَنُنْشِئَکُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَۃَ الْاُوْلٰی فَلَوْلَا تَذَکَّرُوْنَ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَہٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰہُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَکَّھُوْنَ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْہُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰہُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْکُرُوْنَ (قرآن) بتلاؤ تم جو عورتوں کے رحموں میں منی ڈالتے ہو اوسکو ہم پیدا کرتے ہیں یا تم کرتے ہو حالانکہ تم پیدائش اول دیکھ چکے ہو پھر سمجھتے نہیں ہو۔ بتلاؤ جو کچہ تم کھیت وغیرہ کرتے ہو اوسکو تم پیدا کرتے ہو یا ہم اگر ہم چاہیں تو اس سب کو خشک ایندھن بنادیں پس تم باتیں ہی بناتے رہجاؤ کہ ہائے ہم قرضدار ہوگئے ہائے ہم بے نصیب ہوگئے بتلاؤ جو پانی تم پیتے ہو کیا تم اسے اتارتے ہو یا ہم اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا کردیں پس شکر کیوں نہیں کرتے ایک جگہہ فرمایا قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُکُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْکُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ کہ اگر تمہارا پانی خشک ہوجائے تو سوائے خدا کے کون تمہیں پانی دے۔ ایک جگہہ فرمایا کہ اگر خدا تمپر دن قیامت تک دراز کردے تو سوائے خدا کے کون تمکو رات لادے جس میں تم آرام کرو غرض جسقدر اس مضمون کی آیات قرآن شریف نے بیان کی ہیں ان میں خدا کی با اختیار حکومت دکھا کر بنی آدم کو خدا کی طرف جھکانا اور ہر وقت اسی کی طرف نگراں رہنا سکھایا ہے کہ انسان اپنی ہستی کو ایک بڑی زبردست سروشکتیمان کے محتاج جانے اور اسکی خلاف ورزی کو اپنے لیے ... جب اس اصول کو ملحوظ رکھیگا تو سب روحانی کا ... کے لیے ہرطرح کے فیضان ہونگے یہی حواس خمسہ ظاہری (آنکھہ۔ ناک۔ کان۔ زبان لمس) جو اسکے لیے ذرائع علم ہیں اور بوجہ عدم استعمال مناسب ناکارہ ہوگئے ہیں اپنے اپنے مطالب ادا کرنے کو ہمہ تن جست ہوجائیں گے۔

قرآن شریف نے علم حاصل ہونے کے چار ذریعے بتلائے ہیں ایک تو حواس خمسہ دوم کتب علماء صلحا کی سوئم خبر نبی اور رسول کی چہارم عقل۔ قرآن شریف نے ان لوگوں پر بہی خفگی کی ہے جو حواس ظاہری سے کام نہیں لیتے فرمایا صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ (قرآن) یہ لوگ گونگے ہیں بہرے اندہے ہیں پس حق کی طرف نہیں پھرتے ایک جگہہ فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا (قرآن) اگر تمہارے پاس کوئی بدکار آدمی خبر لاوے تو اس سے دریافت کرلیا کرو ایسا نہ ہو کہ غلطی سے تم ایسا کام کرگذرو جس سے تمہیں بعد میں ندامت ہو۔ خبر رسول کی بابت تو اسقدر تاکید ہے کہ صاف لفظوں میں فرمایا لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا (قرآن) کہ رسول کی پکار کو اپنی پکار کی طرح مت سمجھو۔ ایک جگہہ عقل سے کام لینے کی طرف توجہ دلاتے ہیں جہاں فرمایا قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُکُمْ بِوَاحِدَۃٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰہِ مَثْنٰی وَفُرَادٰی ثُمَّ تَتَفَکَّرُوْا مَا بِصَاحِبِکُمْ مِّنْ جِنَّۃٍ (قرآن) تو اے محمد اپنے مخالفوں سے کہدے کہ آؤ میں تمہیں ایک بات بتلاؤں (جس سے تمہارے اور میرے سب جھگڑے طے ہوجائیں گے) وہ یہ کہ تم جمع جمع اور اکیلے اکیلے ہوکر سوچ کرو میں جو تمہاری ہر بری بات میں مخالفت کرتا ہوں) مجھے جنون تو نہیں پس بعد سوچ اس امر کے نسبت معلوم ہوجائیگا کہ نہیں پس میری مخالفت کو ایسا سرسری نہ جانو گے عقل والے لوگوں کو قرآن نے کئی جگہہ مخاطب کیا ہے اور بار بار فرمایا ہے کہ عقل والے ہمارے آئتوں میں غور کریں۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ ۵

○

جناب سوامی شگن چندر صاحب بانی دہرم مہوتسو

مسٹر بیچے صاحب کے بعد خان بہادر خدا بخش صاحب جج کھڑے ہوئے جنہیں جناب حکیم صاحب (موڈریٹر) صدارت کا انچارج کرکے نماز عصر کو چلے گئے تھے کیونکہ جناب سردار جواہر سنگھ صاحب ابھی تک واپس نہ آئے تھے۔ جج صاحب موصوف نے کھڑے ہوکر یہ فرمایا

"صاحبان! اب آپکے سامنے ایک مورتی پیش کی جاتی ہے جو اپنی شکل قطع لباس (سرتاپا) کے باعث ایک کامل مورتی ہیں میری مراد اس سے سوامی سادہو شگن چندر جی ہیں جو اس جلسہ کے اصلی محرک اور بانی ہیں۔ امید ہے آپ انکی باتیں سنکر خوش ہونگے"۔

صاحبان جلسہ۔ مجھے اسبات کا افسوس ہے کہ وقت کسی اور صاحب کو دیا جاتا۔ اگر ایسا ہوتا تو خوب ہوتا لیکن لوگوں کے اصرار سے میں مجبور ہوں اور اونہیں کے بار بار کہنے سے میں یہاں کھڑا ہوا ہوں۔ سب سے پہلے میں کچھ اپنے حالات عمر کے بیان کرنا چاہتا ہوں لڑکپن سے ہی میری زندگی عجیب ہو رہی ہے۔ چھوٹی عمر سے ہی مجھے مذہب کا خیال تھا۔ مجھے ملازمت بھی ایسی ملگئی جس میں اکثر مجھے دورہ پر رہنا پڑتا تھا۔ اور اس طرح میں اکثر مذاہب مختلف کے لوگوں سے ملتا رہتا تھا میرا تمام تجربہ یہی ہے اور میں نے یہی سمجھا کہ اگر ہمارے ملک کو کسیکی ضرورت ہے تو صرف باعمل لوگوں کی ضرورت ہے یہ بات جب مجھے سمجھ آگئی۔ تو میں کچھ عرصہ کے لیے فقیر ہوگیا۔ گجرات کے علاقہ میں کنجاہ کے مقام میں ایک مہاتما تھے اور میرا ان سے تعلق ہوگیا۔ میں جہاں کہیں ہوں مجھے وہ خواب کے ذریعہ سے ہدایت کرتے تھے چنانچہ انکے ایسے ہی حکم سے جو انہوں نے مجھے کہا کہ مجھکو کچھ کام کرنا ہوگا۔ میں تین چار سال تک کالستھ سوشل ریفارمر میں لگا رہا کیونکہ میں بھی کالستھ ہوں اور انکی خدمت میرا فرض تھا۔ اور انسان کو تمام قسم کے فرائض ادا کرنے چاہئیں۔ میں اپنی برادری کی زیادہ خدمت نہیں کرسکا۔ لیکن جو ہوسکا وہ میں کیا مجھے میرے دوست مختلف کاموں کے لیے کہتے رہے۔ اکثر کی یہ خواہش ہوئی کہ میں لڑکے پڑھاؤں۔ کیونکہ یہ بھاری خدمت وہ سمجھتے تھے۔ مگر میں نے یہی سمجھا کہ اب مجھے دوسری طرف لگنا چاہیے چنانچہ میں مہاتما کی خدمت میں لگ گیا۔ اونہوں نے حکم کیا کہ خواہش کم کرو نیز مجھے معلوم ہوا کہ بدخواہشوں کو چھوڑنا چاہیے اچانک سنہ ۹۲ میں دفعتاً مجھے خیال ہوا کہ جب تک سب لوگ اکٹھے نہ ہوں کوئی فائدہ نہ ہوگا اس فکر میں میں رہا۔ اور آخرکار یہ تجویز دل میں آئی کہ دہرم مہوتسو ایک جلسہ کیا جاوے۔ سو اسکا پہلا جلسہ پچھلے سال اجمیر میں ہوا۔ اسکے بعد مینے چاہا کہ کچھ آرام کروں۔ مگر آرام میں ہرج دیکھا۔ اسلیے لاہور میں آکر مینے کام شروع کیا۔ اور مجھے مینجنگ کمیٹی کے بعض ممبروں کا خاص شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ جنہوں نے مجھے ہرطرح مدد دی۔ مجھے پہلے سے ہی یقین تھا کہ کوئی مذہب خوبیوں سے خالی نہیں۔ لیکن اگر مذہب میں بظاہر کوئی کمی یا خرابی نظر آتی ہے تو اسیلئے کہ ہر ایک مذہب والے اپنے مذہب کی خوبیوں پر عمل نہیں کرتے۔ چنانچہ اب اس مقام پر ہر ایک نے اپنے مذہب کی عمدگیاں ظاہر کرکے لوگوں کو فائدہ پہونچایا ہے۔

میرا کوئی اور مذہب نہیں سوا اسکے جو میرے ماں باپ کا تھا۔ میرا مذہب ہے سادہارن مذہب۔ یعنے انسان مذہب۔ یہ وہی مذہب ہے جو سب سے پہلے ہندوستان میں تھا۔ جبکہ ہندوستان تمام دنیا میں فضیلت رکھتا تھا۔

اس دہرم کے رو سے انسان کا مذہب پیدا ہونے کے وقت سے شروع ہوتا ہے اور مرنے کے بعد اسکی تمام چیزیں یہاں رہجاتی ہیں۔ مگر سادہارن دہرم ساتھہ جاتا ہے۔

سادہارن دھرم کیا سکھلاتا ہے۔ اول ورزش جسمانی۔ اوس زمانہ میں ہر ایک آدمی ورزش کرتا تھا اسکی تفصیل میں اپنی کتاب میں لکھ چکا ہوں جو یہاں سے مل سکتی ہے۔ دوسرا امر ہے عقلی صحت برہم چرج۔ یعنے دو حصہ پڑہنا ان کی قوت کو ضائع نہ کرنا۔ اور مادری زبان میں علم حاصل کرنا۔ امر تیسرا۔ بروح۔ اور روحانی ... کی شے حاصل کرنے کے طریق مثلاً گوشہ نشینی۔ دو یاد والوں کی صحبت۔ خدا کی تعریف اور دعا ان سب کے بعد میں پھر فکر معاش کرنا۔

اس دہرم کے رو سے مخالفوں کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ جو تکلیف کوئی دیوے۔ اس سے زیادہ تکلیف اوسکو نہ پہچاوے۔ ایسا ہی اس دہرم کی تعلیم ہے کہ شادی سے لذات جسمانی کی مراد نہ ہو بلکہ عمدہ اولاد کا پیدا کرنا۔ اگر یہ کام نہ ہوسکیں تو اپت دھرم۔ یعنے تکلیف کا مذہب ہے۔ اور ایک سماجک دہرم بھی ہوتا ہے۔ یعنے ہر طرح کے لوگ جمع ہوں تو ملک کی بہبودیوں میں غور کریں۔ الغرض اس دنیا میں رہکر دنیا کو چھوڑنا۔ لذات کو ترک کرنا۔ اپنی خواہشات کو چھوڑنا بعقل کو کچھ شے نہ سمجھنا گناہ کو چھوڑنا یہ امور ہیں کہ سادہارن دہرم نے انسان کو تعلیم کئے ہیں فقط

سادہو صاحب کے بیٹھنے پر جناب سردار صاحب (پریزیڈنٹ) نے کھڑے ہوکر فرمایا کہ جس قدر تقریریں مختلف مذہب کی طرف سے ہونی تھیں وہ ہوچکیں یہ جلسہ آج ختم ہوچکا ہے۔

بقیہ صفحہ ۴۲

پر جزا دیتا ہو۔ تب اسکا نام ہے ملک الناس اور جب وہ انسان کا اصل غرض ذاتی محبوب۔ غایتہ مقصود بنتا ہے۔ تو اس کو الٰہ الناس کہا ہو میرے پیارے امام حجۃ الاسلام نے اپنے بے نظیر مضمون میں اسکی مفصل بحث فرمادی ہے۔

اب غور فرماویں جب ہر سورۃ میں انسان کی حالتوں کیطرف اشارہ کرکے اللہ کریم نے فرمایا۔ کہ رب بھی میں ہوں اور بادشاہ بھی میں ہوں اور محبوب و مطلوب اور غایتہ مقصود بھی میں ہی ہوں۔ تو میرے بندو مجھ کامل پاک ذات سے پناہ مانگ لو۔ اور کہدو ہاں ہر ایک انسان تمہیں کہدیں کہ میں ربوبیت اور ضرورۃ حکومت میں اور ضرورۃ محبت میں رب الناس ملک الناس۔ الٰہ الناس کی پناہ مانگتا ہوں اور پناہ بھی کس امر میں مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ۔ صاحبان تمنے مختلف مضامین سنے۔ اور ان میں اس قسم کی باتیں تمہاری کانوں میں بھر دلوں۔ تمہاری آنکھوں پھر دل تک پہنچیں۔ جن میں صداقت اور کامل راستبازی ہوگی۔ اور ایسی بھی میں محض کذب و افترا اور دہوکا ہوگا۔ یہ قرآن کی آخری سورۃ کیسی بے نظیر اور لطیف ہے جس میں یہ بتایا ہے کہ تم اللہ کریم المولیٰ الرؤف الرحیم رب الناس۔ ملک الناس۔ الٰہ الناس سے پناہ مانگ لو تمام ان غلطیوں اور وسوسوں سے جو کسی موسوس کے نظارہ یا کلام سے پیدا ہوئی ہوں۔

کیونکہ ان وسوسوں کی مثال ہوبہو اس تکلیف رساں کتے کی سی ہے۔ جو آدمیوں پر کاٹنے کے لئے دوڑتا ہے۔ جس طرح اس کتے سے بچنے کے لئے ہمکو اسکے مالک کی پناہ مانگنی ہے اور اگر اسکا مالک ہمیں بچانا چاہے اور اس کتے کو دھتکار دے تو کیا مجال۔ کہ وہ کتا کسی کو کاٹ کھائے۔ اسی طرح انسانی یا شیطانی وسوسوں سے بچنا بھی اس وجود کی پناہ سے ہوگا جو کل مخلوقات کا رب اور مالک اور محبوب ہے۔

وسواس نام ہی ہر ایک ایسی چیز کا جسکا برا ہونا ہمسے مخفی رہگیا اور جس کی بدی سے ہم بے خبر رہے اور اس کی شرارت ہمارے جسم پر یا اخلاق پر یا روحانی معاملات پر برا اثر ڈالتی ہو یا ڈالا چاہتی ہو ہمیں اس کی اطلاع نہ ملی ہو۔

چاہے وہ مخفی چیز ہو۔ چاہے وہ انسان یا شیطان بصورت انسان ہو میں آپ بھی آپ یہ دعا مانگتا ہوں اور آپکو یہ دعا مانگنے کی سفارش کرتا ہوں۔ کہ اس جلسہ میں جو کچھ ہمنے سنا اس میں سے جو کچھ ہمارے جسم اور روح کے مفید نہو۔ بلکہ کسی نہ کسی مخفی طریق سے وہ نقصان رساں ہوں اس سے آپ اس سے پناہ میں مانگیں۔ جو رب الناس۔ ملک الناس۔ اور الٰہ الناس ہے۔ کیونکہ انہیں تین صفات کے ماتحت انسانی جسم۔ اخلاق۔ اور روح کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور عرض کرتا ہوں کہ یہ قرآن کی خاتم ایسا اس جلسہ کا خاتم ہو فقط

اخراج از نظام جماعت

سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مکرم ایم محمد صاحب آف پینگاڈی (کیرلہ) کو اخراج از نظام جماعت کی سزا دی ہے احباب مطلع رہیں۔
قبل ازیں بدر شمارہ ۱۷/۲۴ اکتوبر کے اعلان معافی میں ان کا نام سہواً شائع ہوگیا ہے۔ (ناظر امور عامہ قادیان)

کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" ہندو سشن جج کی نگاہ میں

آزادی کا خوں فشاں دور گزر چکا تھا۔ پنجاب مسلمانوں سے خالی ہو چکا تھا خاکسار کو سنہ ۱۹۵۰ء میں بحیثیت مبلغ بنارس بھیجا گیا بنارس کے ماحول میں تناؤ تو تھا مگر سرکار نے کنٹرول کر رکھا تھا۔ صوبہ یوپی کے اکثر علاقے فرقہ وارانہ فسادات کی پیٹ میں آچکے تھے ایسے ماحول میں اللہ تعالیٰ نے روزانہ بیس بیس میل پیدل سفر کرنے کی توفیق بخشی۔

مکرم عبد السمیع خان صاحب مخلص باپ کے مخلص بیٹے تھے وہ مجھے بڑے لوگوں کے ایڈریس دیتے رہتے تھے کہ ان تک خود کی اور لٹریچر کی رسائی ہونی چاہیئے چنانچہ شہر سے ملحقہ مغربی کنارے پر ہر اتوار کو میں ایک ہندو سشن جج کے بنگلے پر تبلیغ کے لئے جایا کرتا تھا۔

میں نے ان جج صاحب کو "اسلامی اصول کی فلاسفی" THE TEACHING OF ISLAM اور تھوڑا سا دوسرا لٹریچر برائے مطالعہ دیا اگلے اتوار کو مزید لٹریچر دیا کرتا اور وہ صاحب مجھے پہلے والا عام لٹریچر واپس کر دیتے تھے مگر اسلامی اصول کی فلاسفی کا انگریزی ترجمہ انہوں نے کبھی واپس نہیں کیا نہ ہی اس کا کچھ تذکرہ کیا جیسے وہ بھول بسری ہو گئی ہو۔ ہر بار مجھے عزت دیتے اور خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے ابھی دو ہی مہینے گزرے ہوں گے کہ مرکز قادیان سے مجھے شاہجہانپور جانے کی ہدایت ملی میں اسی دن شام کو جناب سشن جج صاحب کے بنگلے پہنچا تاکہ ان سے اسلامی اصول کی فلاسفی واپس لے سکوں۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ صاحب کچہری سے اپنی کار میں بمعہ اپنے خدام کے بنگلہ پہنچے بڑے گیٹ سے کار داخل ہو کر رک گئی ایک مضبوط جوان کار سے نکل کر میرے پاس آیا۔ میرا اتا پتہ پوچھ کر واپس چلا گیا سشن جج صاحب مجھے مردانہ کمرے میں بٹھانے کا اشارہ کر کے زنانہ میں چلے گئے چند منٹ میں ہی واپس آئے اور اتوار کی بجائے دوسرے دن آنے کا سبب پوچھا۔ میں نے حال عرض کیا اور "اسلامی اصول کی فلاسفی" واپس کرنے کی درخواست کی۔

انہوں نے کہا:-

"میں ٹیچنگ آف اسلام کو اپنے پلنگ پر تکئے کے نیچے رکھتا ہوں سارے دن کے شور و غل اور ہنگاموں کے تھکا دینے والے افکار سے جب سونے کے بستر پر لیٹتا ہوں تو اس من موہنی کتاب کو روزانہ پڑھتا ہوں۔ میرے من میں ایک سکون، شانتی اور سرور پیدا ہو جاتا ہے۔ جب تک پرماتما چاہتا ہے میں فلاسفی کو پڑھتا ہوں میرا دماغ اور دل فلاسفی میں ڈوب کر تسکین پاتے ہیں۔ تب میں اسے اپنے ترب تکئے سے لگا کر آرام سے سو جاتا ہوں۔ صبح کو بیدار ہوتا ہوں میری روح انبساط و مسرت سے سرشار اور میرا جسم ہشاش بشاش ہوتا ہے۔ میں یہ تسکین روح کتاب آپ کو واپس نہیں کروں گا۔"

خورشید احمد پر بھاکر درویش
قادیان۔ پنجاب۔ بھارت

بقیہ: جلسہ اعظم مذاہب کا پس منظر

سے تعلیم قرآنی کی دوسری کتابوں پر فضیلت اور ترجیح ثابت ہوتی ہے نہ کہ جائے اعتراض اور پھر وہ فضیلت بھی ایسی دلائل واضح سے ثابت کی گئی ہے کہ جس سے معترض خود معترض الیہ ٹھہر گیا ہے"۔

(براہین احمدیہ چہار حصص، روحانی خزائن جلد ۱ ص۱۲۹، ۱۳۰)

"اسلامی اصول کی فلاسفی" کے نام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انیسویں صدی کے ظلمت کدہ میں جب کہ مذاہب کی آپس میں اور مذہب اور فلسفہ کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کے ایک فتح نصیب جرنیل کے طور پر اسلامی اصول اور تعلیمات کی فلاسفی بیان فرما کر تمام دشمنوں کو ذلت کے ساتھ پسپا کر دیا۔ حقیقی اسلام فتح پا گیا۔ اسلام کے روشن اور خوبصورت چہرے کی چمک مشرق و مغرب میں نظر آگئی۔ ہنود کے بت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ صلیب پاش پاش ہو گئی۔ خنزیر قتل ہو گیا۔ آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ملاں جس کا شیوہ فی سبیل اللہ فساد پیدا کرنا تھا کو ہزیمت نصیب ہوئی۔ مشرق و مغرب کی ظلمات مٹ گئیں اور اسلام کا سراج منیر طلوع ہوا۔ باطل کی خس و خاشاک کو سچائی کی روشنی اور افروختہ آتش نے نابود کر دیا۔ سچے الہام اور وحی کی فتح ہوئی اور دنیا پر روشن ہو گیا کہ عقل خود اندھی ہے گر نیر الہام نہ ہو۔

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو ایک عالم دکھاتی ہے
غرض رکھتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل لندن)

اسلام کے فدائی نے عجز و وفا کے ساتھ
ہر سطر اس مضمون کی لکھی دعا کے ساتھ
قرآں سے سامعین کو معارف بتائے ہیں
قرآن کی نعمت سے متعارف کرائے ہیں
یہ معرکۃ الآرا تصنیف آپ کی
لطیف سے لطیف تر توصیف آپ کی
جس کی مسیح موعودؑ کو خدا نے پیشتر
الہام کے ذریعہ سے دیدی تھی یہ خبر
تیرا ہی یہ مضمون سے بالا جو آئے گا
اور روزِ روشن کی طرح شہرت بھی پائیگا
تقریر دل پذیر یہ اوّل جو آئی تھی
ایم۔ اے کریم صاحبؓ نے پڑھ کر سنائی تھی
مضمون دلفریب اور آواز دل فریب
اس کے بیان کرنے کا انداز دل فریب
اسلام کے اصولوں کی اتنی ہیں خوبیاں
مبشر بیان کرنے سے قاصر ہے یہ زباں

(محمود احمد مبشر درویش قادیان)

یہ مضموں کیا ہے اک تفسیر ہے قرآں کی لوگو
جو تائید خداوندی کا اک تازہ نشاں ہوگا
مسیح پاک نے دی پھر صدائے عام لوگوں کو
کہ جاؤ جلسہ لاہور میں دیکھو سماں ہوگا
بھری مجلس میں آئے گا وہ میرے ساتھ ہی ہوگا
"یَعْقُوْمُ اَیْنَمَا قُمْتَ" کا نظارہ وہاں ہوگا
رہے گا بالا دیگر سب مضامیں پر مرا مضموں
مذاہب کے محاسن کا وہاں پر امتحاں ہوگا
شعور و عقل و ایماں کو ملے گی روشنی اس سے
یہ ہونا ہے یہ ہوگا۔ برتر از وہم و گماں ہوگا
کیا تھا مشتہر حضرت نے خوب اس پیشگوئی کو
کہ جاؤ دیکھ لو کیسے خدا جلوہ کناں ہوگا
نمائندے نے حضرت کے پڑھا مضمون حضرت کا
فصاحت میں بلاغت میں دلائل میں جو تھا یکتا
بہت چرچا ہوا اس کا جب اخباروں نے بھی لکھا
مسیح پاک کا مضمون جو بالا تھا رہا بالا
بشارت جو خدا نے دی میں دہرا دوں اسے خالد
ترا مضموں نشانوں سے خدا کے اک نشاں ہوگا

(خالد ہدایت بھٹی لاہور ایم اے)

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPER FOR INDIA AT NO - R.N.61/57

FAX - 01872 - 20105 ☎ 01872-20757

THE WEEKLY **BADR** QADIAN 143516

DISTT GURDASPUR PUNJAB (INDIA)

VOL - 45 THURSDAY, 19 26 DECEMBER 1996 ISSUE NO - 51·52

کتابِ اِسلامی اُصول کی فلاسفی" ۔ تراجم کے ٹائیٹل پیج کے عکس

الحمدللہ کہ گزشتہ سو سال میں ہندوستان کی مقامی زبانوں کے علاوہ دُنیا بھر کی کئی معروف زبانوں میں کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ بعض معروف زبانوں کے ٹائیٹل پیج کے عکس ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

इस्लाम धर्मको दर्शन भूमि

نیپالی

THE PHILOSOPHY OF THE TEACHINGS OF ISLAM

ФИЛОСОФИЯ ИСЛАМСКИХ УЧЕНИЙ

...at Mirza Ghulam Ahmad of Qadian

انگریزی

Η ΦΙΛΟΣΟΦΙΑ ΤΩΝ ΕΝΤΟΛΩΝ ΤΟΥ ΑΔ ΙΣΛΑΜ

ХАЗРАТ ...

НИЯ

گریک

ΧΑΖΡΑΤ ΜΙΡΖΑ ΓΚΟΥΛΑΜ ΑΧΜΑΝΤ ΤΟΥ ΚΑΝΤΙΑΝ

.TD.

1979

THE LONDON MOSQUE

इस्लाम धर्म दर्शन-भूमि

अहमद

नज़र ... अहमदिया कादियान (पंजाब)

हिंदी

اسلامی اُصول کی فلاسفی

تصنیف

اردو

سلطان القلم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

Présentation des Enseignements de l'Islam

Une solution donnée du point de vue Musulman à cinq problèmes religieux fondamentaux

فرنچ

par MIRZA GHULAM AHMAD (de Qadian, Inde)

Fondateur du mouvement Ahmadien et auteur de près de soixante-dix ouvrages sur l'Islam

Editeurs: Ahmadiyya Muslim Foreign Missions Office Rabwah (Pakistan W.)

LA FILOSOFIA DEGLI INSEGNAMENTI DELL'ISLAM

اٹالین

IMỌ IJINLẸ NIPA ẸKO ISLAM

افریقن

Lati Qwq

...t Mirza Ghulam Ahmad

ti Qadian

idasile Ijọ Ahmadiyya ninu Islam

فلسفة الأصول الإسلامية

و

إبطال الجاهلية

عربی

خاتم الخلفاء ومجدد العصر

أحمد المسيح

والمهدي المعهود على متبوعه و...

تعريب

سيد زين العابدين ولي الله شاه

أستاذ تاريخ الاديان بكلية صلاح الدين الأيوبي

بيت المقدس سابقا

« الطبعة الثانية »

الناشر

المبشر الإسلامي الاحمدي في سورية

منير الحصني الحسيني

مطابع ابن زيدون بدمشق

LA FILOSOFIA DE LAS ENSEÑANZAS ISLAM

سپینش

HAZRAT MIRZA GHULAM AHMAD DE QADIAN

MISION AHMADIA DEL ISLAM

Mezquita Basharat - Teléfono (957) 186203

Pedro Abad - Córdoba (ESPAÑA)

بها در تمام کشور ۲۰ ریال

معاونین ۵۰ ریال

فارسی

ناشرین هیئت احمدیه ایران

مهر ماه ۱۳۲۵ - اکتبر ۱۹۴۶